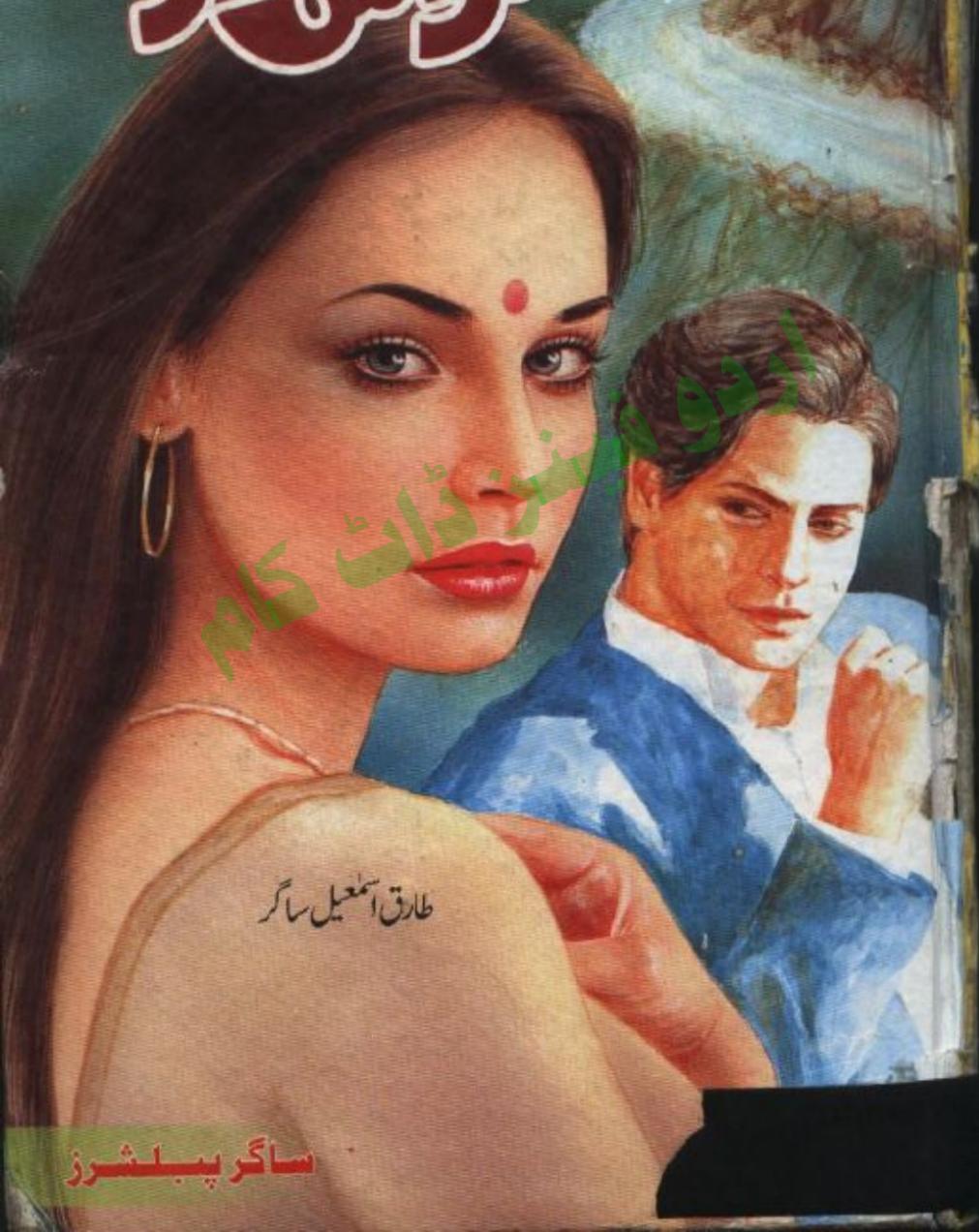


Mani

چڑھاں



طارق ایمیل ساگر

ساگر پبلز

اددو فینز

جب بھلے سے رکی تو اس کی آنکھ بھی بھل گئی۔

چالیس ٹھنڈوں کے مسلسل سترے اسے تھکا ڈالا تھا اور اب تو اس نے باقاعدہ اوپرنا شروع کر دیا تھا جب کہ اس کے دلوں ساتھی گزشتہ دو ٹھنڈوں سے لمبی تباہ کر سو رہے تھے۔

ظاہر کے لیے مسلسل حالت بیداری میں رہنا تو اب ممکن نہیں رہا تھا کیونکہ جیپ کا ذرا سیچ اور ان کا تھہبہان شاید بہرے تھے یا پھر انہیں باقاعدہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ ایک دوسرے کے علاوہ اور کسی سے کوئی بات نہیں کریں گے۔

دو تین مرتبہ ظاہر نے ذرا سیچ کے ساتھ دالی یہی پر موجود اس تو جوان سے جس نے اپنا نام چکرورتی بتایا تھا بات کرنے کی کوشش کی۔

لیکن اسے چند ہی اندازہ ہو گیا کہ چکرورتی اسے چکر دے رہا ہے۔
وہ ہاؤں نخواستہ ہی اس کے سوالات کے جوابات ہوں ہاں میں دے رہا تھا اور اسے بیقاہر سکھتا تھا کہ اگر وہ خاموش رہے تو دلوں کی سخت کے لیے اچھا ہے۔ ظاہر نے اس بات کا اندازہ تو بہت پیسے ہی اس سے ابتدائی ملاقات پر گالیا تھا کہ اس نے اپنا نام غلط بتایا ہے کیونکہ وہ بھگانی نہیں لگتا تھا جب کہ چکرورتی عموماً بھگان سے تعلق رکھتے تھے۔

”ممکن ہے اس کا باپ بھگان اور ماں بھگانی ہو.....“

بالآخر اس نے خود ہی چھٹا کر اپنے آپ سے کہا اور اس مکلے پر سوچنا ہی بند کر دیا۔
اچاکہ بریک لگنے سے اس کے دلوں ساتھی ہڑپڑا کر اٹھ بیٹھے اور اب وہ وحشت

طلب نظر دل سے اس کی طرف رکھ دیجئے تھے۔

"کچھ آرم کر لیں۔ آپ لوگ تھک گئے ہوں گے۔"

چکروتی نے ان کی طرف گردن کھا کر بڑی شان بے یازی سے کہا۔

"حیک یہ ہمارا جن۔"

سلیم نے کہا۔

طاہر بکھر گیا کہاب وہ اپنے ٹارگت ایریائیں اپنی چکا ہے کیونکہ راستے میں ایک جگہ اس لے سرک کے کارے گئے ایک سگ میل پر ڈیہ دونہ میں کلوئیز پڑھ لیا تھا۔ وہ جانشناخت ان کا باقی سارا سفرات کے اندر میں ہو گا کیونکہ اُن نے اُنہیں بطور ابجٹ تو قبول کر لیا تھا۔
لیکن بلور دست و دانکیں کمی نہیں اپنائی تھے۔

وہ کسی بھی مسلمان پر خواہ وہ بھارتی ہی کیوں نہ ہو اخبار فیض کر سکتے تھے۔ یہ ان کی تربیت تھی۔ اُنہیں سکھایا گیا تھا۔ کہ مسلمان پر جب اخبار کرو گے، جو کہ اس کے اور وہ نسل اسی متوالی کو مانتے ٹپے آرے ہے۔
چپ قدرے کشادہ تھی۔

یہ روی جب تھی جسے شاید اس مقصد کے لیے تیار کیا گی تھا کہ وہ اپنے اُنکھوں کو مغلقت مقام سے مول کر کے اُنہیں ٹارگت ایریا جاکے بیٹھا گئے کیونکہ اس کے شیشون کا رنگ بہت گہرا تھا۔
جن کے آر پار بہت کم دکھائی دیتا تھا۔

وہ تو مغلیا ہواں کے ساتھوں کا جنہوں نے گزشتہ چالیس سو گھنٹے میں آنحضرتیں مر جب جب کو بھی کھانا کھانے، بھکی چانے پیئے اور بھکی پیٹھا کرنے کے بھانے کھڑی کرو کر طاہر کو موقوف فراہم کیا تھا کہ وہ کلی ہوا میں سائنس لیئے کے علاوہ منتظر از ما حل کا بھی چائزہ لے سکے۔

آخیر جرج جب ڈرامجر نے خود پیٹھا کرنے کے لیے جب کھڑی کی تو طاہر نے دہاں سرک کارے نے قصہ سگ میل پر ڈیہ دونہ کا نام پڑھا تھا جس سے اندازہ ہوا۔ بصورت دیکھو اُنہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں؟

○ ○ ○

ایسی دانست میں انہوں نے بڑا اول پر وف کشم نہیا تھا۔

تینوں پر رجیع ٹرکیں بھارت آئے تھے۔

وہی میں وہ پہلے سے بتائے ہوئے ائمہ رشیٰ پر پہنچے جاں ایک مسلمان بزرگ نے ان

کا استقبال کیا اور انہیں ایک آرام وہ کرے میں پہنچا کران کے لیے چائے، کھانے کا بنو بست

کرنے لگا۔ اس نے ان تینوں سے کوئی سوال نہیں کیا تھا صرف ان کی شناخت ہی کافی تھی۔

اس کی طرف سے کوئی حریض سوال نہ کیے جانے کا مطلب یہ بھی تھا کہ وہ بھی اس سے کچھ دریافت نہ کریں۔

ابھی وہ بخشش کھانا کھانے کے بعد کرس سیو گی کر رہے تھے جب کمپن چکروتی دہاں نازل ہو گیا۔ اس نے اپنا تعارف اسی نام سے کر دیا تھا۔

شاید علم کے پہلے سے جاناتا تھا کیونکہ وہ ان میں سب سے پرانا تھا۔ طاہر کا دروازہ ساتھی محتلق اس کی طرح تو زور تواری دکھائی دے رہا تھا یا پھر زیادہ پرانا تھا۔

"تم ہو ستر طاہر۔"

چکروتی نے ان دونوں کو صفاوی کرنے کے بعد قریباً نظر انداز کر دیا تھا اور اب براہ راست اس کی آنکھوں میں جھاک دیا تھا۔

"جیسا تھا۔"

اس کے جھانے سلیم نے جو اس سے دیا۔

چکروتی کا مرکز ڈاہب علم ہن کیا تھا۔

"ہمارا یا ساتھی ہے ہمارا جن..... بلاشی دل جوان ہے۔"

"ہوں ہوں۔"

کمپن چکروتی نے علم کی اس بات پر صرف ایک بھی "ہوں" کے ساتھ ریما رس دیئے۔ "شیر جوان ہے۔ سر۔ تن گل میں در کارہے۔ اشہاری ہے۔ سارا شہر اسے جانتا ہے۔" اس نے پھر کہا۔

جواب میں پھر کمپن چکروتی نے "ہوں" کہا۔

طاہر خودا بھی بکھر خاموش تھا۔

وہ جانشناخت ابھی کمپن چکروتی اس کی کسی بات پر یقین نہیں کرے گا جب تک کہ اسے

عملی تحریر ہو جائے۔

"ویل کم فو اٹھیا۔"

چکرورتی نے اس کی طرف دیکھ کر بالآخر ماقننی سکراہٹ اپنے ہونٹوں پر چکا۔

"تمہرے خیال سے ہمیں پلٹھا ہو گا۔"

اس کی اگلی بات نے قیوم کو بولکھادیا کوئکہدا، بھی آرام کرنے کے موہ من ہے۔

"آل رائیت انجوے یور سلیف (Enjoy Yourself)"

شاید اس نے ان تینوں کا عنیدی بھاٹ پایا تھا۔

"ٹھیک یور۔ ہم واقعی بہت تحف کے ہیں۔ امر ترسے یہاں تک کا سفر بڑا تحکما دینے والا تھا۔"

اس مرتب طاہر نے خود ہی جواب دیا۔

وہ چاہتا تھا، چکرورتی اس پر مکمل جائے۔

صین

ایس ایس بی (جٹسٹ سروس یوردو) کے سینئن نے اتنی کچھ کویاں بھیں ملی جیں۔

"ٹھیک ہے تم لوگ شام تک آرام کرو۔ رات کو اپنے دوست کو موجود میں بھی کرو۔ دنباہ میں نہ بیابا تھی سے کہدا ہے۔"

اس نے پھر سلم کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔
"بیابا تھی" اسی بزرگ کا ہام تھا جس کے مکان پر انہوں نے قیام کیا تھا۔ یہ کان دہلی کے ایک سلم مکان میں تھا اور یہاں بیابا تھی اکلی عیار بج تھے۔ اب تک انہیں بیابا تھی کے علاوہ کوئی اور سہاں دکھائی نہیں پڑا تھا۔

لیکن ایئر لائس انہیں دیا گیا تھا۔

لیکن ہم تباہیا گیا تھا۔

پہلے بیکل تو طاہر قدرے ہے جو ان بھی ہوا کر صرف "بیابا" کے ہام سے ہو کہے یہاں

مطلوبہ بندے تک پہنچنے گے پھر خود ہی مطمئن بھی ہو گیا۔

اور یہاں اپنے کے بعد تو اسے لقین ہو چا تھا کہ واقعی اس کا دا طبیرے

خفرہ کا لوگوں سے پڑا ہے۔

اب تک وہ اس تھیم کے دو کارنوں سے مل پکا تھا جو اسے محتاج تھے کہ ان سے گھنکو کے لیے بھی لفڑی سوچنے کی خوشی کر دیتے تھے۔

اس بات کی تو اسے خوبی کر جاہر کی یہ دشمن گر کر کاری ایکجھی بیویٹ "وقتی سیف ہاؤس" (Safe House) بنا لیتے ہیں۔ ان کے "را" (RAW) کی طرح جاہر کے کیمپ میں مستقل سیف ہاؤس نہیں ہے۔ یہ لوگ اسے محتاج تھے کہ اپنے ایکٹوں کو موصول کرنے کے لیے کوئی نکاح نہیں بناتے اور اگلے ہی روزوں میں سے رخصت ہو جاتے۔

دہلی کے اس قدمی سلم مکان میں انہوں نے ظاہر اور اس کی دو فون ساتھیوں کے استقبال کے لیے بھی یہاں پہنچا کر اپنے نکاح کا اعلیٰ کیا تھا۔

ظاہر ہے سلم مکان میں وہ کسی مسلمان کی شناخت کے ساتھی رہچے۔ اسے یقین ہو چا تھا کہ یہ "بیابا تھی" بھی کوئی پہنچی ہوئی پہنچ ہے اور ہرگز مسلمان نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ اس کے طور پر مسلمانوں والے تھے۔

لیکن

ظاہر 2 جلد ہی یہ بھی چان لیا کہ "بیابا تھی" ان سے بات کرنے سے احتراز ہی بر رہے تھے۔ وہ ان کے کسی بھی سوال کا جواب نہیں ہوا تھا۔ اس میں دیکھا تھا۔

کسی تکانی تک سے بہتے کے لیے جس کا موقع انہیں نہیں جانتے اس نے پھر غاصبو ہی میں مصلحت جانی۔

شام کو ٹھنڈا ہو گیا تھا جو اس اپنے بیوی کی تھیں۔ اسی میں وہ بھرپور تھی کی تھیں۔

بیدار ہونے پر انہیں ایک مرد جو پھر چکرورتی کی تھیں۔ تھا کہ اسی پر بھی جس نے ان کے لیے ایک فور سارا ہو گیا۔

کھم کے ساتھ انہوں نے ڈر زیکا اور اس کے دو گھنے تھے جو رکے بر سارے جس نے بھی اس بھی میں موجود باتی کا گھوں کو قرآن پر اظہر انداز کر کے صرف ان کا طواف کرنا شروع کر دیا تھا۔

اکثر وہ ناچھتے ہوئے ظاہر پر بھک جاتی اور اس کے انتہا زدیک آجائی کہ ظاہر کو اپنے

جمپر اس کی سانس انکاروں کی طرح چھتے کا احساس ہوتا۔

یہ بات وہ جانتا تھا کہ یہ سب کچھ یہ تو نہیں ہو رہا تھا۔

کیپٹن چکروتی نے دراہل ایس بی کے چکل میں پنچہ والے اس کے نیڑے کو پہنچ رہا تھا۔ اس کی خدمت اور اس کے نیڑے موجود تھا۔

موما وہ اس جاں سے منے پچھیوں کو فکار کر رہے تھے۔

اس کے دلوں ساتھی بھی یقیناً اسی طرح ان کے دامن زیر میں گرفتار ہوئے تھے۔

اور.....

اب وہ بھی اس دلمل میں اترے چاہتا تھا۔

اس نے کیپٹن چکروتی کو پہلے ہی ڈر میں اس بات کا احساس والا دیا تھا کہ شراب شباب اس کی بہت بڑی کمزوری ہے۔

اتی ہوئی کرہوئی کہ جس کی بنا پر اگرچہ آنہ طاہر کرنے والے ملک میں کہاں گئی آلات اسکے لئے۔

ہیں۔

رات دری گھے وہ ہوں سے باہر لٹک۔

نیدان کی آنکھوں سے کوئی دوڑی کی نکلنے والے دن میں چھوٹات کھنکھل ہوتے رہے

تھے۔

”کیا خال ہے اپنے سفر کا آغاز کریں؟ رات آپھی گز رجاءے گی۔“

کیپٹن چکروتی نے باہر آتے ہوئے کہا۔

”لیں سر۔ چیز آپ کی مرضی۔“

طاہر نے جواب دیا۔

”نمیک ہے۔ تم لوگ دس منٹ میں تیار ہو جاؤ۔ میں آتا ہوں۔“

اس نے تینوں کو اس نکلنے پر ڈر اپ کیا تھا جاں ”بیبا“ اس کے دھنترے۔ ابھی

مکد وہ اس کے انتقامار میں جاگ رہے تھے۔

تینوں کو پاری باری اس نے دربار یون کی طرح جنگ کر سلام کیا اور خاموشی سے اپنے

کر کے کھڑک پل دیا۔

ٹاہر کو یہ بیبا جی کی الف لیلوی داستان کا پاہر ادا کر رکھا تھا اور یہ نہ گھٹا تھا۔ اس کی
نشست و برخاست، پاہل ڈھان سب تاریخی تکابوں میں لکھے گئے کرواروں سے ملی جاتی تھی جو
قدیم محلاں میں اب کھنڈرات کی خلیل اختیار کر چکے تھے اپنے آقاویں کی خصوصی خدمات انجام
دیا کرتے تھے۔

○ ○ ○

نمیک دس منٹ بعد بیدوٹ (موت کا فرشتہ) کی طرح کیپٹن چکروتی ان کے سامنے
 موجود تھا۔

اس سر تپڑہ ایک بڑی جیپ لے کر آیا تھا۔

تینوں نے اپنے اپنے بیک الحائے اور خاموشی کے ساتھ جب تک ان کا مار میں بینے گئے
جس کی کشادہ اور آرام دہ سیٹوں پر بینخے کے بعد وہ اس کے غیر معمولی ہونے کے قائل ہو رہے
تھے۔ ٹاہر وہ کہاں دیجے والی اس جیپ کو شاید بطور غاص طبولی ستر کے لیے آراستہ کیا گیا تھا۔
اگلی سیٹ پر چکروتی دوسریوں کے ساتھ چھپ جیا۔

تینوں نے اس کے چھپے جگہ سنبل لی۔ تینوں ہی تین الگ الگ سیٹوں پر بینخے تھے۔
ٹاہر اور سلمم آپس میں تدریسے بے نکف تھے جب کہ ان کا تیرسا ساتھی جس کی
ملاقات ان سے بالکل آخری محلاں میں روائی کی وفات ہوئی تھی زیادہ وقت خاموش رہ کر ہی
گزارا تھا۔ اس نے اپنا نام منتقل بنایا تھا۔

لیکن.....

اس کے چھپے پر ایک ہی نظر ایسے اس کی بیڑی کا اندازہ کیا جا سکا تھا۔ اس کا
تعلیم لکھ کے کسی درسرے شہر سے تھا جس سے حلقہ ندوں نے اُنہیں تایا تھا اور نہ دلوں
نے جانتے میں دھکی خاہر کی تھی۔
یہاں کسی سے متعلق کوئی بھی جتو یا جتنس رکھنے کا سیدھا مطلب اپنی موت کو دعوت دنا

تھا۔
ان کے اپنے کسی بھی عمل کا مطلب ان کا ڈھان کر اس ہونالیا جانا تھا اور یہاں کسی پر
معمولی شبکی کام از کام سزا موت تھی۔

دہلی سے عازمی آپا دار یہ خوشی کر کیٹھن پکر دو تی نے اپنی ایک مرک کنارے بنے
ہوئے ہوں سے چائے پیائی۔ تینوں اب تک اوگتے آرہے تھے۔
لیکن

چائے کا الٹا ٹھوا۔

کم از کم طاہر تو سبی محض کر رہا تھا۔

اس کی داست میں اس کے دونوں ساتھیوں کو پوچھ کس ہونا چاہیے تھا جب کہ دونوں
حوزی دیر بھلی تان کر سو گئے۔ انہوں نے دو لگ الگ سنبھال لی تھیں جن پر سستکر
خواب خروش کے حربے لے رہے تھے۔

طاہر کی یہ کمزوری تھی کہ اسے دروازہ غیر مددگاری آتی تھی۔ اس کے نزدیک یہ کمزوری
نی تھی جب کاس کے درسر سے ساتھی اس پر ٹک کیا کرتے تھے۔

میر بخش بخور اور مظفر نگر سے گزرتے ہوئے دشمن فوجی پر دیوبندی خان کے اگا پر افسوس
پڑا۔

شہر کے باہر ہی بھکر ریلوے کے ایک شامدار ڈاک بٹکلے میں وہ مقام تھے۔ اس ڈاک
بٹکلے میں حرث اگنی خود پر ان کے علاوہ لا کوئی قیام پیدا نہیں تھا۔
طاہر کے لیے بھارت یا تراکوئی تھی بات نہیں تھی۔

اس نے بھارت کے مختلف شہروں میں موجود سرکاری ڈاک بھجوں پر قیام کیا تھا۔ لیکن
یہاں کوئی کمرہ حاصل کرنے خصوصاً اس طرح کے شامداریت ماؤں کی جگہ حاصل کرنا کار رہا تو
تھا کیونکہ عموماً ایسے بٹکلے مختلف سرکاری افسران کی عہدات گاہیں بنے ہوئے تھے جہاں وہ رنگ
رلایا۔ تاریخ تھے یہ بھرمان پر اپنی افسران کے چیزیں قابض رہتے تھے۔

دیوبند شہر کی مذہبی حیثیت ساری دنیا میں جانی والی تھی۔ یہاں کے عقیم الشان
درستے میں تو دینا بھروسے لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔

لیکن

یہ ڈاک بٹکلے خالی تھا۔

صرف طاہر ہے کہ اسے آج کی رات بطور ناص مالی کروایا گیا ہو گا اور بعض ایک دات

کے لیے اپنی بیتے اس بٹکلے کا پچھے سیف ہاؤس میں پہنچیں کر لیا تھا۔
کیٹھن پکر دو تی نے کمال بھوشاری سے ایک لمحے کے لیے بھی اپنی اس بات کا
احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ وہی سے یہاں بھک کوئی ایک جگہ بھی ان کے لیے خصوصی تھی۔
وہ اس ڈاک بٹکلے میں بظاہر بھارت کے ہامنگر (شہریوں) کی طرح قیام پذیر
تھے۔ رات انہوں نے یہاں گزاری۔

تھی دیر کے عکس بہت ہی تان کر سوتے رہے۔ البتہ طاہر جو عادت کے مطابق مل اسکے
بیدار ہو گیا تھا، بھی بھک اس نے جان بوجھ کر کوئٹہ نہیں لی تھی اور وہ سرے کر کے سے اٹھنے والی
معنوی آوازوں سے اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ کیٹھن پکر دو تی بیدار ہو چکا ہے۔

اب سے کر کے سے باہر نکلتے قدموں کی چاپ بھی مناسی دے دی تھی۔

طاہر دم سادھے لینا رہا۔ بھر دبے پاؤں اپنے بڑے سامنے اٹھا اور اب وہ بھی کی طرح
بھجوں پر چلا کھڑکی کے ساتھ لکھے پورے کے نزد دیکھ آ گیا تھا۔

بیٹھنے سے اس نے پردہ ٹھوڑا سا سر کا یا لارٹھٹے میں سے باہر موجود الان میں کیٹھن
پکر دو تی کو دریش کرتے دیکھنے لگا۔

طاہر خود مارٹل آرنس کا ہامہ رکھا۔

تمنی مختلف سنائر میں وہ کرانے کے اعلیٰ ترین اعزاز حاصل کر چکا تھا۔ وہ اس فن کی
باریکیوں سے اپنی طرح آگاہ تھا۔ اس کے بے شمار جسمانی اور رفتہ صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے

اسے اس جنم میں بادل خواست جھوٹا گیا تھا۔

کیٹھن پکر دو تی کی جسمانی بھرپوری اور اپنے جھپٹ پر وہ دل میں اسے داد دیئے بغیر دے
رو کا۔

اس کا دل بے اختیار چاہا کہ وہ بھکی باہر جا کر پانچ سیمہ دھا کرے۔

لیکن

وہ کہ گیا۔

"پندرہ مت بعد ناشیار ہو گا۔ کٹ اپ"

اس کی چل پر نظر پڑتے ہی کپٹن چکورتی نے فوجی افسروں کی طرح اسے حکم سنایا
اور.....

اس کی کوئی بات نہ پھر جس طرح آرمی کی طرح آیا تھا، موقان کی طرح دایں
پلت گیا۔ طاہر نے ایک لمحہ وقت کے بغیر سلم کے جسم پر پا کیل اتار کر ایک طرف پھینکا تو دہڑ
بڑا کرنگی میخنا۔

طاہر نے کپٹن چکورتی کا حکم اس کو حمل کیا۔
اور.....

خود حمل نانے میں جا گما۔

مخفق کے حاس کا توں تک میتے ہی یا اوار پہنچا، وہ بھی کھل کی ہی پھرتی سے اخراج
دورے حمل نانے میں جا گما جب کہ سلم نے درسے کرے سے نسلک حمل نانے کا رائے
کیا۔

اگلے پندرہ مت بعد وہ تمدن نانے کی میز پر موجود تھے۔

○ ○ ○

میز کے درسے کونے پر کپٹن چکورتی ہالی و ذکی قلوں میں چٹیں کئے جانے والے
گناہوں کی کردباری طرح ان کی طرف گھوڑا ہاتھ
بڑے نے ان کے سامنے اتوان و اقام کے کھانے چن دیئے اور تمدن نے نانے
کے ساتھ کھل انساف کیا۔

"وہ مت بعد ہم روانہ ہو جائیں گے۔"

نانے کے خاتے پر کپٹن چکورتی نے اگا حکم جاری کر دیا۔

اور.....

نمیک دس مت بعد ایک مرتبہ پھر اس آرام دہ چیپ میں وہ عازم سفر تھے۔ اس مرتبہ
طاہر نے بطور خاص جو ہاتھ قوت کی تھیں ایک توجیہ کی نسب پلٹش تبدیل ہو گئی تھی اور درسے
اس کا ذرا نیکر۔

پہلا ذرا سچ درج بندگی میں ہی روکیا تھا۔

اس کے باقی دلوں ساتھیوں نے شاید ان باتوں کا نوش نہیں لیا تھا پھر انہوں نے
اس کا انکھا رہنا سب نہیں جانا تھا۔

تمدن ہم سادھے لیئے رہے۔

خسروی ہدایات کے تحت بیہاں سیم اور طاہر بھی خاصے رج رونکھائی دے رہے تھے
اور ابھی تک انہوں نے مخفق پر یہ بات کافاً نہیں ہوتے دی تھی کہ وہ اس سے زیادہ بے تکلف
ہیں۔

اب وہ عازم "بُواری" تھے۔

اگھی بجکے گوکر نہیں یہ نہیں تباہی ایسا تھا کہ انہیں کہاں لے جایا جائے ہے۔
لیکن.....

طاہر جاتا تھا وہ بُواری جا رہے ہیں۔

ڈیرہ دوں کے نزدیک ایک کھنچے گل میں داقع "بُواری" نام کے اس کپ کو اس
انس لی بر گیئے تیر ہبڑا کی کاٹھ میں چاہری تھی۔

اس کپ سے تمن ماہ کی خت تربیت پا کر قاری ہونے والے درشت گرد ہمارتی اٹھی
جس انہیں کاہر ہن اماشہن جایا کرتے تھے۔

چدیو تین طریقے پر تختہ بکاری سے آگاہ یہ درشت گرد انسانی حمل میں درندوں
کا روپ دھار لیتے تھے۔

انہیں ایک ہی بات بتائی اور سمجھائی جاتی تھی کہ اپنے راستے میں آئنے والی ہر شے کو
روندتے ہوئے کھل جاؤ۔

بے رگی ان کی سرشنست بہادی جاتی تھی۔

سیکی وہ تھی کہ اپنے ہی ہم نہ ہیوں ہم وطنوں کی جان لینے ہوئے انہیں رحم نہیں آتا تھا۔
وہ بچوں یو ہوں گوں توں جو انوں کو کہ دی رکھتے چلے جاتے تھے۔

قل و غارت گری ان کی عادت میں بھی تھی۔

خون رہ سا کر آگ لگا کر زخم ہاکے سے پر فٹے ازا کر وہ خود کو پسکون گھوس کرنے لگتے

خے۔ انہیں ہر تحریکی کارروائی یہ ان کی توقع سے بڑھ کر انعام و اکرام سے نواز جاتا تھا۔ یہ انعام و اکرام ہر صرف دولت کی صورت میں نہیں بلکہ شراب و شایاب کی صورت میں انہیں دیا جاتا تھا۔
ان دشیوں نے اپنے ہی ہکلوں کو بد امنی کا گواراہ دیا رکھا تھا۔

اور.....

یہ سب کچھ انہیں اسیں لی پڑھا تھی۔

ان کی بھروسیوں کو اچکچالائیں کر کے ان کی محرومیت کو درندگی میں تبدیل کر کے ان کو زور زان اور شکی لات میں جھاتا کر کے بھارتی اٹھی جنس کے سوت انہیں انہی کے ہکلوں میں پڑھتے ہام تم بنا کر پیچ دیا کرتے تھے، مجھل اقتدار کی ہوس میں۔
مجھل ان کروڑ ہکلوں کو اپنے اشاروں پر پہنچنے کے لیے مجبور کرنے کو مجھل ان چھوٹے اور سارے سماں اکٹ کے خواہ کی یہی کام تھا۔ دیکھ کر اپنی حس خداوت و عصیت دینے کے لیے چاکیوں کے پلٹے چانٹے یگناوے نے تھیں رچارے ہے تھے۔

○ ○ ○

دیوبند سے ان کے سفر کا آغاز ہوا۔ جیپ ریکی اور سہار پندرہ کی سرکوں پر دھول اڑانی بالآخر شام میں ٹھٹھے ہو دن پہنچی تھی۔
اس دوران راستے میں وہ تمیں چاہرہ تر کے تھے جہاں انہوں نے کھانا کھایا اور چائے پیا تھی۔

کمپنی چکرورتی بھی ان کی طرح سفریت نوش نہیں تھا۔ البتہ مخفی سفریت بھی رہا تھا۔
لیکن ایک مرتب جب چکرورتی نے اسے عجیب کی نظروں سے دیکھا تو اس نے جیپ کے اندر دوبارہ سفریت سلاگئے کی جو آت نہیں کی تھی۔

دوران سفریک کے ڈھونے کا نارے انسان کا اٹھا بہرہ رہا تھا۔

ظاہر سے بھارت کا ایہم ترین صوبہ یہ۔ پی ایئنی نہیں تھا۔ وہ ذیرہ دوں تو کمی نہیں گی تھا۔ البتہ ایک شن کے سلسلے میں اس نے سوری میں ضرور قیام کیا تھا۔

سرک کے گرد بنے کھیتوں کھلیاں تو اور دیہاں توں کے تھیں دھرمیک پیچے اور مدقق

چودوں والے سائلوں پر اسے بہت جم آتا تھا۔

اسے بھجنیں آری تھی کہ اتنی غربت اور بے بی کے ساتھ یہ لوگ کس طرح تھی رہے

ہیں۔ زندگی کی گاڑی کیسے تھیں تھیں رہے ہیں۔

جہاں لگنیں ان کی جیپ رکنی تھیں مرد اس امید پر اس کے قریب سے گزرنے کی کوشش کرتے کہ تھا انہیں کچھ ہیکل جائے۔

راستے میں خلائق پراؤ کرتے ہا آخودہ ذیرہ دون ہتھی کے تھے جہاں انہیں اب رات
ڈھلنے کا انتفار کرنا تھا۔

شام کا ملباہا اندر جو بھگم کی سوت سے سفر کرتا اس ریست ہاؤس کے گردیم دائرے کی صورت میں کھڑے شاہد بولٹ کے درختوں پر سیرہ رکرا کر رہا تھا۔ یہ بھی کوئی سرکاری ریست ہاؤس تھا جس کے باہر کوئی یوروز بھی ایسا نہیں لگا تھا۔ تھے پڑھ کر وہ اندازہ کر کتے کہ اس کا تعلق کس گھے سے ہے۔

”میرے خیال سے شام کا کھانا کھانے کے بعد یہاں سے چلتے ہیں۔“

چکرورتی نے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔

”رائیت سر۔“

مشتاق تھے بھی اب گھنٹوں میں حلیہ اٹھر دیا تھا۔

”سامان گاڑی میں رہنے والے ذرا فرش ہو جائیں۔“

اگر بھگم بلا۔

تینیں اس کے ساتھ تھیں باہر گل آئے اور اب وہ سب چکرورتی کی کمان میں ریست

ہاؤس کی طرف چاہے تھے جس کے دروازے پر ایک ٹھنپ پہنچنے سے ان کا مختر قرار۔

کھانا کھانے انہیں رات ہو گئی تھی۔

”چلو بھی۔۔۔ اب چلانا چاہیے۔ زیادہ دیری نہ ہو جائے۔“

چکرورتی نے معمول کے مطابق ان کی طرف دیکھ کر تھی اگاہ حکم سنادیا۔

”اوے۔“

سلیم نے کہا۔

اور

تینوں ایک مرتبہ بھر عازم ہوتے۔

اگلے آدھ گھنٹے کے بعد وہ ایک پیازاری راستے پر گھوم رہے تھے جہاں دور دور بج کی

ذی ائس کا نام دنیان کوئی نہیں دے سکتا۔

صرف گاڑی کی ہیئت لاپٹس سے ہی سامنے کا مترقبہ رے واضح ہوتا تھا۔ اور تاحد گھنٹے

سرک کے دونوں اطراف گھنٹے درختوں اور بھمازیوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے سکتا۔ سرک پر

بھی وہ ایک خصوصی قابلیتی دیکھ سکتے تھے۔

دو فینڈ

○○○

ڈرائیور جیپ کو بڑی ہوشیاری سے گھمارا تھا۔ اچانک ہی وہ ایک گیٹ کے سامنے
رک گئے۔ یہ گیٹ اس طرح اپاٹک سامنے آیا تھا جیسے کہی نے چادو سے اسے ان کے سامنے
سرک پر گاؤ دیا ہو۔ گیٹ کے باہر ایک بیرک نما کرے میں مدھمی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔
اس اندر میرے جگل میں یہاں شاید دن کے اوقات میں بھی ہاتھ کو ہاتھ بھائی نہ دیتا ہو۔ انہوں
نے رات کے اس پہر معمولی روشنی کا کمیک الٹکن تینیں کیا تھیں۔

ہر ک کے دروازے کے باہر لہتے ایک زرد بلب لہک رہا تھا جس کی روشنی میں موائے
ہر ک کے اس دروازے کے اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ رات کے اس پہر گھنٹے درختوں سے
لپٹے گئے کندوں کے لڑنے کی آوازیں بھی خاموش تھیں۔

رات کا محروم ہوا جو کہ ماحول کی پراسرارست جس نے تینوں پر چڑھائے کے لیے جسے
کہتے ہی طاری کر دیا تھا۔

جیپ اس طرح کھڑی تھی۔ کہ انہیں سامنے موائے ہر ک کے اور کچھ دکھائی نہیں دے
سکتا تھا۔

”تم بھی میخو۔“

چکورتی نے ایک فقرہ کہ کہ ماحول کے سکوت کو توڑا اور ان کو سکتے کی کیفیت سے باہر

تینوں نے محجزہ معمول کی طرح اثبات میں کردن بلا کہ اس کے نیچے پر صاد کیا۔
پھر درست جیپ سے نیچے آگئی۔

ڈارجہ راضی میٹ پر ہی چک کس بیٹھا رہا۔

حیرت کی بات تھی تھی کہ جیپ رکنے پر بھی کسی نے ہر کس سے باہر آنے کی رسمت نہیں
کی تھی۔

کپشن پھر درست ان کے سامنے سے گوم کر جرک کے دروازے تک پہنچا تو گرین
دروازے میں حرکت ہوئی اور وہ کسی یادوی عمل سے مکمل گیا۔
دروازے کھونے والے کی ٹھیک ایمی بھی انہیں دکھائی نہیں دی تھی۔ پھر درست اندر چلا
گیا اور دروازہ اسی طرح بند ہو گیا۔

شاید یہ دروازے کسی عکزتم سے کٹرول ہو رہے ہوں۔
امگی بھی انہیں کوئی پہرے اڑ بھی دکھائی نہیں دیا تھا۔
لیکن.....

وہ سب گھوس کر کتے تھے کہ ان کی معمولی ہی حرکت پر بھی نظر کر کی جا رہی ہے۔
انہیں یوں گلدہا تھیں کسی خیری کسرے سے ان کی مکمل ہائی ٹکنیکی جا رہی ہے۔
ماحل کے اسی سر اراکوڑنے کے لیے یہ شاید محتاط نے سکریٹ سلائی تھا اور لائسٹر
سے بلد ہوتے ہوئے سطھ نے چند سینڈ کے لئے جیپ کے اندر کے ماحل کو ضرور واضح کر دیا
تھا۔

ظاہرنے دیکھا اس کے دونوں ساتھی بہت سمجھیدے تھے۔
”میں تو یار تھک گیا ہوں۔“

”اور میں بھی تمہارا کیا حال ہے؟“
سلیم نے چان بوجہ کر محتاط کو بھی اسی گھٹکوں میں شامل کرنے کے لیے اس کی طرف
دیکھا تھا۔

”ہمیں بھی نیخدا آر ری ہے۔“

محتاط نے باہر جاہی بھی نہیں۔

ڈارجہ رکنے ان کی طرف دیکھنے کا لفڑ بھی نہیں کیا تھا۔

اپا اک انہیں پہلے کی طرح دروازہ مکھنے کی آواز سنائی دی اور تینوں چوکے ہو گئے۔
کھڑکی کی طرف پہنچنے تھے باہر نے چان بوجہ کر محتاط کو گرا لیا تھا۔ بیکی مغل سلم نے بھی دہرا لایا۔
دوسرے ہی لمحے انہیں بلب کی زرد روشنی میں کپٹھن پھر درست دکھائی دیا جوان کی طرف آ رہا تھا۔
دروازہ اس کے قاب قب میں پھر بند ہو گیا تھا۔

”چلو.....“

پھر درست نے اپنی سیٹ سنبالنے پر ان کی طرف دیکھنے ڈارجہ رکنے کا۔
انہیں شاہر ہونے کی آواز نے انہیں باخل میں زندگی سراءت ہو جانے کا احساس
دلایا۔

اور.....

جیپ رکھتی ہوئی لوہے کے اس آکٹی دروازے کی طرف بڑی جو انہیں جیپ کی بھڑ
لائش کی روشنی میں دکھائی دے رہا تھا۔

بھیجیں تھی جیپ وہاں تکچی دروازہ اپنی چکر سے سرک گیا۔
شاید یہ دروازہ بھی ایکسٹریک سٹراؤنڈ تھا کیونکہ ان کے اندر دائل ہوتے ہی دوبارہ اپنی
اصلی حالت پر واپس آ کیا۔

اب وہ ایک سرک پر چل رہے تھے جس کے ذریعہ طرف میدان اور میدان کے کوئے
میں اندر ہر سے نئی ٹوپی نمارت ذریعہ بیوں کی یاد روشنی میں جما تھی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔
اکنہ ایک غارت کے سامنے جیپ رکنی۔

”سامان الحالو..... اور یعنی آ جاؤ۔“

کپشن پھر درست نے لہا۔

تینوں اپنے اپنے سامان سست اس کے قاب میں چل رہے تھے جب اپا اک دی
ان کے چڑھہ طبعی روشن ہو گئے۔

سامنے شب خوابی کے نغمہ اس میں ایک لڑکی ان کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کے

کمری تھی۔

"ویل کم....."

اس نے جان لیوا سکراہٹ ان کی طرف اچھائی۔

"اوکے گنڈہانی۔"

اس کی ٹھل پر نظر پڑتے ہی کیشن چکروتی نے کہا اور وہ اپنی گھوم گیا۔

تمیں کے اصحاب پر بھیان گرتی اس لڑکی نے ان کی رہنمائی ایک کرے بھک کی جو آج ان کی خواہاں بخے والا تھا جو ان تین بھرستی سے بچے ہے تھے۔

"میرا نام کہاں تھی ہے۔ کہاں اگرال۔ میں یہاں آپ لوگوں کی خدمت کے لیے رکھی

گئی ہوں۔ آپ کے کرے میں پیش ہو چکے ہے فرما حاضر ہو جاؤں گی۔"

اس نے جہت زدہ تھے تمیں پر ایک طاری نظر لڑکاں کی قیمت کا اندازہ لگاتے ہوئے بات آگے بڑھا۔ سامنے گئے ایک ہٹن کی طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ بات کرنے کا اندازہ خاص پر تکلفا نہ تھا۔

"میرا نام طاہر ہے۔ یہ سلم اور یہ مختار"

طاہر نے مناسب جانا کیا تھا اغفار بھی کروانی دے۔

"مھرپی۔ یہاں ہم ایک دوسروں کو اپنا نام بھی بتاتے ہیں بھک کہ اس کی

اجازت نہ ہو۔ بھی اپنے ہیں۔ کل آپ کو یہاں کے روایاتی رکویتھر کا علم ہو جائے گا۔"

اس نے مجیب سی بات کہ کر طاہر کو گزیڈا اکر کر دیا تھا۔

طاہر کے پھرے کا رنگ ایک لمحے کے لیے بدلا چکرہ نہ ادار ہو گیا۔

شاید اس تبدیلی کی کامنی نے محسوں کر دیا تھا۔

"میری بات کا براہت مانا پذیر، کیونکہ مجھے آپ کو تو شکنے کے لیے یہاں پر کام کیا

ہے۔"

اس نے تکلفی سے آگے بڑھ کر طاہر کا کندھا تھیڈیا۔

انہیں کرے کے استھان اور بیج کے ہاشمی کے حلقوں آگاہی دینے کے بعد وہ کنڑوں

کی طرح کو روشن بھالی ہوئی اپنی چلی گئی۔

تمیں خاہے تھکے ہوئے تھے۔ جو کنڑے انہوں نے ہیں رکھتے ان کیزدھوں سمیت
یہ وہ اپنے اپنے بستر پر گرپٹے۔

اور.....

بیج تھک گھری ہندساتے رہے۔

طاہر البتہ معمول کے مطابق بیج گھری نثار سے پہلی بار گیا تھا۔ اسے بخانے
کیوں اس وقت وہ سب کچھ بیٹھا نہ لگتا۔

○ ○ ○

"اب یہاں گزریو ہو چکا ہے۔ ناقابل برداشت"

اس روڈ جب وہ کرٹی صاحب کے ساتھ ایک مرحدی ریٹ ہاؤس میں بیٹھا تھا تو
انہوں نے ہاں پر موصول ہونے والی اطلاع کے بعد قدر سے انہوں اور سبھے کے لیے میں بڑی
آنکھی سے کہا۔

طاہر خاموش رہا کیونکہ اس سے کچھ بھل کیا گیا تھا۔ وہ اپنا منہ عمل کر کے آج ہی
واپس آتا تھا اور رات ایک مرحدی پوست پر بر کرنے کے بعد بیچ سویرے سے ہاں پہنچا دیا گیا تھا
چنان کرٹی صاحب سبیق اس کے استھان کے لیے موجود تھے۔

وئیں مت بھک و خاموشی سے کرے میں بٹھے ہوئے سکریٹ فوٹی کرتے رہے۔
طاہر ان کی اس عادت سے اب تک واقف ہو چکا تھا کہ جب بھی کرٹی صاحب نے

کسی نیچے پر پہنچا ہوتا، وہ اسی طرح اٹھ کر سکریٹ کے کنگ لگاتے ہوئے کرے میں بٹھے رہ جے
جس کے بعد کسی نیچے پر پہنچ کر پسکون کر کر بیٹھ جاتے۔

طاہر نے محسوں کیا تھا عام حالات میں کوئی صاحب سکریٹ فوٹی بہت کم کیا کرتے
تھے لیکن اسی صورت میں مسلسل سکریٹ ملائے رکھتے۔

انہوں نے اس مرتبہ طاہر سے کچھ بھل کیا تھا۔

اب وہ بالکل ناول تھے اور اس سے معمول کی ہاتھی کر رہے تھے۔ اس کے من سے

حلقوں تھیڈیات طلب کر رہے تھے۔

"میرے خیال سے اب تم ایک ہاں کمل آ رام کر کیونکہ اس مرتبہ کام زیادہ اہم اور

قدر سے مشکل بھی بھگا۔

بلما خراہبول تے کمپدا۔

طاہر کھنڈ نا کیونک اصول اسے چندروز بعد واپس پڑے جانا تھا۔ انہی اس کا مہش نا کھل

تھا اور اس کا آئیں تھیں حمل ہوا تھا۔
لیکن

وکوئی سوال پوچھئے کا جائز تھا۔

اس پرنس کا پسلا اور تھی اصول یعنی تھا کہ یہاں احکامات پر مل کیا جائے اور اس حد
تک تھیں تھیں طلب کی جائیں جس حد تک ضروری ہوں یا پھر متلاش ہاں جس حد تک بتا
ضروری ہے۔

کرل صاحب نے اس سے چندروز بعد طلاقات کرنے کے لئے کہا تھا۔
اور

یہ چندروز اگلے دن روز پر کھل گئے۔ گیارہویں روز اسے کرل صاحب کی طرف سے
طلاقات کا پیغام طاہر وہ قدرے طلب ہوا۔ بھی بھی تک اس کا بیخنس قائم تھا۔

○ ○ ○

کرل صاحب سے اس کی اگلی طلاقات بڑی ٹکانہ خرچ تھی۔

ان کے ساتھ دوسرے افران تھے جنہوں نے اسے ایس ایس نبی سے تھلک برینٹن
دی اور تمام تھیں اس سے آگاہ کیا۔

”چوتھی مریضہ تھا جراہا ہے؛ جس کی مدد کے لیے بھارتی کاشتکاری ویکنپیاں موجود ہیں۔
بریگینڈ یونیٹ ہو تو اکو ”را“ کا خصوصی تھاون حاصل ہے۔ بھارتی فوج کے بھرپور افسر کر جا پائے تھے
پر یورپ رکھتے ہیں اس کی نیمیں مثالیں چیزاں۔ یہاں خالص تھا کہ اسی کی تربیت دی جاتی ہے۔ یہ کہا
جائے ہو گا کہ یہاں دہشت گردی کا ایک آرت کی طرح پڑھایا اور سکھایا جاتا ہے۔ یہاں دی
اجنبیت لائے جاتے ہیں جو اپنی دہشت کی انتہا کو جھوڑتے ہوں جن میں انسانیت نام کی کوئی پیغیر
پیغیر لئے کئی مل میں لا جائیا ہے۔ پاکستانی سرحد سے کچھی قاتلے پر لوگ موجود رہتے
ہیں۔ اور ہر لمحے چاہی کے کسی نہ کسی منوبے پر مل جاتا۔ یہ کہراہ اور سکھنے والوں کو اپنے دام توڑی
میں پھنساتے اور بھر انہیں جاہ کاری کی تربیت دے کر ہمارے ہاں بر بادی پھینکنے کے لئے الائچی
کر دیتے ہیں۔ ایک سینٹر افران دیوار پر لگے ایک نئی پر قلت چڑھتے چڑھتے جس چھڑی کو کہنا غریب کرتے
ہوئے تھا۔ اس نے اس نئی پر ایس ایس نبی کے مقابلہ تھیں کیپس ان کے طریق کا، ان

کی قوت اور ان کے طریقہ ارادات سے تھلک تھیں تھا۔

”یہ لوگ بھارتی اٹھلی ایکجیسوں کی کریم ہوتے ہیں۔ اپنے اپنے شہبے میں باہر کچھے
جاتے ہیں۔ عموماً ان کا اختیاب بھارتی ایس ایس نبی ”چوتھی مریضہ“ کا مظہر میں سے کیا جاتا
ہے اور یہ جزوی کاری کے نہ صرف ماہر ہوتے ہیں بلکہ اپنے فن میں اخراج کرتے رہتے ہیں۔
لیکن وہ ہے کہ وہ ہر دفعہ تھی خلندڑاں اور بھیساڑوں کے ساتھ جملہ اور ہوتے ہیں۔ یہم ایسی ان کی
سابق طریقہ ارادات کا ترجمہ کر دیتے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور وہ کوئی تھی جاہ کاری کی محکیت اپنالیے
ہیں۔“

اس نے چند تھائے کے لئے رک کر سمجھتے سلایا پھر سانے دیوار پر لگے نئی پر اپنی
چھڑی کی نوک ایک چکر کھکھڑا کھاٹپ ہوا۔

”یہ ہے ذیرہ دون۔ بھارتی فوجی افران کی تربیت کا شہور زمانہ میں ڈھرست
کاٹنے بھی یہاں موجود ہے۔ یہ راست جو قدر سے پہاڑی اور جھگڑات سے ڈھکتا ہے۔ بھواری کی
طرف جاتا ہے۔ ذیرہ دون سے سوری کی طرف جاتے والی سڑک پر کیپ آتا ہے۔ اس سے
کچھ قاتلے پر ”چکر ایکپ“ موجود ہے۔ بھواری کیپ ذیرہ دون کے ٹھال میں ہے۔ بھواری اور
چکر اس کے درمیان پھل دل دل بارہ کلو میٹر کا فاصلہ ہے۔ بھواری کیپ حال عین میں ٹایا گیا ہے جسے
ایک بر گینڈ بھر ملہوڑا جراہا ہے؛ جس کی مدد کے لیے بھارتی کاشتکاری ویکنپیاں موجود ہیں۔
بریگینڈ یونیٹ ہو تو اکو ”را“ کا خصوصی تھاون حاصل ہے۔ بھارتی فوج کے بھرپور افسر کر جا پائے تھے

پر یورپ رکھتے ہیں اس کی نیمیں مثالیں چیزاں۔ یہاں خالص تھا کہ اسی کی تربیت دی جاتی ہے۔ یہ کہا
جائے ہو گا کہ یہاں دہشت گردی کا ایک آرت کی طرح پڑھایا اور سکھایا جاتا ہے۔ یہاں دی
اجنبیت لائے جاتے ہیں جو اپنی دہشت کی انتہا کو جھوڑتے ہوں جن میں انسانیت نام کی کوئی پیغیر
پیغیر لئے کئی مل میں لا جائیا ہے۔ پاکستانی سرحد سے کچھی قاتلے پر لوگ موجود رہتے
ہیں۔ اور ہر لمحے چاہی کے کسی نہ کسی منوبے پر مل جاتا۔ یہ کہراہ اور سکھنے والوں کو اپنے دام توڑی
میں پھنساتے اور بھر انہیں جاہ کاری کی تربیت دے کر ہمارے ہاں بر بادی پھینکنے کے لئے الائچی
کر دیتے ہیں۔ ایک سینٹر افران دیوار پر لگے ایک نئی پر قلت چڑھتے چڑھتے جس چھڑی کو کہنا غریب کرتے
ہوئے تھا۔ اس نے اس نئی پر ایس ایس نبی کے مقابلہ تھیں کیپس ان کے طریق کا، ان

سکرایا۔

"یہاں ایک دوسرے کا خون بجائے کی تکمیل آزادی ہے۔ اسی میں یہ سب طور طریقے اُنہیں انسان سے درندہ بناتے کے لیے اختیار کیے جاتے ہیں۔ بر گینہ سر بلہڑا کی کوشش ہوتی ہے کہ یہاں سے نکلنے والا کوئی بھی ایجاد کمکل درندہ بن جائے۔ جو لوگ ہمارے ملک میں سکلوں کے بچوں کو بھم دھاکوں سے اذار ہے ہیں، امام پا رکھوں میں نجت اور بے کناہ انسانوں کا ہے۔ درج خون ہمارے ہیں، مخصوص بچوں کو خون کرنے کے بعد بے حد تباہ اندھا زے ان کے جسم کے امگ کاٹ کر انہیں مار رہے ہیں، وہ سب اسی بر گینہ سر بلہڑا کے تربیت یافتہ ہیں۔ یہ سب ایسیں ہی اور بوارے کپ سے تربیت یافتہ ہیں۔"

اس نے اس کپ سے حلق ایسے ایسے روح فرمادا قاتا اسے ننانے تھے کہ اب طاہر کو گھنی آنے لگی تھی۔

اپنی بات تکمیل کر کے وہ اہمیت سے اس کے پہلو میں سورج دکری پر بیٹھ گیا۔

○ ○ ○

اپا ایک ہی کرفی صاحب کفرے ہو گئے۔

"تمہیں تمہارے ایک ساتھی سلم کے ساتھ اس کپ میں لاٹھ کیا جا رہا ہے۔ تمہارا یہ ساتھی جو تھوڑی در بعد جھیں نٹے والا ہے، تمہاری طرح اپنے اسے جس طلاق اور بجا رہے۔ طاہر نے اس کپ کو باہر کر کے رکھ دیا۔ اسے جس نہ کرو۔ لیکن ایک طریقہ ہے، جس کو بشت جواب دیجئے کا۔ اسے تاہم کامیابی کی طریقہ ہے کہ تم اپنی اقویٰ سماں ای اور سالیت کے شکوں کا آخری حصہ تھاپ کرتے ہیں۔ اسی وقت تک جب تک کہ ہماری براہی کا خواب دیکھنے والوں کو تم بہادر کر کے کرکدیں۔"

انہوں نے اپنی بات کہ کہ جواب طلب ظروں سے اس کی طرف رکھا۔

"میں تیار ہوں سر۔"

طاہر نے ایک لمحہ تھاٹ کیے پھر بڑے مضبوط اور پر اعتماد لجھ میں جواب دیا۔ کرفی صاحب نے تمیں آمنہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور آگے بڑے کاے میں سے لگایا۔

"محجم سے بی بی امید تھی ہیتا۔ میں جانتا ہوں جیسیں جنم میں جھوکنے والی بات ہے، لیکن کسی نہ کسی کو اس آگ کا ایجاد من بنانا ہی ہے۔ تب ہی یا آگ خٹکی ہوگی۔ جب ہی یا آگ بچ جو

"بئے گی۔"

انہوں نے الگ ہوتے ہوئے کہا۔

ایک مردجہ بھروسی ستر آفیر اس کے ذمہ میں پیدا ہونے والے مختلف خدشات اور

سوالات کے جوابات دے رہا تھا۔

اور اٹھا میں کیٹھن صاحب نے کمرے میں واپس ہو کر شاید کسی نے مہمان کی آمد کی اخلاقی رنگ تھی۔

کرفی صاحب نے اپناتھ میں سر بیٹایا۔

اور.....

دوسرے ہی لمحے سلم کر اتا ہوا کیٹھن صاحب کی محنت میں اندر واپس ہوا۔

طاہر نے پہلی ہی نظر میں اسے بیکھان لایا تھا۔

"یہ تو عابد ہے۔"

قریب ایک سال پہلے دنوں بھارت یہی میں ایک مشن کے دروازے ایک دوسرے میں

تھے تب اس کا نام عابد تھا۔

لیکن

اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔

تب اس کا نام بھی جھاس تھا۔

یہاں تاہم توہر دوسرے دروز پہل جاتے تھے۔ بھی بھی انہیں اپنا اعلیٰ نام بھی اس پر درج میں بھول جایا کرنا تھا۔

بہر حال اب انہیں ایک دوسرے کو طاہر اور سلم کے نام سے ہی شناخت کرنا تھا۔

سلیم نے بڑی گریجوٹی سے اس سے معافیت کیا اور دنوں یہ ایک دوسرے کی طرف

دیکھ کر کسرا رہے تھے۔

"امید ہے تم دنوں بھائی کی طرح مستقبل میں بھی بہترین دوست ٹاہب ہو گے۔"

کرفی صاحب نے ان کی سکراہیوں میں حصہ ٹالا۔

"بیوں نہیں سر۔"

دلوں نے ایک درسے کے باہم پر ہاتھ مار کر اپنے ٹھوٹیں انداز میں کپڑے
میں اس وقت تھیں موجود تھے۔ باقی لوگ بہرچلے گئے تھے۔ کل صاحب اور ان دلوں کے
سامنے چائے کی پیالیاں وہری تھیں اور سیم اسے تباہ تھا کہ وہ طاہر کوکس (Cover) کے ساتھ
ایسیں ایسیں بیکے اس لڑکے لے جانے میں کامیاب ہوا۔

○ ○ ○

طاہر جانتا تھا جس طرح بھارتی اٹلی ٹھیں نے اپنے ڈبل ایجینٹوں کا جال پہاڑ بچا
رکھا ہے اس طرح یہ لوگ ہمیں دھن کی چاولوں سے باخبر ہے کہ لیے اپنے ایجینٹوں کو بھارتی اٹلی
ٹھیں میں داخل رہ رہے تھے۔

سلیم نے دو سال کی محنت شاد کے بعد نی کا اجتماع دھاٹل کر لیا تھا کہ اب اسے
اپنے ملک سے رکروٹ بھرتی کر کے بھارتی کمپیونیکٹ پہچانے کی ایجاد میں گئی تھی۔ اس نے
ایس ایس بی ایک "را" کی ذریعے رسانی حاصل کی تھی اور ایک ڈبل دھن سائی ٹھیک کی رکھتے
حاصل کرنے کے بعد اس کے سرگرمیوں کی حیثیت سے اپنے آپ کو تحریف کر دیا تھا۔
یہ بڑی جان جو کھوں کا کام تھا۔
اس کمپلیٹ میں دھن کو معمولی سائیک گزرنے کا مطلب ہے موت کے اور پچھتہ تھا۔

طاہر اس کے عکسی کا اداک رکھتا تھا۔

گوکران کا کام یہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندگی برکرنا تھا۔ اور وہ ہر
لٹکوار کی دھار پر ہی چلا کر رہے تھے۔
لیکن.....

یہاں کم از کم ایس دھن کے باخبر ہونے کی صورت میں ہلا گئے کے یہاں موقع تو
حاصل تھے جب کہ "ڈبل ایجینٹ" کے محل میں ایسا نہیں تھا۔
وہاں تو وہ ہر چند دھن کی گرفت میں ہوتے تھے۔
معمولی ٹھک گزرنے پر ایس بے نام موت میں ہوتی تھی۔
خوبی کاری کے ان ترقیتی مرائز میں چائے والے کسی بھی گروپ کے کمل نوجوان
خوش چشمی سے ہی لوٹا کر رہے تھے۔

غمونا ان میں ایک آدھ کی پھروسرو مار دیا جاتا تھا۔
اس طرح وہ لوگ دوسرے مقاصد حاصل کرتے تھے۔ با اوقات وہ کسی ٹھک کے بعد
مخفی زرخیز ایجینٹوں پر دباؤ بڑھانے کے لیے ان کے ایک ساتھی کو ان کی نظریوں کے ساتھ
اویتیں دے دے کر اس لیے ٹھاک کر دیا کرتے تھے کہ وہ فرار یا یادگاری کی صورت میں اپنے انجام
ذورتے رہیں اور آنکھیں بند کر کے اپنے آؤں کے احکامات کی قیل کرتے رہیں۔

جب کہ وہری طرف مرنے والے کے ساتھی اس لیے مطمئن رہے تھے کہ ان کے
ٹھوٹیں میں اب کوئی تحریر باقی نہیں رہا۔
وہ خود اپنے کسی بھی ساتھی پر معمولی سائیک گزرنے پر اسے موت کے گھنات اتنا دیا
کرتے تھے تاکہ سب لوگ مخنوٹاریں۔

چبے اور ملی کے اس محل کو بھارتی اٹلی ہنس بڑی کامیابی سے کھیل رہی تھی۔
سلیم نے ان لوگوں کا اتحاد حاصل کر لیا تھا کیونکہ ان کے احکامات پر وہ اپنے ایک "و
"کامیاب دھماکے" کر پکا تھا۔

ایسا لگتا ہے کہ یہ دھماکے خود ساختہ تھے۔

لیکن.....

کمال یہ تھا کہ بھارتی اٹلی ہنس نے نہ دیک وہ اس کی کامیاب ترین کارروائیاں تھیں
جن کے بعد بھی ان کی مرثی کے طبقی میں برآمد ہوئے تھے۔
اس نے طاہر کا ناجائز تعارف ایک مفتراء شہری مٹوٹ نہ لیڈر کی حیثیت سے کر دیا
تمام اپنے آتا ہو کر جانتا تھا کہ اس نے طاہر کو اپنی گرفت میں لایا ہے۔

اور.....

اب وہ اس کے ہمپر کوئی میں چلا جاگ لگانے سے بھی درجی نہیں کرے گا۔
اس نے طاہر کو ناجائز تعارف اتفاق کی آگ میں بھلیے ایک بھائی کی حیثیت سے کر دیا
تمام اپنے ٹک کی ایڈنٹیٹشن کو تباہ کرنے پر طاہر اور اپنے اتفاق کے چک میں سب کچھ جلا کر
راکھ کر دیئے کا عزم رکھتا تھا۔
کمال بھائی کو اس نے طاہر کا تعارف اتفاق پر عاجز ہا کر دیا تھا کہ اس نے فوراً ای

ظاہر کی بھرتی کے لیے اسے اور کے عکل دے یا تھا۔

اور.....

سلم نے اس ڈارے میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے کوئی سر جیس چھوڑی تھی۔
اس نے کریں بھایہ کی وقوع سے زیادہ ایلو اُنس کی ڈیماٹ کر دی تھی جس سے کریں کا لین بنیت ہر چیز پر
ہو گیا تھا۔

"جیس کی پرواعت کرتا۔ جیس اور جناب میں تین چار کام کے لواٹے چاہیں۔
یہ امطلب صحیح ہوتا تھا۔"

کریں نے اس کے سامنے اپنے پتوں کا جیب بول دکرتے ہوئے کہا۔
سلم اس وارنگ کا مطلب بہت اچھی طرح سمجھتا تھا۔

اس نے دل ہی دل میں ایک بڑی سی کالی کریں کوئی اور خون کے گھوٹ پی کر دی۔

"سر ایں یہ احتاط آؤ ہوں۔ ابھی تک یہرے پیچے رہنے کا راز ہی می ہے۔ میں
آنچ سک کوئی بھرتی نہیں کیا۔ اب بھی بہت سوچ کر اور دیکھ مہال کریں۔ تم میں ہاتھ
ڈالا ہے۔ سر! آپ کو ہر ادے رہا ہوں۔ آج تک ایسا سارا کسی ماں نے نہیں جتا۔ ساے نے
ایک ہی مقابلے میں تین پولیس والے مار دیے تھے۔ لیں اس کی ایک قی کر دی ہے پیر، اسے
بیہرے چاہیے ہوتا اور شراب سے تو یوں بھاگتا ہے کہ بس پکھنے پوچھتے۔"

اس نے کریں بھایہ کو اپنی بیب زبانی سے بلا خدا جھی طرح شستے میں اسرا ریا تھا۔ اس
فیش دہ ماہر تھا۔

کریں بھایہ کا اشتیاق اس نے اخاذہ حاصل کیا کہ اب وہ سلم سے تقاضا کر رہا تھا کہ وہ بھتی
جلد مکن ہو اسے بھارت لے آئے۔

کریں بھایہ کو پنجاب میں ایسے تین چار لڑکوں کی اندھر درست تھی۔ اکر وہ دو تین
کامیاب دھماکے اور جناب تو اس کے کندھوں پر ریگنے تھے کہ شارگھ سے کوئی نہیں روک،
سکتا تھا۔

اگر ملہرہ اچھے گھے کو ان لوگوں نے بر گینہ تیر کھا دیا ہے تو اسے کیوں نہیں۔ وہ
بہر حال ملہرہ اسے زیادہ اچھی کارکردگی کا رنگ اڑ رکھتا تھا۔ تم بالائے تم کتاب اسے اس کے پ

میں بھی ملہرہ اس کے ڈینی کی حیثیت سے خدمات انجام دیتا تھا۔

"آل رائیںٹ ملہرہ۔ دیکھوں گا جیسیں بھی"

اس نے دل ہی دل میں کہا۔

"اور ہاں (This is between me and you) یہ مرغ میرے اور

تمہارے درمیان ہے۔"

اچاک ہی وہ سلم سے سر گوشی میں فناٹ ہوا۔

"سر! آپ بالکل مطمئن رہیں۔ میں بر گینہ تیر صاحب کو اس کی ہوا سکن نہیں لکھے
دیں گا۔" اس نے کریں بھایہ کا عندیہ بھانپ لیا تھا۔

"ویل۔ ایک کوئی بات نہیں ہے جنک میں انہیں سر پر ایز، دینا پا ہتا ہوں۔"
کریں نے تھنی ہون گوں کے پیچھے دیا تو ان کی نمائش کی۔

وہ کم از کم قیود کر گئیں چاہتا تھا کہ اس دو لگے کے سکے کو بھارتی فوج کے دو افسران کی
محاصراں چھٹک کا احساس بھی ہونے پائے۔

"As you wish" (جیسی آپ کی خواہش جناب۔)

سلم نے چاہیے کی اندمازی میں دانت دکھل دی۔

کریں نے اسے اس مرتبہ بطور خاص اپنے اثر سے دیا تھا اور رو گئی پر اس کی ڈیماٹ کر دو

کھلی قم اسے نقدی کی صورت میں حمایتی تھی۔ حالانکہ یہاں اصول سیکھ تھا کہ آدمیوں اور اس

اور ادھی قم کام ہونے کے بعدی جانی تھیں۔

کریں بھایہ نے اس سے بے پناہ اسیدیں دیست کر لی تھیں اور اب تمام اصول و
خواہد جنمیں جھوٹ کر اس کو خوش کرنے پر تھا ہوا تھا۔ یوں بھی ان کے پاس لائے کے لیے

خاصی رقم موجود تھی۔

○ ○ ○

وہ زندہ کے لیے طاہر کا ہام پیلے ہی سے بھارتی تو نصیلت میں بھتی چاکا تھا۔

لیکن

ان کا دو زندہ مسیوں کے مطابق ہی لگا تھا۔ عام لوگوں کی طرح انہیں بھی قفار میں لگ کر

دودان کی مصروفیات اور اس کے مکان مقامات جہاں ملاقات گھن تھیں دریافت کئے تھے۔
اور.....

سلیم جو اس سارے محل کے داؤچیں سیکھنے کے بعد میدان میں اتر اتحاد اس کا مطلب
اپنی طرح بھی گیا تھا۔

اس نے ملی فون پر اپنے تمدن چارا یے مکانے ملکا نے بتائے تھے جہاں ملحتاق اور اس کی
ملاتاں کی صورت میں دونوں کی محل گمراہی آسانی سے کی جائے۔

اور.....

بھی ہوا۔

محتاق کو اس بات کی خبر نہ ہو سکی کہ وہ جس فون جبرا پر سلیم سے بات کر رہا تھا وہ خبر بھی
”مج“ تھا۔

سلیم نے اسے پانچ منٹ تک اپنے ساتھ گھنکوں میں الجھائے رکھا تھا اور اس دودان
اس چکر کی نشاندہی ہو چکی تھی جہاں سے ملحتاق اسے فون کر رہا تھا۔
یہ شہر کی ماڑوں کا کالوں کا ایک بیکھر تھا جو ایک بیکھر کا مکن تھا۔ اس طرح ڈشن کا
ایک اندھا گھکا نہ پاکستان اُٹھا جس کی نظر وہ میں آپ کا تھا۔

○ ○ ○

اس روز بھی ملحتاق اپنی رانست میں سلم سے اپاک ہی نکلایا تھا جس کے علم نہ ہوا کا
کہ اس کے پیاس و پیچے عک کی محل قلم ہمیں ہنچکی تھی اور دو دوں کے درمیان ہونے والی گھنکوں کا
ایک ایک لفظ سلم کے کوت کی جیب میں چھپے پھونٹے سے شپر لیکارڈ پر رکارڈ ہو چکا تھا۔
ملحتاق کی پہاڑی پر اس نے طاہر کو فون کر کے اسے کہنے پر طلب کر لیا تھا جسے سلم نے
اپنے ایک دوست کی لکیت بتاتے ہوئے کہا تھا کہ دودان کا مشترک حصہ بھی گز ارتا ہے۔ ملحتاق کو تم
نہ ہو سکا کہ وہ اُٹھا جس کا ایک ”سیف ہاؤس“ تھا جسے وہ لوگ بلور ”آر۔ وی“ (دو اینجنسیوں کی
ملاتاں کی جگہ) استعمال کیا کرتے تھے۔

طاہر فون ملے کے بعد مناسب و قرق سے دیاں پہنچ گیا اور اس نے اپنے انداز اور حوار
سے ملحتاق کو ضرورت سے زیادہ اُٹی ملتاڑ کر دیا تھا۔

و دھکے کھانے پڑے تھے۔ دوسری طرف سے یہ ضروری بھی گیا تھا۔

جس روز دیجے گلوں اک طاہر اور سلم و دیپس لوئے اُنگلی ہی روز سلم کو ”را“ کی طرف سے
پہنچاں گیا کہ ملحتاق ناٹی نہ جوان ان کی ملاقات کو آرہا ہے جس سے طاہر کو ملنا ضروری ہے کیونکہ
اُنی نے سفر کا بندوبست کرنا تھا۔

اس طرح ملحتاق ان سے آئے۔

ملحتاق کی ملاقات سے ملچھی بھک اس کی محل گمراہی کی پاری تھی اور دشمن ایک
دشت گرد کی شاختہ ہوئے کے پا و جو دو لوگ اسے گفتار کیں کر کے تھے گھر اس محل کے حوالے
دیتا کے تمام محلیوں سے ٹرالے تھے۔

یہاں پاہشاہ کو مات دینے کے لیے دو تین ہمراہ مجموع کی بات بھی جائی
تھی۔

سلم کے ذریعے اب تک دشمن کے چہارہ انجمن اس ملک میں ایک پورہ ہو چکے تھے۔

ان سب پر پاکستان اُٹھا جس نے کمزی نظر کی ہوئی تھی۔ ان کے خلاف ضرورت کے مطابق
مناسب کارروائی بھی کی گئی تھی۔

لیکن.....

کسی ایک مرٹل پر بھی ”را“ کو اس بات کا احساس نہیں ہونے پا یا تھا کہ ان کی مفہوم
میں کوئی ذہل انجمن نہیں آیا ہے۔

کوئی ایسا گھر کا بھیدی جو وقت آنے پر ان کی لکھاڑا حانے کی طاقت رکھتا ہے۔ ملحتاق
نے اپنی رانست میں طاہر سے مغلیخ مکمل تیشیں کی تھی۔ وہ شاید یہاں کا مقامی سپانی ماستر تھا۔
ملحتاق اپنی رانست میں اپاک ہی ان سے گلیا تھا۔

لیکن.....

وہ جسیں چاہتا تھا کہ یہ لوگ اس کی تھقات سے بڑھ کر سارث تھے۔ ”را“ نے اپنے
مقامی سپانی ماستر اور اینجنسیوں کو پاکستان اُٹھا جس کی نظر وہ سے چھانے کا طاہر بہت ذلیل پروف
ٹائم بنا رکھا تھا۔

ملحتاق نے سلم سے ملاقات کا کوئی وقت یا مقام ملے نہیں کیا تھا۔ صرف اسی سے اگلے

مختار نے اس سے متعلق وہی رپورٹ کر لیا جو کوئی تھی جو اس سے پہلے سلمہ دے
چکا تھا۔

اور.....

کرشمہ بھائی نے خوشی سے پھولے نہ ساتھ ہوئے طاہر کو بڑے احترام اور عزت سے
بھارت پہنچانے کی تھی۔

مختار کو یہ علم نہیں تھا کہ پاکستان اپنی جس سے متعلق "ماز" (دھن) سے متعلق
معلومات حاصل ہو جانا کریکی ہے اور مستقبل میں اسے بطور کنفیڈن (دھن کی مخفیں میں غلط
اطاعتات پہنچا کر انتشار پیدا کرنے والے ایجنس) کے کاردار کے لیے بھی منصب کیا جا چکا ہے۔

یہ کام پاکستان اپنی جس سے متعلق کو جواب ان کا "محکم" بن چکا تھا لامر رکھ کر
انچاہم دینا تھا۔

تمیرے روز مختار کی طرف سے انہیں تیاری اور روائی کا سکھل مل گیا۔ لکھ انہوں
نے اکٹھے ہی فرمیدے۔

اور.....

مزید دو روز گزرنے کے بعد وہ تیس فرین کے ذریعے دوسرے سیکھوں مسافروں
کے ساتھ بھارت کی طرف عازم مزرتے۔

دھنیں سے فرین میں بیٹھے تھک کوئی غیر معمولی بات نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے تمام
معاشرات معمول کے مطابق ملے کے تھے۔ قلی سے کشمکش ہر جگہ اس طرح رشت دی تھی۔ جس
طرح فرین کے باقی مسافر دیتے رہے تھے۔

بیان سے دھلی کا سفر تکادیتے والا تھا۔
لکھن

وہ اس سے پہلی گھنٹوں اسے کام اتر جیا۔ اسی دوسری فرین پہلی تھی اور ان کے
استقبال کی تیاری ہو چکی تھی اور دوسرے مسافروں کے بر عکس وہ فرشت کا اس سے سفر کر رہے
تھے۔ ان کا تم سفر کوئی مقابی مخفی نہیں تھا۔ بس امر تر کے رحلے دھنیں پر ایک سردار صاحب
مختار کے ہاتھ میں تن لکھ تھا کر پہلی دینے تھے۔ انہوں نے زبان سے کچھ کہنے کا تکلف بھی

نہیں کیا تھا۔

البتداء مختار نے رحلے دھنیں سے دھلی کے ایک نیلی فون تمبر پر رابطہ کر کے کچھ
معلومات اپنے سفر سے متعلق حاصل کی تھیں اور اپنے الگان کا اپنی آمد سے بھی مطلع کر دیا تھا۔

○ ○ ○

"یارا بھی سوچا جاؤ۔ کیوں اپنی نیند کے ساتھ ہماری نیند بھی خواب کر رہے ہو۔"

علیٰ اقصیٰ سے چار پائی پر پاؤں لٹکائے بیٹھے دیکھ کر سلیم نے اپنے بستر سے گردن گھما کر
اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور سچھ آنکھیں موند لیں۔
انہیں اس نے بھکل کر دوت ہی بدلتی تھی کہ دروازے پر بڑی شریکاں دستک سنائی دی۔
طاہر نے انہیں کر دروازہ کھولا۔

اور.....

دوسرا سے ہی لئے قریباً سان ہو گر رہ گیا۔

یوں جیسے اس پر کسی نے اچاک سحر پھوپھک دیا ہو۔
دروازے کے سامنے کامی اگر وال کمزی تھی۔

لکھن

اس کے جسم پر کچھ نہ ہونے کے لیے رہا تھے۔
شارش اور بکھی میں شاید وہ دروڑ کرتی اس طرف آئی تھی اور بیان سے بھر سو ہنگ
کے لیے جانے والی تھی۔

"آئی ایم سوری! میں آپ کو بہاہ بھول گئی لہذا ج سے آپ بیان کے دلکشاں کا حصہ
ہیں چکے ہیں۔ انہی چند منٹ میں بیٹھلی آئے گی جس کے پندرہ منٹ بعد آپ کو وہ سامنے والی
ذریل گراڈ ٹھیں جانا ہے۔"

اس نے ہاتھ کی انگلی کی سامنے نظر آنے والی ایک گراڈ ٹھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
کہا۔

"مکر یہ۔"

طاہر نے تھوک گل کر کیا۔

اس کے لیے کامنی اگر وال کا اس طرح اپاک سانے آ جو بکلا دینے کے لیے کافی تھا
چین۔ اسے خود کو شریف نہ کہن بلکہ لیا افچھا اور بد محسان ثابت کرنا تھا۔

ایسا بد محسان جس نے بظاہر شرافت کا لامہ اور اولاد رکھا تھا اور جس کے لیے اس طرح
شہزادوں کے ساتھ یہ ماحول میں ملاقات کرنا کوئی اچھے کی بات نہیں تھی۔ اس نے اپنی دامت
میں خود کو چند سیکنڈ کے بعد حوال کر لیا تھا۔

چین۔ کامنی کے اچاک سانے آنے پر اس کے چہرے کا رنگ ایک لمحے کے لیے
بیٹھے اپاک بدل گیا تھا۔ وہ لیفٹ "را" کی مستحکم ایجنت ہنڈر (ایکنون کو محترم کرنے اور
تریتی دے کر ان سے کام لیتے والی) کامنی اگر وال کی عقليٰ لگاؤں سے چھپ نہیں سکتی تھی۔
ائس اپنی بی کے اس افسر میں موجود افسر کم خصوصی طور میں مہارت رکھا تھا۔ اپنے
اپنے کام میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ایجنت کی افسانی صورت حال سے ہے چو کے
اور باخبر رہے تھے۔

ان کی ایک لمحے کی حرکات دکنات کو "ماہنگر" کرنا ان کے فرائض میں شامل تھا۔
یہاں کا افسر کم اپنے زیر تربیت ایجنت سے متعلق اپنی روزانی رپورٹ لکھا کرتا تھا
جس میں بطور غاصی ہے تابا جاتا تھا کہ متعلق ایجنت کا آج کاروبار کے سارے
اُس سے تعلق ایجنت کے ذہن میں پیدا ہونے والا معمولی سائکل بھی اس ایجنت کی
موت کا پیارہ بن ملکا تھا۔

ان افسر کمروں کو اس بات کا بھی علم تھا کہ اس اوقات زیر تربیت ایجنتوں کے بھیں میں
ان کے اپنے افسران بھی شامل ہوتے تھے اس طرح ان پر "کاؤنٹری چیک" رکھ کر ان کی کار کردگی
بھی مانیز کی جاتی تھی۔ اس کے لیے وہ بہت ممتاز اور چو کرنے بچتے تھے۔
کامنی اگر وال نے البتہ بھی ملاقات میں طاہر کے چہرے پر اپاک آئے والی
گھر ایجنت کی لہر کو جانے کیوں نظر انداز کر دیا تھا۔

اس نے جان بوجھ کر اس کا ذکر اپنی روزانی کی رپورٹ میں نہیں کیا تھا حالانکہ اس نے
ان تین ایجنتوں کو بیوکیا تھا اور اب ان کے کووس کے اختتام تک ان کی بیوی بانی اور گرفتاری کے
عمل فرائض اس نے انجام دینے تھے۔

تجانے کیوں اسے پہلی ہی ملاقات کے بعد ظاہر باتی دنوں سے الگ تھا اور پھر
مجیب سادھانی دیا تھا۔

چین۔

اُسے خود حیرت ہو رہی تھی اس نے ابھی تک اس سے تعلق اپنے ذہن میں آئے
والے ان خیالات کو اپنے بیمار کس کے ساتھ اپنی ٹیکلی روپرٹ میں کیوں درج نہیں کیا۔

"ہے اس شہر و کوئی خاص بات۔"

کامنی اگر وال نے زیر بکپ کا اور سکر اتی ہوئی داہمی تھی۔

جس وہ آدھا گھنٹہ تھا اسکی کی عادی تھی۔

اس کی فٹ اس کا بھی راز تھا۔

وہ "بڑا رکھ پے" سے گذشتہ ڈیہ سال سے واہستہ تھی۔ اس دوران درجنوں دوست
گروہوں کو اس نے اپنے بھتوں سے درجے ہا کر دیا ہے ان کے مالک کی مردوں پر دھکیلا تھا۔

ضور دوست پر نے پر ان زیر تربیت ایجنتوں کی ہر جا زندگانی خواہ ہم پورا کرنا اس کے فرائض حصی
میں شامل تھا۔ بسا اوقات اسے اپنا آپ انہیں پڑھ کرنا چاہتا تھا، لیکن کامنی حیرت انکی طور پر
درجنوں سے تعلق تھی۔ یہ اس کی ڈیہی تھی۔ اس کی نہایت اور اسی ایقامتیں بھی تھیں۔ درجنی
لارکیاں اس بات پر فخر کریں تھیں کہ ان کے ساتھ ایک رات بر کرنے والے دوست گروہوں نے
یہاں سے واپس جانے پر جانکاری کی تھی اور "بھینی" کی قاتلوں میں اس کے بھرپور تھے جاتے تھے۔

ایس اس کی تو قیمت بھی تھی اور "بھینی" کی قاتلوں میں اس کے بھرپور تھے جاتے تھے۔
ائس اپنی بی کے اس جاہا کاری مرکز پر یوں تو اور اس امثلی جنس کا کٹرول تھا تھا
یہاں تعلق ایجنتوں کے اعلیٰ دنماخوں کو ڈیکھیں پہنچانا تھا اور پیش افسر کمروں "را" کے فراہم
کر دے تھے جن میں کامنی اگر وال بھی شامل تھی۔

○ ○ ○

مجھ کا آغاز کامنی اگر وال کے کئنے کے مطابق پر یہ سے ہوا تھا۔ انہیں حجم کو پھر کس
رکھنے کی ورزشیں کروائی جا رہی تھیں۔ یہ بیانی تھا جس میں ان جیسے میں اور جو ان موجود تھے جن
میں سے زیادہ کا تعلق سری رکا سے تھا۔ ظاہر نے دہیں اندازہ کر لیا تھا کہ یہ دہال ہیں جنہیں

بھارتی اٹلی جنگ تھیت دے کر ان کے ملک میں بھل دیتی ہے۔

اسے جیت ہو رہی تھی کہ بظاہر بھارتی حکومت نے نال ناچیز سے بلندگی احتیار کی
ہوئی ہے اور ان کے خلاف سری نانگا گورنمنٹ کی مدد کر رہے ہیں لیکن اندر خانے کے پنج اور محاذات
پنج رہے تھے۔ پھر اسے خود ہی اپنے سوالات کے جوابات بھی ملتے چلے گئے اور اسے کچھ آئنی کر
ان کا دادا سطہ نیا کی منافی ترین قوم سے ہے جس کا ایک یہ اصول ہے کہ اس کا کوئی اصول نہیں۔

امگی سخ کر قل بھایا نے اس سے براہ راست ملاقات نہیں کی تھی، لیکن وہ کامی
اگر وال کے ساتھ پریمی گراڈٹ کے کوتے میں بھی ایک بلندگی پر بالکل میں آنکھوں پر دریں
جائے طاہر کو کوئی سکے بیٹھا تھا۔ اس کی جانیدہ نظرؤں نے جلدی اندازہ لالی تھا کہ سلمی نے
اس سے مغلق جو کچھ تباہ کا تھا اور اس سے کچھ زیادہ تھی تاہم بھایا کی پہاڑت پر آج
انسر کرنے چاہو جو کچھ خفت ہم کی دریں مخفی کی تھیں اور جرس اگنیہ طوار پر پندرہ میں ہٹ
بعد جب ایک ایک کر کے تھے آنے والے لارکے سچ کر ایک طرف میچنچے تھے طاہر اپنی جگ
 موجود تھا۔

انسر کرنے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

”تم کانے کھیلے ہو؟“

اس نے اچاک ہی سوال کر دیا۔

”لیں سر ایں تھری ڈاں ہوں۔“

طاہر نے جس کا حسم پہنچے سے شریور تھا جواب دیا۔

”ہوں لں۔“

انسر کرنے میں بھی بھرپوروں سے اس کی طرف ریکھا اور واپس ہو گئی۔ لیکن
اچاک ہی وہ پٹنا اور اس نے اپنی داشتی میں طاہر کو بے شرپا کرنا اس پر زبردست ہاتھ
گھما گیا۔ اس کی واقعات کے بعد اس کا باہمی صرف ہوا میں گھوم کر گیا اور
اس سے پہلے کہ انسر کرنے سخت کر دوسرا حملہ کرنے طاہر نے اپنی جگہ سے جست لگائی اور بھلک تین
سیکنڈ میں انسر کرنے سخت پاٹ دیا تھا۔ یہ صرف مدافعتی ایکش تھا۔
امگی اس نے جلدی بھی کیا تھا۔ انسر کرنے سختے سے کوئاں ہوا خفا اور اس نے ہوائیں

اچل کر اپنی دلوں ہائیگیمی طاہر کے بینے پارنے کی کوشش کی۔ یہ اگل بات ہے کہ اس سرتہ پھر
اسے ہے کامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ اگل قدم اٹھائے اچاک نے اسے اپنی پشت پر
تالیوں کی آواز سناتی دی۔

”ولی ڈاں۔“

ایک بھاری بھر کم اواز نے کہا۔ طاہر بھلی کی تجزی سے الحکم اہوا۔ اس کی پشت پر
کامی اگر وال اور کرشم بھایا کھڑے تھے۔

”ولی ڈاں بھائے۔ ولی ڈاں۔“ کرشم بھایا نے اس کی پشت چھپتاں سانسر کرنے اس
کی ٹھل پر نظر پڑتے ہی مذوب ہو گیا تھا۔ ”یرے ساتھ آؤ۔“
اس نے بے کلفی سے طاہر کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کی تعریف کرتا سے اپنے دفتر کمک لے
آیا۔ کامی اگر وال ان کے پیچے پیچے جل رہی تھی۔ طاہر نے اسے بھرت کر دیا تھا۔ وہ ضرورت
سے زیادہ تھی جو انہوں نے اپنے کمرے میں پہنچ کر سامنے آ رام دہ کری کی
”تھری پھر بھل۔“ کرشم بھایا نے اپنے کمرے میں پہنچ کر سامنے آ رام دہ کری کی
طرف اشارہ کیا۔

”ھریے۔“ کہ کرو وہ بھو گیا۔

”بھی وہ کمال کے آؤ ہو۔“ اپنی بھی اسیم نے کہا دیا تھی پاپا۔“

کرشم بھایا نے اپنی بھی وہ چھوٹوں کے پیچے سے جھاگتے ہوئے کہا۔

”تھیک یوسر۔“ طاہر نے اخساری کا مظاہرہ کیا۔ ”مس کامی اگر وال سے تو مل پچھے ہو
سکتے؟“

اس نے اپنے ساتھ مذوب کھڑی کامی کی طرف اشارہ کیا۔ طاہر نے اپناتھ میں گردان
بلادی۔

”مگر۔ مجھے تم ہی نے جو انوں ہی کی ضرورت ہے۔“ مژہ طاہر! اگر تم چاہو تو اپنی حکومت
کو ناکوں پنچھے پاکتے ہو۔ اپنی ایک ایک بھروسی کا انتقام لے سکتے ہو۔“

اس نے رنگ ریا سبتوں طاہر کے سامنے ہو رہا۔

”سر ایں انکی جاؤ کر دوں گا۔“ بڑا کر دوں گا۔ میں ایک ایک سے بدل لوں گا۔“

اس نے بظاہر غصے سے بچنے کا رتے ہوئے کہا۔

"بھرے ڈیال سے بریک فاست ہم اسکے ہی کریں۔"

کرٹ بھاری نے کامی اگروال کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اویس سر۔ کیوں نہیں سر۔"

کامی نے کہا اور.....

بڑھلگنی۔ شاید بریک فاست کا بند و سست کرنے کی تھی۔ کرٹ جاہی نے اس درواز

پرے مخصوص انداز میں ظاہر کے درے سے اس کی کہانی سننا چاہی تھی۔ اور..... ظاہر نے وہ کوئی سلووی اسے لفڑا بلطفاً دہرا دی جو وہ اس سے پہلے سلم کی زبانی سن چکا تھا۔ اس کے لیے بڑی درود سکو اس سلووی تیار کی تھی۔ اس کا "بیک شاپ" (جاؤں جب خود ساخت کہانی ساتھ ہیں تو اقتدار میں موجود کیر کش کا محل ہائی وڈٹا) کے اس کی محل میں خوب کوہہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اس میں پلور خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ جان کا بیک شاپ ہوا اس سے حلقوں کوں اور اقامتی لئی اپنی ہوئی چاہیے ورنہ وہ کسی بھی مرطے پر پڑے جائے ہیں کیونکہ جناب اعلیٰ ہیں اسے چیک کرتی ہے) شاندار تھا۔

اس نے خود کو پاکستان کی، ایک نام نہاد و دشت گرد طباہ تھیم کے مفرود بیری کیتیت سے معارض کروایا تھا جو بظاہر مفرور رہیں اس میں پاکستانی اعلیٰ ہیں کے قبیلے میں تھا اور وہاں اس بات کے محل انتقامات موجود تھے کہ اس سے حلقوں اکتوبر ای پرے واقعی وی طیہ بہان سمجھا جائے۔ جس کی اتفاق سے بھی پرنس میں کوئی تصویر نہیں پہنچی تھی۔ اور اب اس کی تصویر ملنے کے امکانات نہ ہونے کے پر ارتھ۔

"مگر جنگل میں ایسا ایک بہت درج کیں رچا جائے گا۔ جیسیں ہبہ جلد، دونوں میں، چند دنوں میں، دس پہنچ دنوں میں اپنا کام کر کے وہاں سے گل جانا ہے۔ میں نکن ہے کہ اس تھیم کا کوئی اوپر سلووی اسیں بیک کے ہاتھ جلک جائے اور تم ایک پیدا زو جو جاؤ۔"

اسے ساری کوئی سلووی بریک کرنے کے بعد کریں لے کیا تھا۔ "ایسا نہیں ہو گا سر۔ میں انشا اللہ اس سے پہلے عین اپنا کام کروں گا۔ آج تک اشنا تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل سے مجھے تاکہی کامنہیں دکھایا۔ اس تجھے بھی انشا اللہ ضرور کامیاب ہوں گا۔"

اس نے حسب معمول بڑے بیقین سے کہا تھا اور کرٹ صاحب کے دل نے گواہی دی تھی کہ اسی تھی ہو گا۔

ان کا اور طاہر کا گرشنہ چھ سال کا ساتھ تھا۔ اس درجنہ ان اس نے دو جو اہم مشن کے تھے اور ہر مشن میں کامیاب لونا تھا۔ انہیں امید تھی کہ تاریخ خود کو ضرور دہرائے گی۔ حالانکہ اس مرتبہ سے پہلے سڑاک سے گزرا تھا۔

اٹھ اٹھ بی بی نے بھی اپنی لفڑی نہیں کی تھی بھی اس کیس میں کرٹ بھاری نے بر گیندہ نئے ملبوہ ترہ کی ضدی کر دی۔

اس نے جان بوجہ کر طاہر کی قائل کو کافی بڑھل اور اپنے بھک بھدو رکھا تھا۔ ایسے اختیارات تو اسے حاصل تھے، لیکن..... آج تک اس کے کمی پیشہ نے ان اختیارات کو استعمال نہیں کیا تھا کیونکہ وہ ماحت کی جیشیت میں کوئی خطرہ مول نہیں لیا کرتے تھے اور ہر ایجنت کی قائل اپنے کٹاٹ کے سامنے ضرور جیش کیا کرتے تھے۔

بر گیندہ نئے ملبوہ ترہ کے سامنے نئے گرد پ کے نام گئے تو تھے اور ہاتھی ایجنتوں کے سامنے ساتھیم اس کا بائیخ نٹا۔ بھیج گیا تھا، لیکن..... باقی ایجنتوں کی طرح اس کی قائل نہیں آئی تھی۔

اس سے پہلے کوہہ کوہہ کی تھی تھی۔ بر گیندہ نئے ملبوہ ترہ کو طش تو بیٹت ایسا بیکن وہ کچھ کر کیں سکتا تھا۔ اس کا تعلق بھارت کی فرست آرمی کوہہ سے تھا اور وہ دون کامانہ وہ افسر کمر کملانا تھا۔ جب کہ کرٹ بھاری ملڑی اعلیٰ جن سے آیا تھا اور تو فیضی افسران ہونا۔ جیلی جن کے لوگوں سے کمی کر اکر گزر جایا کرتے تھے۔

○ ○ ○

اس نے خود کو یہ سوچ کر تسلی دے لی کہ ضرور اس میں کوئی مصلحت ہو گی اور یہ کرٹ بھاری کا ذائقی تھیں بلکہ جیسی لوڑ کا فیصلہ تھا۔ بر گیندہ نئے ملبوہ ترہ یہاں ایک سال کے لئے ڈیپیش پر آیا تھا لیکن اس کی کار کردگی کے وجہ نظر مزید چھ ماہ کے لیے اس کا قیام بڑھا دیا گیا تھا۔ وہ پروشش سو بھر تھا۔ اپنے کام سے کام بر کھے والا۔ بیکی اس کی ترقی کا راز تھا۔

لیکن.....

اگر اس بات کا علم ہوتا کہ اس کی شاندار کار کردگی اس کیپ میں اس کا قیام بڑھا

تحتی۔ ”کمال کا مارٹل آرٹس جانتے ہیں آپ۔ آپ نے۔“

”میں نے اپنے تک میں ایک جاپانی انٹرکرٹ سے سمجھا ہے۔ یہ ہماری شوق تھا جو بعد میں ضرورت ہن گیا۔ یہ حاسوس ہوتے پر کتاب بچھا دیتے مرد ایک جگہ رہنے ہے میں نے اس میں مبارکہ حاصل کی، لیکن کمال حاصل نہیں کیا۔ بس میں اپنے طور پر کچھ نہ بخ کرتا رہتا ہوں۔“

”اس نے کامنی کی بات کاٹ کر کہا۔
”اوہ وظیر قل۔“

کامنی نے فرمہ، حسین بنند کیا۔ دلوں اپنے کمرے کے زندیک بھی گئے تھے جہاں مشاق اور سالم اسی کے خطر تھے۔ دلوں کے لیے یہاں کے معمول کے مطابق ہاشم ان کے کر رے میں بھی کیا تھا۔ ان کے کروں کا انچارج پہلے ایک مودب بیرے کے ساتھ آ کر ان کی مریضی معلوم کر کے گیا تھا اور انگلی چدمت میں ان کی توقعات سے پہلے کر شامراہ اور پڑے ڈنگ کے سے ہیا گیا ہاشم ان کے لیے بھی چکا تھا۔ ابھی وہ اس سے قارئِ علی ہوئے تھے جب کامنی اور طاہر آگئے۔

ٹیکنے والی دل میں خدا کا شکردا کیا۔ اسے اب تک بھی ”ہر کا لقا کار“ کہیں جائیجی کو طاہر پر ٹھک نہ ہو گیا ہو کر کوئی طاہر کا اپنے کمرے میں لے جانا اس کے زندیک کوئی بھی ٹھونک نہیں تھا۔ اب سے بھاگنے کی تحریکی کوئی طاہر اس کی توقعات سے زیادہ تی کوئی بھی ہوتی تھی۔ اس نے تصرف کرنے پر بھی کوئی مطمئن کیا تھی بلکہ کامنی بھی اسی تھی میں ازاں لیا تھا۔ کامنی اس میں ساتھی کر کرے میں آگئی تھی۔

”دلوں نے کھڑے ہو کر اسے اخراج دیا تھا۔“

”بیشیں... بیشیں۔ یہاں ہم براہ رہیں۔ بس ذرا بیش کا معاملہ ہے تاں۔ میں ایسے تلفقات کی تاکنیں ہوں۔“

اس نے دلوں کو ٹھوک کے اشارے سے بیٹھنے کے لئے کہا۔ دلوں کو ہر زردہ سے بیٹھنے کے لئے کہا۔ اس کی نظریں کامنی اگر واں کے یہاں واٹل ہوتے کے بعد سے مسلسل اس کا طاف کر رہی تھیں۔ فریک سوت نے اس کے ساری جسمانی اسرار میاں کر دیئے تھے اور نہ چاہنے کے باوجود

دے گی تو وہ بھی شاندار کر کر دیگی کا مقابہ ہوند کرتا کیونکہ اسے یہ ماہول پسند نہیں آیا تھا۔ اس نے کماٹا نہ ذکر تھے پروردی تھی اور اسی اسی بیٹل کوارٹر میں ایک عرصہ باقاعدہ۔

خوبی کا را درہ ہشت گردیا کرنے کا حریض اسے پھر بھیں ہو رہا تھا۔ بر گینڈ سر ٹھوپڑہ کی ریڑا ترمنٹ میں ایک سال باقی رہ کیا تھا اور اس کی خوبی تھی کہ وہ بر گینڈ سر کی کماٹتے ہی ریڑا ترہ ہو، لیکن وہ بھی نہیں پہنچتا تھا کہ اس کے تین سالہ فوجی کیزے پر کوئی معمولی سادھی بھی ہلاکتی یا کام سے تیجے چاٹے کا لگ جائے۔ بھی بھی تھی کہ اس نے خوبکو ہمیشہ چوک رکھا تھا۔

کامنی اس مرتبہ ایک مودب بیٹرے کے ساتھ آئی تھی جو ایک رانی اور جیسا ہوا اور رام تھا۔ انہوں نے دہیں بیٹھ کر ناشا کیا۔ کامنی اس سے پکھنچا کہ کمال دے رہی تھی۔ شاید اس کی وجہ کرٹیں بھایا کی اس بیڑھی ہوئی تھی جو کیا پھر مارٹل آرٹس کا شاماعر مظاہر تھی رہی ہو گی۔ ”مس اگر واں مشرط طاہر ہوا راغب سہماں ہے۔ اس کا غاص خیال رکھنا۔“ اس نے چائے پیتے ہوئے کامنی کی طرف دیکھ کر ”خاص“ لفظ کو درجے چلاتے ہوئے اور اگر مار کر کیا تھا تو ”بھل کی تھی۔“ اور سر ایں نے مشرط طاہر کو کل رات ہی تباہی تھا۔ بھر سے لائن کوئی خدمت ہوتی تھیں حاضر ہوں۔ اور۔۔۔ اب آپ کا ٹھک بھی ہے تاں سر۔

طاہر خاتونہ سکردا دیا۔ ناشتے کے دوران اس نے طاہر سے فرمی ہوئے کہ ہر ٹھنک کوشش کری تھی تاکہ کرٹیں بھایا کو یقین دلا کے کہ اس نے کرٹ کے احکامات کی قیل ابھی سے شروع کر دی ہے۔

”آںل رہیں۔ تمہارا کورس آج طاری ہے نہ والا ہے۔ دش یو گلڈ ک۔“
”کرٹیں بھایا نے گھری کی طرف دیکھ کر اٹھتے ہوئے کہا۔ پس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اب پل جانا چاہیے۔“

”ٹھیک پور۔ ٹھیک پور قاروس کیلیٹ۔“
طاہر نے کھڑے ہو کر اس سے ہاتھ ملایا۔
اور۔۔۔
باہر کلکیا۔

کامنی اس کے تھاں میں باہر آگئی تھی۔ وہ طاہر سے فرمی جائے کہ کمال دے رہی

کر دہ کامیاب رہے ہیں۔ ”اچھا باراب بات مردم ہو آؤ۔ وقت کم ہے۔ سنا ہے وقت کی حقیقت
پاندی کی جاتی ہے۔“ سلیم نے طاہر کی طرف دیکھ کر کہا۔
”اوہ مجھے قیادتی نہیں رہا۔ یا زندگی میں کسی اس سالے وقت کو ہم نے اہمیت نہیں
دی۔“

اس نے جس خانے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ مشاق و دربارے بات مردم کی طرف جا
رہا تھا۔ اس کے ہمراں سے بُٹھے پر طاہر نے لمبا سائیں لے کر خود کو نالہ کیا۔ اور.....
اسے لیکن ہو چا تھا کہ یہ مصیحت ان کے لئے کہا رہے تھیں بن گئی۔ مشاق اور ان
کا پانچھنگ خوار لگتا تھا اور شاید اس کا استعمال ہی بیکی تھا کہ اسے ”بُواری کپ“ میں آنے والے
نے بُٹھوں کے درمیان چھوڑ کر ان کی کمپل چینگ کی جائے۔

بُھاری کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتے تھے۔ خوسما اس کپ میں جہاں دوست
گردی کی تعلیم ہرے اپنی اور جدید ترین بیانے پر دی جاتی تھی۔ آدھا گھنٹہ گزرتے ہی ان کے
کر سے کے ایک کونے میں الیکٹنیجٹ بیجے گئی۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ دو فراپر پیٹ گروہ میں
کچھیں۔ پر پیٹ گروہ میں تینوں ایکٹھے ہی پہنچتے۔ کیچھیں پوسوال ان کا مخترع تھا، جس کے ساتھ
کاشی اگر والی بیکی کمزی تھی۔ یہ کیچھیں پوسوال وہی انٹرکر تھا جس نے مجھ طاہر کے ہاتھوں کی
احمالي تھی۔

طاہر کی کلپن پر نظر پڑتے ہی اس کا خون کوئی نکالتا تھا۔ اس کا تھی جاہتا تھا اسی کے
جسم میں ڈینے شریفت کرے اور اس کے ساتھ اس کے اڑاک پانچھنگا کر لے گئی۔ دو ایسا نہیں
کر سکتا تھا۔ یہاں کا ڈپلٹن ہی ایسا تھا۔ خوسما اسی اسی کے اس کپ میں آنے والے دوست
گرد بھارتی ایکٹوں کے نزدیک وہی آئی پی دوست کر دوں کا درجہ رکھتے تھے۔

○ ○ ○

پوسوال کا شمارا بیٹی بیٹھنے کے بعد معاشر اور کپ افروں میں ہوتا تھا لیکن وہ حیرت
انگیز ملا جاتیں کاملا کبھی تھا۔ اس نے ”روی سینیٹر“ کے ساتھ تربیت حاصل کی تھی اور ان کا شمار
بھارتی فوج کے چانے مانے کمانڈوز میں ہوتا تھا۔ اس نے روی کمانڈوز کے ساتھ دنیا کے پورتین
دوست گروں کی تربیت حاصل کی تھی اور اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ اپنی حس درندگی کو سکھنے

سلیم اس پر سے اپنی نظریں جھٹا پایا تھا۔ مشاق کی بات البته اور حقیقی
وہ اپنا خیز اور ایمان رکھ کر اس دیش میں بھی پکھ لینے تو آیا تھا۔ ان کے معاملات
مغل تھے۔ آدمی کے بعد آپ دوبارہ پر پیٹ گروہ میں جہاں سے آپ کا انٹرکر آپ
کو اپنے ساتھ اگلی تربیت کے لیے لے جائے گا۔ ”کامنی نے ان کو بتایا۔ ”آل راہیں میڈم۔“
طاہر نے جواب دیا۔ ”میں اب چلتی ہوں۔ آپ سے سچے ملاقات ہو گی۔“ کامنی نے طاہر کی
طرف دیکھ کر عجیب سا شارہ دیکھنے ہے وہ دوست نہیں کر سکے اور وہ سکرتی ہوئی پاہر چل گئی۔
”واہ استاد۔ یہ اصر کہہ رہا ہے۔“

اس کے باہر جاتے ہی سلیم نے کہا۔

”ارے ایسی تو کوئی بات نہیں۔“

طاہر نے اکساری سے کہا۔

”بات تو ہے۔ یہ معمولی چھوڑ کریں۔ کسی قسمت والے کوئی انت کروالی ہے۔ میں تو
سالی کو یہ رات حاصل کرنے کے لیے سارے ملک کو آگ لگا دوں۔“

مشاق نے کہا۔

اور.....

طاہر کا خون کھول اٹھا۔ اس کے پیڑے کی بدلتی کیفیت کو اگلے ہی لمحے سلیم نے نوٹ کر
لیا۔ وہ پیٹ گروہ اپنی کیکھ کوہ جانتا تھا کہ مشاق کو جو کامنی کے جانے کے بعد سے ملل اپنے ملک
کے خلاف اف گزاف بک رہا ہے وہ ضرور کوئی چال ہے۔ بسا اوقات ان لوگوں پر ”چیک“ لگادیا
جا سکتا تھا اور میں مکن تھا کہ مشاق کو ان پر نظر رکھ کے لیے ان کے درمیان چھوڑ گیا ہو۔

اس نے جان بوج کر جانے سے اپنی پیٹ اس طرف مشاق کی طرف کی تھی کہ وہ طاہر
اور اس کے درمیان حاصل ہو جائے۔ اس کے ساتھی اس نے طاہر کو آنکھوں ہی آنکھوں میں
وارنگ دے کر ہارل رہنے کی تلقین کی۔ شاید طاہر نے بھی فوراً ہلکی کا حساس کر لیا تھا کیونکہ
درست سے ہی لمحے وہ ہارل ہو چکا تھا۔

اب وہ سلیم کی اوقات کے بر عکس بڑی گرم جوشی سے مشاق کی ہاں میں ہاں ملا رہا
تھا۔ اسے اپنی دانست میں مشاق کو مٹھن کرنے کی ہر ممکن کوش کر دی تھی اور وہ بُٹھوں کو اسید تھی

دینے کے لیے جانوروں کا خون بی جاتا تھا۔

اس کی ان خصوصیات کی وجہ سے اس کو پش بھیجا کیا تھا۔ وہ بیان آتے والے مگر اس نے جانوروں کو آئین کے ساتھ بنا کر ان کے گھروں کو دیا ہیں بھیجا تھا۔ بھارتی اٹلی ہنس ایکٹوں میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ ایک مرتبہ ”بوداری کچھ“ میں کہتوں پوسوال کے ساتھ پیدوارہ روزہ کوں کرنے کے بعد کسی بھی ایجٹ میں انسانیت یا فرد ہب نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہتا تھی۔

جانوروں کی طرح انسانوں کی بھی پہاڑ اس کا شوق تھا۔ اس پر تمہرے جنگ لینگ رہب ثابت ہو چکا تھا۔ ایک ناطق و جواب کی طبق اس کے خلاف کوئتہ اڑالشیں نہیں لکھا گیا تھا۔ وہ بیان کا شراب بلوش اور مورتوں کے خالے سے خاصاً نام تھا۔ لیکن..... مجب بات تھی کہ ان حکمات پر بھی سچیگی سے نہیں بلکہ کیا گیا تھا۔

اس کی وجہ کیا تھی۔ اس کا علم اور کسی کو ہونہ ہو جو کہ پیش پوسوال کو ضرور تھا۔ اسے آری کے اصولوں کے خلاف درزی کرتے ہوئے مدد و مرتبہ سماں کی مدد اور غارت گری کے لیے بھیجا جاتا تھا۔ سماں ایک کی مختصر خصیات کو اپنے آؤں کے گھر پر سوت کے کھات اتار پکا تھا اور اس سلسلہ میں جو چاری تھا۔ یہ گینڈ سیر ہمہ تہہ کے اسے مغلق شیڈ میں آرڈر ہو دیتے کر پکا تھا اور سلسلہ ہونے جاتی تھا۔ یہ گینڈ سیر ہمہ تہہ کے اسے مغلق شیڈ میں آرڈر ہو دیتے کر اس کی تمام غیر اخلاقی حرتوں کو آخونک برا داشت کیا جائے۔ کافی اگر وال اور پوسوال کی دوستی چند روزوں پر یہ قائم ہوئی تھی جب دنوں کی ذوبی اتفاق سے یہ چیز کو تربیت دینے پر گئی تھی۔

ملاتات کے پانچ سو روپی اس نے کامنی کی طرف مسحول کا ہاتھ بڑھا لیا۔ یہی طرح جنک دیا گیا۔ یہ اس کے لیے شدید و چھکا تھا۔ بیان ایسا نہیں تھا۔ کر کوئی انسن کفر لڑی اسے انکار کرے۔ وہ جملہ کر دیا۔

کامنی جانپی تھی کہ جلد یاد ہر اسے پوسوال کی ہوں کے سامنے تھیا رہا لے کی ہوں گے۔ پس بھی اس کی ذوبی اور کیا تھی؟ ”رَا“ نے اسے اپنی اداوں سے ایکٹوں کا دل بھانے اور وقت آتے پر انہیں اپنی جسمانی ہوں کے جال میں پہانچنے کی لیے تو بیان بھیجا تھا۔

اسے بھی تربیت تو دی گئی تھی۔ پوسوال اس کا ہم نہب تھا جب کہ اس میںوں کو تو یہ طور پر اپارہ کسی بھی رنگ دل کے آدمی کے سامنے پیچک دیا جاتا تھا۔ اس کی ترقی کے لیے ضروری تھا

کروہ اسی فن میں کمال حاصل کرے۔ بہتاد خود کو بہر تابت کرتی اخاتی اپنے افسران اعلیٰ کے نزدیک وہ جنوبی ہمیرتی۔ ایساں کے ساتھ کلر مرتبہ نہیں ہوا تھا۔ کبھی کبھی اسے خود پر ٹکڑے لگا تھا کہیں اس کی کایا تو جس پلٹ رہی۔

اے تو اب ان کے ہم اور ٹکھیں بھی یاد ہیں رہی تھیں جن لوگوں کے ساتھ اس نے گزشت پانچ برسوں میں تعلقات پیدا کی تھے۔ لیکن..... مجانتے کیوں اسے پوسوال پسند نہیں آیا۔ پوسوال کے جارحانہ انداز نے اس کے اندر اپنے کام کے خلاف جنلی مرتبہ بخات پیدا کی۔ اسے زندگی میں پہلی مرتبہ اپنے آپ پر اپنے پہنچ پر خصہ آیا۔ اس سے تو بہر تھا وہ کوئی دیشا ہوئی۔ وہ جانپی تھی کہ اب تک اس کے توکری کا جائز اس کے بے چاہہ ذہانت اور خدمات تھیں جو وہ ابھی کے لئے انجام دے رہی تھی۔ وہ اکثر اپنے ساتھیوں کے تعلق سوچتی کہ کسی بازار میں حجم فروشی کرتے ہوئے وہ اپنی موجودہ تھواہ سے کہنی زیادہ پہنچ کی تھیں۔ کام تو رہا۔ سے ساتھ بیان بھی دیتی تھی۔ ان میں اور پیشہ درور شی میں فرق ہی کیا تھا؟ صرف کہیں کہ وہ سرکاری سر اعماں یا اس کے خلاف رہیں ہوں گے۔ اس کے خلاف رہیں کرنے پر ایک تھے اعزاز کے ساتھ ذہانت کیا تھا۔

یہ پہلی خدمت کا کون سا انداز تھا؟ یہ کہیں تو کری تھی جو اس سے لی جاوی تھی؟ کوئی دشیں سیوا تھی جو وہ کرنے جائز تھی؟ اس نے اب تک مدد و مرتبہ سوچا اور کثرت میں کے علاوہ اور کچھ تھے کہ کسی اور کچھ کرنا اس کے اختیار میں تھا کہیں تھیں۔

پہلے ہی روز جب طاہر تھے تھے کے ساتھ ہی جاؤں تو اس کا تھا تھا۔ اس کی چھٹی جس نے اسے سلکوں بنا دیا تھا۔ طاہر سے تعلق اس کے دل میں نہیں تھا۔ جس کی بھی پکڑی تھی جب اس نے کامنی اگر وال سے پہلی ملاقات اس کے سر اپنے کامل جائزہ لیئے کا خلف بھی ہنسی کیا تھا۔ ایسا نہ ممکن تھا۔ جو شخص اپنے دلن کا تھارہ ہو جس نے اپنا ہمیری گروہ رکھ دیا ہوئہ۔ کبھی با کردار نہیں ہو سکا۔

دہاں تو وہ لوگ آتے تھے جن کا اس ہنسیں چلا تھا کہ نظر وہی نظروں میں اسے کھا جائیں۔ اسے بطور خاص یہ تربیت دی گئی تھی کہ ہر کیلے اور جوست ایساں کے ساتھ ان کے درمیان گھوڑا کرے۔ وقت آتے پر اسے باری باری ان کو خوش کر کے اپنا طبع بنانا جو ہوتا تھا کہ پھری ہوں گے جاں میں پھنس کر وہ پھر کسی اس کے پنگل سے ٹکلی ہی نہ پائیں۔ اسے اپنے زیر کمان گروپ

کے ہر چیز کا کام کے متعلق روز اشہد پورت قائل کرنا ہوتی تھی۔ اس کو معنوی سی نقیاتی تہذیبی میں متعلق بھی اپنے اسرار کو آگئی دینی ہوتی تھی۔ اسے چاہیے تھا کہ وہ طاہر کو اپنی روپورث میں ملکوں یا "غیر معنوی" شخصیتیں۔ اس نے "تال" تی لکھا۔ کیون؟ اس نے ایسا کیوں کیا؟ اس کوں کا جواب اے! ابھی تک نہیں مل سکتا۔ پہلے ہی روز جب دوران تربیت طاہر نے کمپٹ پیسے پوسوال کی درگت بنا لی تو کسی نادیدہ طاقت نے کاشی اگروال کے کافوں میں پیختہ ہوئے کہا تھا کہ ضرور دال میں پکڑ کا لے۔ یہ نوجوان اپنے آپ کو جو کچھ طاہر کرتا ہے وہ ہے نہیں۔ اس نے جان بوجہ کریاں "ایمجری میں" کا روپ دھارا ہوا تھا جب کہ وہ کچھ اور تھا۔ وہ ضرور بیہاں کی اور میں پر آیا تھا۔ کیا کاشی اگروال اپنے تک کا انعام کے سامنے کر دے؟ میں۔

اس بات کا بھی کیا ثبوت تھا کہ کریل بھائی اس کی بات پر بیان کر لے گا۔ اس روز وہ کتنا حاضر دکھائی دے رہا تھا طاہر سے! کاشی اگروال نے آج تک کوئی ایسا بحث فہمی دیکھا جو کریل بھائی کے ساتھ پہنچی ہی رہا۔ اسراز کرنے کا اہم از حاصل کر پایا ہو۔ یہاں تو کچھ کاشی اپنی بہر رہی تھی۔

اس نے فی الوقت خاموشی اختیار کر کے انتظار کرنے کوئی غیبت جانا تھا۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ وہ اس کے متعلق غلط اندازہ قائم کر رہی ہو اور اس طرح کوئی حق مصیبت گلے جائے۔ کاشی نے اس کے زیادہ نزدیک رہ کر اس کی حرکات و سکالت کو تربیت سے دیکھنے کا فہلہ کر لیا تھا۔ پوسوال نے انہیں کلیدیں سے خوش آمدی کیا تھا۔ ان تینوں کے علاوہ اس کو پیسے سات نوجوان تھے جن میں سے کسی کا قتل بھی ان کے ملک سے نہیں تھا۔

"بیواری کپ" تک پہنچنے والے ہر چیز کا رہوں کے متعلق یہ رائے پہلے ہی قائم کر لی جاتی تھی کہ ان میں سے ہر چیز کا رہوں کے متعلق یہ رائے پہلے ہی قائم کر لی جائیں کے کسی کوپ میں دہشت گردی کی ابتدائی تربیت حاصل کر کی ہوگی۔ انہیں بیہاں دراصل ایڈا اور اس کے لیے بھیجا جانا تھا۔

○ ○ ○

سب ایک تھار میں ایک دوسرے سے کچھ قاطلے پر اپنے ہاتھ پیچے باندھ کر گزے تھے۔ پوسوال ایک ایک کے پاس جا کر اس کے سامنے چڑھ کر کھڑکر اس کی آنکھوں میں جھاتا۔ اور پھر ملھٹن ہو کر سر بیٹا آگے بڑھ جاتا۔ طاہر کے سامنے اس نے کچوڑا دہنی وقت گزارا تھا۔ "وہیلی دن" اس نے طاہر کے پازوؤں کی چھپلیوں کو تھیجتا ہوئے نہ بڑی سکر ابھت سے کبد پوسوال سے چدقہ کے قابل پر کھڑی کافی اگروال نے بلور خاص پوسوال کی اس حرکت کو نوت کیا تھا۔

اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ جاتی تھی کہ پوسوال کیسا کیست پرور اور درندہ صفت ہے۔ اس بات کا سوال ہی تینیں المحتاط کا اس نے طاہر کو محافف کر دیا اور اس حرکت کے بعد تو اسے بیعنی چوچاتا کر کہ طاہر کو کسی محافف نہیں کرے گا۔

اس کوپ میں پوسوال کے ہاتھوں دوران تربیت کی بحث کا مارے جانا کوئی ایسا واقعہ نہیں تھا جس کا کوئی نوش لیتا۔ نوجوانوں کو اس نے ذمہ دوں کے پہاڑی علاقوں میں سکھنے اور خطرناک جنگلوں میں تربیت دی تھی اور اسے خطرناک راتیں کی جھول جیلوں میں کسی بھی بحث کی ہوت کے لئے کوئی بھی بہانہ تراشا جاسکا تھا۔

کافی اگروال ایسے واقعات کی بھی شاہد تھی جب سری انکا کے ایک تال نوجوان تحریک کار کی بات سے ہاراں ہو کر پوسوال نے اس کے ہاتھوں میں ایسا ہم ختماً دیا جو دقت سے دو منٹ پہلے ہی اس کے ہاتھوں میں پھٹا اور اس کے جسم کے پر پچھے اڑ گے۔ اس پر ایک

سموی ای رپورٹ فائل کی گئی کہ نوجوان نے غلطی سے ہائی سجنج نہیں رکھی تھی۔

وہ انہوں کو مارنے کے درجنون مخصوص طریقے جانتا تھا۔ اپنے زیر تربیت جوانوں کو دہلی آتیا کرتا تھا کہ وہ اپنے شارگٹ کو اس طرح لاعلم رکھ کر آسانی سے کوئی خودہ مول لیے بغیر موت کے گھات اڑا کر سکتے ہیں۔ وہ زبرخانی کام اڑاتا تھا۔ روپیں نے اسے زبر کام سکھایا تھا وہ اسی جسم میں زبر خصل کرنے کے ایسے طریقے جانتا تھا جن کا عام حالت میں شاید کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

کامی کر رہا تھا۔ وہ نجاتے کیوں نہیں جانتی تھی کہ طاہر اس طریقے سے موت مارا جائے۔ کامی اگروال کی معاونت سے پوسوال نے انہیں ابتدائی سبق دیا اور ان کی طرف سے مطہن ہونے کے بعد کلاس کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔

کامی کو اس وقت اپنی تربیت کے مطابق ان اور جوانوں کے ساتھ ان کے کروں تک جانتا تھا اور بڑے ناخوش انداز میں اس صورت حال سے حلقہ ان کے خیالات جاننے کے بعد اپنا آج کی رپورٹ لکھن تھی، لیکن..... جیسے اُنہیں رپورٹ اپاک می پوسوال اسے اپنی طرف پرستا کمالی دیا۔ ”کم آن زارٹ۔“ اس نے بڑی بے تکلفی سے کامی کی کرمیں ہاتھوں اگروال کر اسے اپنی طرف کیچا۔

کامی کے لیے یہ کوئی غیر مجبوب حرکت نہ تھی، لیکن پوسوال نے بڑے غلظہ وقت کا انتساب کیا تھا۔ اور پھر..... ان نوجوانوں کے ساتھ پہلی مرتبہ اسے اپنی ذلت کا احساس ہوا۔

”مشر پوسوال ملیز“، بھی نہیں۔ مجھے اپنی ”آپزور و بیش رپورٹ“ دیتی ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ ”اس نے کسما کر پوسوال سے الگ ہوتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں کہا کیونکہ ابھی ان کے اور نوجوانوں کے درمیان فاصلہ بڑا ہے۔

”وٹ.....؟“ پوسوال نے اپاک اسے جھکا دے کر اپنی طرف کیچا اور اس کو بے اس کر دینے کی حد تک قابو کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں مھانا۔ کامی کو اس کی آنکھوں میں خون اترتا تھا۔

”مشر پوسوال سراجھے.....“

اس نے دبارہ گمراہ کرائی بات دہرانی چاہی۔

”میں جانتا ہوں۔ تجھے کی کرتا ہے۔ اپنے بار سے ملتا ہو گا۔ مالی ایمارے ہوئے ہوئے ان مسلوں سے۔“

اس نے جانے کس کو گایاں بھی شروع کر دیں۔ کامی کو یوں لگا چیز کی نے اس کے کافلوں میں پہنچتا ہوا سیسے اڈلی دیا ہوا۔ وہ جانی تھی کہ پوسوال کی بد بالی نے طاہر کو خیالی دُشنا کراس کے سامنے کھا کر دیا ہے کیونکہ اس نے کامی اگروال کا راوی اس کے عین پکھو بہتر دیکھ کر یہ رائے قائم کی تھی اور اب دنیا کی کوئی طاقت اس کی رائے نہیں بدل سکتی تھی۔

”آل ریاست۔ مجھے اپنی ڈیورٹی کرنی ہے۔“

کامی نے ڈرتے ڈرتے اور خوف کی بیٹی یقینیات کے تحت خود کو اس سے الگ کرنا چاہا۔ میں ان بحثات میں جب ان کے درمیان سکھش باری تھی پوسوال کی جانشیدہ اور مکاری ہوں گے۔ کامی اس وقت کو کمرے سے برآمد ہوتے دیکھ لیا تھا۔ ان بحثات میں اس نے کامی اگروال کو چھوڑ دیا تھی میسا سب جانے کیکے وہ جانتا تھا کہ کر قلیں بیٹھا کامی اگروال کے لیے زخم گوش رکتا ہے اور اس کا تھر ریگنیر ٹریمپر ہمپرتوہ کے خلاف گروپ میں ہوتا ہے۔ پوسوال ہر گینڈی پر مدد وہ کامی اسی پرستی کا خاص آؤں سمجھا جانتا تھا۔

○ ○ ○

اس نے خون کے گھوٹ لپی کر کامی کو اپنی گرفت سے آزاد کر دیا تھا، لیکن..... اس طرح ہاتھ آئے ٹھکار کا اس کے پچھے ہے۔ نکل جانا اس کی آتش القام کو بھر کرنے کے لیے کافی تھا۔ اس کا خون کھول دہا تھا۔ اس کے اندر سو جو درد ہے، بیرون ہو جو تھا۔ جانوروں کا خون پینے والا کہنیں پوسوال اس وقت ڈر کیکلا ہن چاکتا اور اس کی خواہش تھی کہ بھی جلدی میکن ہو وہ کامی اگروال کے خون سے اپنی ہوں کی بیاس بھائے۔ اس کے لیے یہ کچھ شکل نہیں تھا۔ اسے تو ایسے ٹھکار کا زیادہ ہزا آتا تھا۔

”ڈونٹ وری بے بی۔ (بے بی لگرند کرو۔)“ اس نے پہنکارتے ہوئے کہا۔

اور.....

جزی سے مزکار پینے آفس کی طرف چل دیا۔

خوف اور خصے سے بھی کامی اگروال نوجوانوں کے تعاقب میں چل دی۔

زندگی میں طویل عرصے کے بعد اس کی آنکھوں میں نبی اڑتی تھی۔ آج تک ایسا ہوا
نہیں تھا۔ شاید بچپن یادوں ان تھیم وہ بکھی اسکی جذباتی کیفیت کی فکار رہی ہو۔ آج اسے ہمیں بار
شدت سے اپنی بے نی کا احساس ہوا تھا۔ اسے یاد گیا جب وہ خوشی سے پھر لے رہا تھا ہوئے
اپنے والدین کو "را" میں اپنی سلیمانی کی خبر دے رہی تھی تو پس اپنے سورج آگروال پر بھی بے محنت
سادگی کا دینے لگا تھا۔

سورج آگروال اس کا باپ تھا۔ میں دو فون کے درمیان بات پیشی سے زیادہ دوستی
کا رشتہ تھا۔ جب اس نے اپنے باپ کو ہمیں سرپرہ تباہ کرو کر "را" کے لیے درخواست دیجئے جاری
ہے تو سورج آگروال نے اس کے اس قابلیت پر خوشی کا انعام رہنیں کیا تھا۔ پہنچی اس پر خود پوپس
افریں پھر بھی۔ "اس نے جرائی سے دریافت کیا تھا۔"
میں پوپس میں کیوں اپنا نہیں کرتی؟ انہوں نے قدرتے اٹھنیں سے کہا۔

"پہنچی اسپتہ اپنے جانے میں بھائیوں دوچھوں لاکھ گزار نے کاشتھے۔ میں ایسا مثلی
جنہیں آفسرین کر زیادہ خوشی حسوس کروں گی۔" اس نے اپنے باپ کو بیٹا ہر بات کہ کر مطمئن تو
کر دیا تھا۔ میں سورج آگروال بکھی مطمئن نہیں ہوا۔

اس نے باول نتوارتھی اپنی بیٹی کے قابلیت پر صادقی کا
نوکری پر جانے کے پلے ہی روز اس سے رازداری کا جو حلقوں گیا تھا اس نے قابو نی
طور پر کامنی کو پابند کر دی تھا کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ اس مسئلے پر زیادہ بات نہ کرے۔ اس کے
باپ کو بھی اس بات کا علم تھا۔ جب بھی اس کی کامنی سے ملاقات ہوتی، ایک فقرہ معمول کے
مطابق ضرور کہا کرتا:

"کسی جاری ہے تمہاری بیکری سرپس؟"

"ایک دم شاندار ہاتھی۔" کامنی کی طرف سے رہا۔ یا جواب ملتا۔ کامنی آگروال نے
ایک درمرتپ سوچا کہ اگر وہ اپنے گھر والوں کو یہ بتائے کہ وہ اٹھی جنس آفسر کی حیثیت سے ہوائے
ایک دشیا کے اوکری کامنیں کر دی تو شاید شرم سے اس کے دفع وار والدین مردی نہ جائیں۔
اس نے بکھی انہیں اپنے کام کی قویت سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ البتہ مختلف شہروں میں

اپنے جادے کی خبر ضرور دے دیا کرتی تھیں لیکن..... وہ بھی افسران کی اپیازت سے۔
آج اسے زندگی میں بکھلی مرتبہ احساں ہوا کہ اس نے بات کی بات نہ مان کرخت غلطی
کی ہے۔ ایک نظری جس کا خیال اب اسے مرتبہ دیکھ گیا تھا وہ کوئی ایک مرتبہ "را" میں آنے
والوں کے لیے وابحی کا کوئی دروازہ بکھانیں رہتا۔
اور..... وہ اپنی رشارٹر منٹ کے بعد بھی "را" کی نظریوں میں رہتے ہیں۔

ظاہر کے کمرے کے دروازے پر بچھتے کہ وہ درود رے ناہل ہو جائی۔
لیکن..... تجھا نے کیوں ظاہر کو ناہل و دکھانی پڑیں دے رہی تھی۔ وہ کامنی کے
لیے اپنے دل میں پکھہ ہمدردی کے چند باتیں مجوس کر رہا تھا۔ وہ درودے تجھیب کاروں کے برکت اس
نے کہنے اٹھیوں سے پوسال کی بدتری کا جائزہ لیا تھا اور اسے نوئی اخاذہ ہو پکا تھا کہ یہ سب کچھ
اس کا کیا دھرا ہے۔

○ ○ ○

بیہاں کی روایات کے مطابق بیہاں کوئی بھی ذریت تجھیب کار کسی بھی واقعہ خارجہ
کا رواںی پر تو تجھر کر سکتا تھا۔ زمیں جنہیں خاہیر کر سکتا تھا اور اسی کی بھی طرح اس میں دل
اندازی کر سکتا تھا۔ تجھیب کاروں کی وفاداری کا اخاذہ لگانے کے لیے اپاکی خیالیں اس کی مغروں
میں سے کسی ایک تجھیب کا رکو انسٹرکٹر ہے۔ کہاں اور ان سب کے سامنے دھیشنا اندھا میں بالغیں کوئی
تجھیت کے تکشیر شروع کر دیا۔ بھی بھی یوں بھی ہوتا کہ اس تجھیب کی تاب نہ لکھنے ملک بخے والے
کی سوت واقع ہو جاتی۔
لیکن.....

کیا جاہ جو اس کے کسی ساتھ کے کان پر جوں بھی رہ گئی۔ وہاں موجود انسٹرکٹر ہلوں
بہاؤں سے ان کی جذباتی، جسمانی اور نفسیتی حرکات کا جائزہ لیتے رہتے۔ کسی بھی ایجمنٹ کو اگر
انہاڑل پاڑتے تو اس کو ایک بورڈ کے سامنے بیٹھیں کیا جاتا جو اس کا طویل اسٹریج یون کے بعد اس کی
قسمت کا خیطہ کیا کر سکتا۔
اپاکی ایک خیال بیکی کے کوئے کی طرح ظاہر کے ذہن پر پلا۔ کیوں نہ کامنی
سے اعماق ہمدردی کر کے وہ اس کی ہمدردی حاصل کرنے کی کوشش کرئے کیونکہ اپنے مخصوصے

کے لگھے حصے میں انہیں کامنی اگر والی ہدودی بہت کام دے سکتی تھی۔

کامنی جواب طاہر بالکل ناٹھی ان سے ضرورت سے زیادہ سکراتے ہوئے شاید اس لیے باقی کردی تھی کہ کسی کو اس پر بھت نہ گزرنے لیکن..... اس کے دلی چند بات کو طاہر ابھی طرح سمجھتا تھا۔ ”آج شام کے بعد آپ کی ”ریکی“ کاں ہو گئی۔ تم جنہیں میرے ساتھ ”ریکی“ کرو گے۔“ اس نے طاہر اور اس کے دلوں ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”اوے کے میدم۔“ طاہر کی بجائے علم نے جواب دیا جو شاید طاہر کے منسوب کو کچھ پکھنے لگتا تھا۔ مثلاً جو طاہر صورت حال سے لاطلب نظر رہا تھا۔

”شام تک آپ لوگ بیکس (آرام) کرسی۔“

یہ کہہ رکھنی نے کمرے میں رکھ کی دلی کاریوٹ کٹرول قائم میا درستین چارائیش بدلنے کے بعد ایک ایسا اسٹشن لگا دیا جہاں ان کے قبضے میں آگ لگانے والی قلم چال رہی تھی۔

”انجوائے پور سیلف۔“

اس نے دروازے میں کھڑے ہو کر کہا اور سکرائی ہوئی بار بکھل گئی۔

باہر نکلنے کی دو دوبارہ اسی کیفیت کا شکار دکھائی دیئے گئی جس سے پچھوپاٹے اسکے اگر رونق تھی۔ پوسوال اپنی قائم حرام کاریوں سیست اس کے دل دوامیں چیزیں کسی بدروج کی طرح سا پکھاتا۔

بار بار اس کا تصورہ ہن سے جھکتے کے باوجود پوسوال کے آسیب سے نجات حاصل نہ کر سکتی۔ اس کے ذمہ میں آئندھیاں ہی چل رہی تھیں۔ کسی نہ کسی طرح وہ اپنے کمرے تک پہنچی اور اسے اندر سے تالاٹا کر بستر پر ڈھیر ہو گئی۔ لیکن اس نے کمرے میں مکھیاں افواہ تھوڑا بہت دہر دار کر کے بستر پر لیت گئی۔

کوئی نہیں بدلتے اسے تھوڑی سی اونچگی۔ کامنی کی آنکھ فون کی گھنٹی بیجھ کی آواز پر سکھتی تھی۔ اس نے ہر بڑا کرنوں اٹھا لیا۔

”گیٹ اپ لیڈی۔“ دوسری طرف کریں بھالا یہ موجود تھا۔

”اوے سوری۔ سر۔“

اس نے گھری دیکھ کر کہا۔ تو چائے کا دفعتہ تھا۔ اسے ان لڑکوں کے ساتھ چین کی تھی۔

”ایکسیوزی سر۔ ابھی جانی ہوں۔“ اس نے فون پر کہا اور فون رکھ کر باخود روم کا رخ کیا۔

بھٹکل پانچ مٹ بعد وہ طاہر کے کمرے کے سامنے موجود تھی جس کے باہر ایک دیڑ تری میں چائے کے برلنگاے کھرا تھا۔ کم آن، اس نے کمرے کے دروازے پر لگا تبلیغ دیا کہ انہوں کو خیر دار کیا اور دو پیرسیت کرے میں داخل ہو گئی۔

”وہی کم سیم۔“ طاہر نے اس کی بھٹکل پر نظر پڑتے ہی دانت نکال دیئے۔

”کسے ہو گئی آپ لوگ... جسک تو نہیں مجھے؟ ابھی ”ریکی“ پر جانا ہے۔ یہ پندرہ کلو میل پہاڑی راست ہے۔ اچھی طرح اپنے مددے پھر لیتا۔“

انکی نے دیکھ کر اس کیا جس نے چائے اور سٹیکس کمرے کے ایک کوتے میں دھرے میز پر رکھ دیئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ چاروں چائے پی رہے تھے۔ اس دروانہ بھاں کے معنوں کے مطابق کامنی اگر والے ان سے کیے بعد دیگر سو لالات کرنے شروع کر دیئے تھے۔ وہ بیوے نے محض انداز میں ان کی اندر وہی کیفیات توٹ کر رکھی تھی۔ اس وقت وہ کمل پوشش تھی۔

چائے سے فراغت کے بعد وہ اچھی گھری ہو گئی۔

”اوے کے گھر نے زیورت بھٹکل جان رہے ہیں۔“

یہ کہہ کر وہ باہر بکھل گئی۔

اس کی دوسری ساقی ریکھا ساتھ واپسے کرے کے فوجاں کے ساتھ صورت تھی۔ وہ بھی باہر آگئی اور دو قوں ہر آمدے کے ایک کرنے میں گھری ہو کر پاتیں کرنے لگیں۔ دونوں کا تعلق چکر ایک ہی ایکنی سے تھا اور کاشٹر میٹھر انہیں ایکنی فرانش انجام دینے پڑتے تھے اس لیے ان میں گاہی گھنٹی تھی۔

ریکھا نے آج چلی مر جانی کیلی اور عزیز از جان دوست کامنی کو پر بیٹان دیکھا تھا۔ چین کیا جمال جس اس نے ریکھا کے کسی بھی ایسے سوال کو جواب دیا جو بعد میں اس کے لیے پیش آئی کا

باعث بنے۔

ریکھا کھنچی تھی کہ کامی کبھی اسے حقیقت حال سے باخبر نہیں کرے گی۔ یہ ان کی تربیت
تھی۔ انہیں ایک درمرے سے بھی اپنے دل کا حال چھپانا تھا۔ صورت دیکھو! دونوں میں سے جو بھی
پہلے دوسری کے خلاف رپورٹ فائل کرنی وہ حقیقتی اور دوسری کی کم تھی آجاتی۔

بہر حال ریکھا کوئی سمجھتا تو آگئی تھی کہ وال میں کچھ کا لاضرور ہے۔ دل مت ہو گئے تھے
اور اب دوبارہ دروازے پر دھک دے رہی تھی۔ طاہر شناق اور سلم مبارکہ تھے۔ تینوں اس کے
تعاقب میں ملے باہرا گئے۔

گھٹ تک کا سڑاںہوں نے پیدل میں کیا تھا اور گھٹ کے باہر پارکل ایریا میں موجود
بچوں میں سے ایک پر اب وحش اور ہوئے تھے۔ اس جیپ کو کامی اگروال چارباغ تھی۔

پندرہ تیس منٹ کی طوفانی ڈرامی جگہ کے بعد وہ سوری کی طرف جانے والی ایک
شہزادی سے ٹھیپ اتر رہے تھے۔ بیہاں روک کر کامی نے جیپ کے دشیں پورا سے ایک نہاد کا اور
اسے باہر کل کر جیپ کے بونٹ پر بھیجا دیا۔ اس نے تینوں کو اس تھیکی مدد سے جھل کے اندر
موجود تسبیبات سے آگاہ کیا اور تباہی کا نہیں یہ دل کو میزرا کا قابل اندرونی موجود "وائیور" سے نق
کر کر کرتا ہے اور اس مقام پر اکٹھے ہوتا ہے۔

ہم رخت اس نے تینوں کو ایک ایک دیا تھا۔

"اس کی ریٹن دل کلویٹر عک سے اور فریونیستی سیٹ ہے۔ لیکن اسے تم میں سے کوئی
استعمال نہیں کرے گا۔ اسے صرف اس وقت استعمال کرنا ہے جب آپ میں سے کوئی کو کوئی سے ڈے
پیٹام دیتا ہو۔ اسے باہر لٹھنے کا راستہ نہیں رہا ہو۔ یہ سرخ ٹین دہانے پر تھا ریڈ ڈائریکشن میں
سیٹ پر آ جائے گی۔ ہاؤ گلک۔ نارت۔" اس نے اچاک کامی محتفظ اور سلم کو الگ الگ مت
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ٹھیک دیا۔

طاہر ہنسنے چاہا کہ تیرسی سست ہے میں۔ اچاک زمین نے اس کے قدم تھام
لیے۔ "تم نہ ہو۔" اس نے آخر میں روائی سے چد لے پہنچا ہوئے طاہر سے کہا اور روک گیا۔ "لیں
میں۔" اس کے لیے تو کویا ملی کے بھاگوں چھپ کاٹو چاہا۔

"تم نہ ہے سماحت آؤ۔" اس نے صرف آج۔ کیونکہ تم پہلی مرتبہ کی کپ میں آئے ہو۔ وہ

دوخوں تربیت یافت ہیں۔"

یہ کہ کر وہ آگے گردھنی اور اس نے طاہر کا بے بھیجی آنے کا انتہا رکھا۔ دوخوں تربیت
پاچ منٹ تک خاموشی سے چلتے رہے۔ نجانے کیوں شدید خدا ہم کے باوجود کامی اسے ابھی کل
کر دینے کے لیے کہیں تو حکم کے الفاظ فیض و موصوف پڑی تھی۔

"تم کمال کے کھلاڑی ہونا مثل آہس کے۔"

اس نے تمہیرے پاہر مٹنے کے لیے بھی تھوڑہ کہنا پاہا چکا۔ طاہر نے اس کی بات کاٹ
دی۔

"میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ میں نے یہ سب کچھ لگان اور جذبہ انتظام سے سکھا
ہے۔"

"لیکن کیوں؟ چھوٹیں کس سے انتظام لیتا ہے؟"

کامی نے اچاک کر کر اس کی طرف دکھ کر کہا۔ یہ تھا طاہر کے لیے کہ اس کی
آنکھوں کے راستے دل میں اتر جانے کا۔ اسے اپنی بہترین اداکار اسٹار میٹھیتوں کا امتحان دیتا
چاہا۔

"میڈیم تھے اپنی بھروسہوں کا انتظام سارے زمانے سے لیتا ہے۔
اس نے پڑے تھے میڈیم پر میں کہا۔"

"لیکن اس کا یہ طریقہ کیا تھا اسے نزدیک سمجھ ہے؟"
achaک کامی نے پوچھا۔

"ہا۔" طاہر نے اعتماد سے جواب دیا۔
کامی اچاک کھلکھل کر رک گئی۔ وہ کسی اچھن کا ٹکار کھلائی دے رہی تھی۔ اس نے
طاہر نے اس پر نصیحتی حمل کر دیا۔

"میں آپ سے محافل پاہتا ہوں۔ آپ کو یہی وجہ سے بہت زحمت ہوئی۔"

اس نے اچاک کامی اگروال کے بہت نزدیک ہو کر یہ بات کہا۔

"کیا مطلب ہے تھا را؟"

کامی کچھ کھمراہی کی۔

سے آپ کو کہا ہوا ہے تو پھر میں شاید خود بھی مجی نہ پاؤں۔ میں نے کہا تا۔ اس جذبے نے مجھے
مارڈالا ہے۔ دو ہی اتوں میں مجھے۔ ”

اس نے اپنی بات اخوبی چھوڑ کر بھروسے بھانے شروع کر دیئے۔ کامنی اگر وال کو
پہنچائیں کہو پہنچا راج نے تاک کر تناز لگاتے ہوئے محبت کا جھالا اس کے کلیج میں اتار دیا

۔۔۔

”ظاہر! جھگوں کے لئے نازل ہو جائے۔ ہم پھر بھی بات کریں گے۔ لیکن اگر تم بھرے
حلقن کرنی بھی ہو تو رکھتے ہو تو یاد رکھنا، اگر بھی اس بات کی بحث بھی کسی کے کافلوں میں پڑ گئی۔
اگر تمہاری کسی بھی حرکت سے کسی کوئی غیر معمولی پن دکھائی پڑا تو تمہارے ساتھ مجھے بھی اپنی جان
سے باختہ ہونے پڑے گے۔ ”

اس کی آواز اور اپنی بھرائی۔

”ایسا بھی نہیں ہو گا میں کامنی سایا کسی بھی نہیں ہو گا۔ اینا مات کہیں۔ مت سوچیں ایسا۔

اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو خدا کی حرم میں سارے جہاں کو آگ لگادوں گا۔
یہ کہہ کر اس نے بظاہر بے انتہا ہر بے انتہا ہر کو قدم ہماشتوں کے سے انداز میں ٹھنازار میں پکانا
کر کا حق کا ہاتھ قھقا لیا۔

”اوہ۔ طاہر! میں ہر جاؤں گی۔ اور۔ کے۔ آ۔ ڈھنے ہیں۔ ”

اس نے آہنگی سے اپنا ہاتھ الگ کرتے ہوئے اسے چلنے کا مشاہدہ کیا۔ طاہر کا دل خوشی
کے مارے بیلوں اچھل رہا تھا۔ اسے شاہزادہ اور اس قابل تینیں کامنی بھالیں ہوئی تھیں۔ دل ہی دل
میں اپنی شاندار ادا کاری پر اس نے خود ہی اپنے آپ کو اور دی اور اس کے پچھے پچھے چلے گا۔
دونوں نے ساتھا آٹھ ہفت تک یہ شکل راستہ خاموشی سے اور بات کے بغیر ملے گیا۔

کامنی کو یوں لگ رہا تھا جیسے اب مرتے ہے ملک اس کے دل کی درختیں کسی ہرلٹلیں ہوں گی۔
پیدھوار گزر اور استحقاقیں۔ اس کا دکھا جمالا۔ اس سے پہلے دو گروپ اس کے

ہاتھوں تربیت کر کے جا چکے تھے۔ مول کے مطابق وہ سختیں کر کر دیتی گی جب
اچاک اس کا پاؤں پھسل کیا اور اس سے پہلے کوہ مر کے پل پیٹھکڑوں نہ گھر کھائی میں جا
گرے پھلی کی ہجھتی سے آگے چڑھ کر طاہر نے اسے پکڑ لیا۔ کامنی اس کے بازوؤں میں جھوٹ

”ویکھنے میڈم میں کوئی بہت اچھا انسان نہیں ہوں۔ لیکن شاید آپ کو بیٹھنے آئے میں
اشد ضرورت کے تحت بھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اور آپ کے سامنے قبول ہی نہیں سکتا۔ میں نے آج
نک زندگی کا ایک تھی روپ دیکھا تھا۔ فترت کا روپ۔ یا تو سماج نے مجھ سے فترت کی یا پھر میں
نے سماج سے۔ میں نے فترت کی کوکھ سے تمزی لیا۔ اسی ماحول میں پاہلے حاصل جوان ہوا اور شاید اسی
میں مر جاؤں۔ میری زندگی میں درجنوں موڑتیں آئیں اور سنکھ۔ میں نے اندر پھل ڈرگ سنکھ
کی ہے۔ بہت خوبصورت موڑوں سے میرا اسکی رہائش میں چلنے صرف جسمانی تعلقات کی حد تک۔
میڈم مجھے علم نہیں کہ اس بات کا تینجہ کیا تھا۔ لیکن یہ مجھے جان سے بھی اعتماد نہیں پڑیں۔ لیکن
مجھے آپ سے یہ بات کہنی ہے کہ پہلے یہ روز آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے بعد سے میری اپنی
کیفیت بدلتی گئی ہے۔ میں اپنے آپ میں ہے لیکن سماں ہو گیا ہوں۔ اگر آج میں آپ سے یہ
بات نہ کہتا تو شاید اس مکن کے ہاتھوں مر جاؤں۔ میڈم آج جب اسٹریکٹر صاحب آپ کے ساتھ
پیدھی کر رہے تھے میں خود پر بہت جر کیا۔ بہت جر کیا۔ میری چاہتا تھا۔ ”

”اس کی آواز باقاعدہ بھرائی۔ با اختیار اس کی آنکھیں بھکیں۔ ”

”م۔۔۔ مجھے معاف کر دیں۔ ” اس نے بے ہی کی شاندار اور کارکر کرتے ہوئے اپنے
دوہوں ہاتھ کامنی کے سامنے بلند کر دیئے۔

تیر میں نکلا پڑا تھا۔ گوکار نے انہیں سے ہی میں چالا یا تھا۔ کامنی پر تھے جیسے کہ
طاری ہو گیا۔ جیسے کسی نے جادو پڑھ کر اسے زمین میں گاؤڑ دیا ہو۔ زندگی میں پہلی مر جگہ کی نے
اے اس نظر سے اس انداز سے دیکھا تھا۔ طاہر نے جو کچھ بڑی سادگی سے کہدیا تھا، اس نے
کامنی کے دل میں پہنچل پھاڑی تھی۔ ”

”قارکاؤ سیک۔ ” اس نے اپنے کپکاتے ہاتھوں میں طاہر کے دوہوں ہاتھ پر کر کر اسیں
الگ کیا۔

”جھگوں کے لئے تم جو کوئی بھی ہو۔ دوبارہ یہ بات بھی نہ کہتا۔ تم جانتے ہو اس کا
مطلوب کیا ہو؟ تم جانتے ہو۔۔۔؟ ” کامنی نے اسے قرباً چھوڑ دیا۔

”ہاں کامنی اگر وال۔ پاہاڑوں۔ تم ہی مجھے کوئی مار دیو گی۔ لو ما رہا لوزیں آپنے
اوپر جس کا اڑا اسی بھی کیوں لو۔ مجھے کوئی اسی اس چنان سے ٹیک کر دجا ہوں۔ اگر میری کی بات

اس کے دل کی دھرنیں بے قابو ہو ری تھیں۔ یون لگتا تھا جیسے بیٹے کا پیغمبر و ذریں کا پیغمب از جائے گا۔ کاشی نے زیر اکرمؓ کی۔

ابھی تک اس کے حوالہ نہیں ہوئے تھے، لیکن..... اگلے ہی لمحے وہ ناریل ہو گئی اور اس نے سب سے پہلے "حیکمؓ" کہ کر، ہمگی سے خود کو ظاہر سے الگ کیا اور وہیں ایک پتھر پر بینہ کر کے سانس اور دردہ نہیں ہاریں کرنے لگی۔

"آپ حیکمؓ تھیں تھا۔" طاہر نے بے ساختہ پوچھا۔ اس اچاک حادثے کا اس نے بھی کہہ اڑ رکھوں کیا تھا۔

"تم..... تم کیا ہو؟" کامنی اگر وال نے اس کے سوال کا جواب لٹکھے ہوئے لجھے میں سوال عن کی صورت میں دیا تھا۔

"اس پر پھر بھی بات کر لیں گے۔ ابھی آپ جلیں۔ ہم اپناراہ غسل کر لیں۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

کامنی انھی کھڑی ہوئی۔ وہ بڑی ابھی ہوئی دکھانی دے رہی تھی۔ اسے خود کو جھوٹیں آری تھیں کہ اسے آخر کیا ہو گیا ہے۔ زندگی میں اس نے خود کو کہی اتنا کہر و درد جھوں جھیں کیا تھا۔ اس لڑکے نے جسمانے اس پر گون سجادہ پر ڈھک کر پھوک کر دیا تھا۔

دوغون خاصوئی سے مل رہے تھے۔ تبیت مکمل باتیں اپنیں مختلف رکاوٹیں جیور کر کے اپنے "نارگست ایریا" میں پہنچا اور پھر واپس آنا تھا اور یہ معمول کی پریشانی۔ اس درمیان بطور افسوس کہہ دیتی ہے ان کی قحطیاں لوث کر کے اپنیں پیٹ لٹکتی کہ تراکب بیانیں۔ لیکن..... ابھی تک وہ خود غلطیاں کرتے ہیں جاری تھی۔ طاہر نے اسے بے لس کر دیا تھا۔

"ایک بات پوچھوں طاہر۔" اس نے اچاک بھی ایک جگہ رک کر طاہر کی آنکھوں میں جھانکا۔ جس احوالے صورتیت کے لئے پہنچا اسے دکھانی پڑیں دے دھا تھا کیونکہ طاہر نے اس درمیان اپنا چھڑہ مستقل، مانگنے والوں میں

بخار کیا تھا۔

"پوچھیں۔ اس میں اجازت لینے والی کیا بات ہے۔"

طاہر نے اس کی آنکھوں میں جماگتے ہوئے کہا۔

"تم کون ہو؟"

achaik hui kamni akroval as ki taraf ghum gayi.

"Minn..... kash kameni hi jyoti علم ہوتا کہ میں کون ہوں۔ آپ یقین جانیں مجھے آج

تک اپنے آپ سے اس سوال کا جواب نہیں ملا۔"

اس نے سچھل کر فلسفیات اندرا اختیار کیا۔ حالانکہ کامنی کے اس سوال پر ایک بار تو اس

کارل بھی دھک سے رد گیا تھا۔

"کوئی تم بتانا نہیں چاہئے۔"

کامنی نے کھڑے کھڑے کہا۔

"میں نے ایسا نہیں کیا۔"

طاہر نے جواب دیا۔

"طاہر کی تھیں مجھ سے محبت ہو گئی ہے۔"

کامنی نے پرہاد راست سوال کر کے اپنے پوچھا دیا تھا۔

"ہاں۔ میں ایسا خداری سے کہہ دیا ہوں۔"

طاہر نے پرہاتن اپنے اختیار کیا تھا۔

"تم جانتے ہو۔۔۔ میں کون ہوں اور تم کون ہو؟"

کامنی نے اب چنان شروع کر دیا تھا۔

"ہاں۔ مجھے علم ہے، میں اس وقت ہم دونوں ایک بھی کشمکش کے سوار ہیں۔ جس دلش

سے آپ کی وفاداری ہے، میں نے اس کی ملازمت اختیار کر لی ہے۔ اسی کے لیے کام کر رہا

ہوں۔"

طاہر نے اپنی راست میں اسے مطمئن کرنا چاہا تھا۔

"طاہر جیں یقین ہے کہ تم کچھ بولے ہے، ہو۔"

یہ کہ کامی اگر وال اس کی اگلی بات سے بغیر آ کے بڑھ گئی۔

○ ○ ○

طابر نے سکھ کا لباس اپنی ابھی تک وہ کامیاب جارہا تھا۔ وہ مطمئن تھا۔ اب کامی اگر وال پر کٹنیں چاہتے تھے۔ اسے علم تھا کہ تمہارے سے فرق کے ساتھ مشرق کی ہر عورت ایک بھی ہی ہوتی ہے اور..... آج اسے اس بات کا ثبوت بھی کیا تھا۔
اگلے پھرہ مت کے بعد جب وہ قدرہ پر پہنچا تو کامی مسلم اور مختار کے ساتھ دہانہ موجود تھی۔

"تم تم منت لیت ہو مستر۔" اس نے جان بوجہ کو قدرے ختن لجھے میں طابر سے کہا۔

"آئی ایک سوری میدم۔"

طابر نے بھی سعادت مند شاگردوں کی طرف جواب دیا۔

"سوری سے کام نہیں طے گا۔ اس پر نہیں میں ایک ایک روپ تھی ہوتا ہے۔ ایک ایک لو۔ تم جانتے ہو ایک مت کی غلت سے کیا تینجہ لٹاتا ہے۔ میں ملکن ہے وہ م جو تم کسی اور کے لیے کارہے ہو تھا میں ہاتھ میں پھٹ جائے۔ میں ملکن ہے ناعمل کی معمولی ہی ظلٹی تھا رے سارے کی کارے پر پالی پھیر دے۔" کامی نے جان بوجہ کو قدرے درشت لجھے میں کہا۔

"معافی چاہتا ہوں میدم۔" طابر نے خدعت کی۔

"او۔ کے۔ آؤ جیں۔ باقی باشکن کپ میں جا کرہوں گی۔"

اس نے تینوں کو اپنے پیچھے آئے کا اشارہ کیا۔

کیپ پیچھے کھ طابر جان بوجہ کر مندا کے پیشہ بارے مختار کے مختار کی ظاہری یا خوش بینی نہیں تھی۔ اس لیے وہ اس پر کچھ طاہر نہیں ہونے دیتا چاہتا تھا۔ سلمی نے اس کے دو یہاں تو شہزادی میں طابر نے اسے آنکھ کے مخصوص اشارے سے سب کوہ تباہ دیا تھا۔

○ ○ ○

کامی نے یہ بات اس کی طرف دیکھنے پڑی تھی۔ میں طاہر کو روزا کر رکھ دیا تھا۔ "کامی تھی۔ میں حق بول رہا ہوں یا جھوٹ۔ اس کا فیصلہ شاید ابھی نہ ہوئے جسں جلدی ہو جائے گا۔ مجھے آپ سے صرف یہ کہتا ہے کہ جان بوجہ کر منے کا شوق کسی کو نہیں ہوتا۔ کم از کم میں تھی جلدی سرناہیں چاہتا۔ مجھے اپنے کو قرض بولانے میں ہے۔ مجھے علم ہے آپ اگر چاہیں تو مجھے ابھی گولی سے ازاں کتی چیز۔ آپ کو اس کا اختیار حاصل ہے۔ میں یہ بھی چانتا ہوں مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔ آپ بھری باتیں تو میں شاید اپنا مقدمہ بھی حاصل نہیں کر پاؤں گا۔ نہ مانیں تو بھی دلوں صورتوں میں بیری موت ہے۔ میں میں نے کہا تاں کہ میں اس چند بے کے ہاتھوں بے بس ہو کر آپ کے سامنے افرار کرنے پر بھجوہ ہو گیا ہوں۔ اب میں اٹھیں اس سے سکون گا۔ اگر اس سے پہلے مر جانا تو منے کے بعد بھی بچتا رکھتا رہتا۔"

وہ پہلے پہلے اس طرف کامی اگر وال کے سامنے آپ کا تھا کہ وہ آپ کے نہیں جا سکتی تھی۔ "اوہ بھگوان۔"

کامی نے بے ساختہ کہا اور طابر کے درمیں روگیں میں خوشی کی لمبڑی دوڑ گئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ کامی کو درخلا نے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ "آؤ جیں۔"

کامی نے اپنی بھگوانی کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔ درمیں نے اپنی "رکی" حکمل کرنے کے کوئی بات نہیں کی تھی۔ اب وہ "فتشک پا ایک" کے نزدیک پیچھے چکھی تھی۔

"طابر ایک درخواست کر رہی ہوں۔ اپنا اوہ میرا خالی رکھتا۔ اگر تمہاری ظلٹی سے جھیں کچھ ہو گیا تو شاید میں خود کو زندگی بھر محفوظ کر پاؤں۔"

ایسا ایک ہی کامی رک گئی تھی۔ "تم اب درمی طرف سے پھر کاٹ کر پہنچ۔ کسی کو یہ احساس نہیں ہوتا چاہیے کہ تم درمیں اکٹھے ہے۔ بہت احتیاط کرنا۔ یہ تم درمی کے لیے بہتر ہے۔"

اس نے اپنی سے ایک طرف اشارہ کر کے ہوئے طابر کو راستہ دکھایا۔

"آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"تم جانتے ہو یہی سوالوں کے جواب نہیں ہوا کرتے۔"

رہنے کا اشارہ کرنے کے بعد اس کے کام کے نزدیک اپناہ لے جا کر سرگوشی کے انداز میں اس سے کہا کروہ محتاق کے تھا قب میں باہر جا رہے۔

سلیم یہ نہیں چاہتا تھا کہ پنک دوسرے ہی لمحہ صورت حال اس کی بھیں آئی تھی اور وہ جان گیا تھا کہ واقعی محتاق کو ان کی جاسوسی کے لیے ان کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ میں یعنی ہے وہ کوئی خفیدہ پورٹ ہی ان سے متعلق دیتے گیا ہو۔ سلیم کو اس بات کا اطمینان تھا کہ ان کی طرف سے دانت یا دانت طور پر کوئی اعلیٰ سرزنشیں ہوئی جس کو میاد بنا کر ان پر پنک کا انبہار کیا جائے اور محتاق کے پاس کئے کے لیے اور کیا ہو سکتا تھا۔

۔۔۔

طاہر کی سوچ متفق تھی۔ مجھے کیوں اسے اس بات کا پنک ہو رہا تھا کہ اس نے جو رشتہ زبردست اپنی افسوس کرنا تھا اس کے اگر وال سے ملے کر دیا ہے وہ اس موزی کے علم میں آجائے ہے باہر اسے کوئی پنک پہنچا ہو گلا کہا۔

اگر اس نے اپنا پنک اپنے ماکان کی طرف منتقل کر دیا تو شاید کامی اگر وال سے وہ کام نہ لے پائیں جس کے لیے اس نے اتنا بڑا خطہ وہی مول لیا تھا۔ سلیم اور طاہر و دلوں نے یہاں آئنے کے فوراً بعد ہی یہ رائے قائم کر لی تھی کہ انہیں اگر کوئی متعاقی مدد سر آ جائے تو کام آسان ہو سکا۔

۔۔۔

کام تو انہیں بھر جال کرنا تھا خواہ اس کے لیے ان کی جان ہی کیوں نہ چلی جاتی کیونکہ ایک مرچا پنک ملک و قوم کی بر بادی کا سامان کرتے والوں کو دیکھنے کے بعد ان کے لیے یہ مکمل ہی نہیں رہا تھا کہ انہیں پھوڑ دیں۔

انہیں جواہری کپچ جاؤ کرنا تھا خواہ اس کی کچھ بھی قیمت ادا کرنی پڑتی۔ اور..... مجھے محتاق کیا گل خلا دے۔

اس کے عزم سے باخبر رہنے کے لیے ہی طاہر نے اس کے تھا قب کا فیصلہ کیا تھا اور اب وہ بھی اسی طرح بچوں کے مل چکا ہوا روازے پنک کیا تھا۔

محتاق کے کمرے سے نلتے کے بھٹک دومنت بعد ہی اس نے دروازہ اس طرح بخیر اور اس سے پہلے کروہ اپنے مند سے کوئی بات کے۔ اس کے مند پر ہاتھ رکھ کر خاموش

شام ڈھنل رہی تھی جب وہ اپنے پنک میں پہنچ۔ کاشی ان کے کرے میں ہی آئی تھی جہاں اس نے تجویں کے لئے چائے طلب کی تھی اور اب پاری باری ان سے ریکی سے متعلق سوالات کر رہی تھی۔

ترجیب آدھہ گھٹان کے ساتھ گزارنے کے بعد وہ انہیں اگلے روز پنک کے لیے اولاد رکھ کر چلی گئی۔

رات ڈھنل رہی تھی۔

تیوں اپنے پنک بھر میں آرام کی نیند سو رہے تھے جب اپنے پنک طاہر کی آنکھ کھل گئی اور اس نے دیکھا کہ محتاق اپنے بزر پر ناگلیں لٹکائے بیٹھا تھا۔ شاید وہ ان دلوں سے متعلق مطہریں ہو رہا تھا کہ وہ گہری نیند سو رہے ہیں۔ طاہر نے کروٹ لیا۔ بھی مناسب تھا جانا اور اسی ایکشن میں لیٹا رہا۔

محتاق اس اطمینان کے بعد کروہ دلوں گیری نیند سو چکے ہیں اٹھ کر کھرا ہو گیا۔ اب وہ بچوں کے مل مل کی طرح بخیر آواز پیدا کئے چل ہوا دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ پھر طاہر کے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے آواز پیدا کئے بخیر دروازہ کھلا اور باہر نکل گیا۔

طاہر نے ایک لمحہ تھا قب کیے بخیر اپنے ساتھی دوسرے پنک پر لیتے ہوئے سلیم کو بیدار کیا اور اس سے پہلے کروہ اپنے مند سے کوئی بات کے۔ اس کے مند پر ہاتھ رکھ کر خاموش

اردو

طاہر کو مل تھا کہ جہاں رہائی بلاؤں میں رات کو پہرے دارجیں ہوتے۔ اب تین گفت
اور دیواروں کے ساتھ ضرور بڑا خت پہرہ ہوتا ہے۔ باہر کچھ فناٹے پر بیٹھا اے بلب کی ہلکی روشنی
میں اس نے متعلق کی آخی بھلک اس وقت رکھی جب وہ بائیس بھائیں کے ساتھ وائے
کرے کے درمی طرف گھوم رہا۔ طاہر نے اپنی پیٹ پر کھڑے سلمی کی طرف دیکھا جو اس اٹا
میں انہوں نے آگئی تھا۔

اس نے سلیم کو شارے سے اپنا پان بنایا اس کی طرف سے اپنات میں جواب ملے
پڑا۔

متعلق سے، گئی فتاویٰ کے ساتھ وہ بلاک کے کارروائیں کرے۔ اسکے پیش چاہیا جس
کے بعد متعلق اس بلاک کی پشت پر بیٹھ گیا جہاں تدریس اندھرا تھا۔ کیونکہ اس سے آگے گئے
درخواں اور سرکنڈوں کا سلسہ تھا جہاں انہیں تربیت دی جاتی تھی۔

متعلق درخواں کے اس جہنڈے کے پاس چکی کر کے سیا اور اب وہ تدابیر کی کامیاب تھا۔
طاہر کے لیے بڑی عجیب بجا ہیں۔ بن گئی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے مٹے کا خطرہ مولیں میں لے سکتا تھا۔
اسے ابھی پہاڑ ایک بلد کے ساتھ چک کرنی صورت حال کا جائز ہے۔

اچاک دوچینا جب اسے درخواں کے جہنڈے سے کوئی اس طرف آتا وکھائی دیا۔ اسے
والے کے نتوش واضح نہیں تھے۔ میں اس کی چال ڈھال سے طاہر کو یقین تھا کہ وہ
انسرکٹ پووال کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اب وہ صورت حال کا بھی طرح جانتے تھا۔
اس کی خواہ ضرور تھی کہ وہ ان درخواں کے درمیان ہوئے وہی مختکن سنے۔

پوسوال نے اس کی نظریوں کے ساتھ متعلق سے مصائب کیا اور درخواں دیں ایک پتھر
کی پتھر پڑھنے گئے۔ ان کی پوزیشن اب ایسی تھی کہ ان کے اور طاہر کے درمیان ایک بارہ جس کے
بیچے طاہر پھیا جا رہا تھا اور اس کے بعد ایک بڑے درخت کا تاجا جائی تھا اور اس کے بعد وہ پتھر کا تاج
تھا جس پر درخواں پٹھے باتیں کر رہے تھے۔

طاہر نے چدیکنڈ بعد بڑی خطرہ مول لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کے لیے چاندا ضروری تھا
کہ متعلق پوسوال تک کی اطلاع منتقل کر رہا ہے کیونکہ ان کے مقابلے متفہل کی ساری مشکوب بندی کا انصار
اسی پر تھا۔

انہائیں احتیاط کے ساتھ اور دل ہی دل میں قرآنی آیات کا ورد کرتے ہو۔ ۴۷ دو کوئی
آہت پیدا کئے بغیر اخیر درخت کے پیچھے پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔
اب اس نے اپنے کان دلوں کی طرف لگا رکھ کر تھا۔ جہاں تھکروائی تو عالی میں
دو ریتیں تھیں کی حد تک ان کی بات کھینچا جاتی تھی۔ متعلق کی آواز آریتی تھی جو پوسوال سے
کہدا ہاتھا۔

”درخواں کے درمیان کوئی پکھر ہے ضرور تھیں درخواں بڑے چالاں ہیں۔ ابھی
تک انہوں نے کوئی ثبوت نہیں دیا۔“

”اب لوکے پیچے مجھے ثبوت چاہیے۔ ثبوت۔ اپنے کان اور آنکھیں کھلی رکھو۔ جھیں ان
درخواں کے درمیان اس نے نہیں چھوڑا گیا کہ تم صرف تک کر تے پھر۔“ پوسوال کی ذات
قدر سے واضح تھی۔

”سرمیں بالکل پچھا کرنا ہوں۔ ان کی کوئی حرکت مجھ سے چھپی نہیں رہ سکتی۔ میں نے
درخواں کی تھکروائی سے اندازہ قائم کیا ہے۔ آپ بالکل مطمئن رہیں۔ میری نظریوں سے وہ ایک لمحہ
کے لیے بھی اور جملہ میں ہو سکتے۔“

متعلق نے پچھلی کامنٹاہر کیا۔

”وکھوکھم کی بھی طرح ان درخواں میں سے کسی ایک کو حادث میں لے کر یہ جانے کی کوشش
کرو کر کامنی اور اس بلوٹے کے درمیان کیا تھا۔ اور وہ درخواں کسی حد تک جا پکے ہیں۔“
پوسوال کی کہا۔

”ایسا ہی ہو گا۔ میں ایسا تو سورج رہا تھا۔ میں آپ کو پر یقین دلاتا ہوں سرکرد درخواں
کی کوئی حرکت مجھ سے چھپ نہیں سکتی۔ میں نے پاکستان سے یہاں تک ان کی کوئی حرکت کو نظر
انداز نہیں کیا۔“ متعلق نے پھر اپنی بات دہرانی۔

○ ○ ○

طاہر کے لیے جہاں مزید رکنا ہے کار رہا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا اسی موزوی
نے صرف تکھی طاہر کیا تھا اور کوئی بات نہیں کی۔ وہ چاہتا تو اپنی طرف سے کوئی بھی من گھر
کہلائی تھا اور پوسوال اس پر یقین کر لیا جس کے بعد مگر ان کے لیے لا جل ساک پیدا ہو

جاتے۔

اس سے پہلے کہ محتاج کی باتوں کا سلسہ فتح ہوا اس نے کمرے میں داہم پختنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ نبی چاہتا تھا کہ محتاج اس سے پہلے کرے میں سمجھ جائے۔ پہلے کی طرح اپنے سانس کی آواز سے گئی ہوشیار طاہر اپنے بیویوں پر چلتا دیوارہ اس ہلکتے ہے پھر جس کے پیچے وہ کچھ دیر ہلکتے موجود رہتا۔

یہاں آ کر اس نے خود کو ناٹال کیا۔ اپنی بے قابو ہرگز کوئی کو سنبھالا اور دیوارہ جس طرح دبے پاؤں آیا تھا اور اپنے کمرے تک پہنچ گیا۔

سلم شامبر دروازے سے کاٹا جی ہے اس کا خفر قہا۔ اس نے ملب کی ہلکی ای روشنی میں اپنے ساقی کا ہیولا بیچا رہتے ہوئے اس کے لیے دروازہ کھول دیا اور دو ٹوٹ دوسرا سے ہی لمحے اپنے بڑتی میں خلی ہو گئے۔

سلم نے کی کی بھی بھاگی صورت حال کا مقابلہ کرنے کی تیاری کر کی تھی۔ جس شرمند پڑنے پر یہاں سے فرار بھی شامل تھا۔ لکھن..... طاہر کی طرف سے مطمئن رہنے کا اشارہ پا کر اس نے سکون کا سا سُن لیا۔ دروازہ انہوں نے اسی پوزیشن میں چھوڑ دیا تھا۔ جس میں محتاج اسے چھوڑ کر گیا تھا۔

طاہر نے چار پالی پر بیٹھنے کے بعد اسے سرگوشی میں تباہ کر محتاج کیٹھن پوسوال کو رپورٹ کرنے کی تھا لیکن گھبرا کی کوئی بات نہیں۔ باقی باتیں انہوں نے مجھ کے لیے چھوڑ دی جس اور اب وہ پہلے کی طرح "گھری بند" کے ہر بڑے بولتے ہے تھے۔

چند منٹ بعد محتاج بھی آ گیا۔ اس کی داشت میں یہاں "سب اچھا" ہی تھا۔ اپنی داشت میں اس نے ہری احتیاط سے دروازہ بند کیا اور پہلے کی طرح اپنے بڑتی پر کریت گیا۔

○ ○ ○

پوسوال کے لیے یہ اطلاع ایک دھماکے سے کم نہیں تھی۔ گو کہ اس کے مجرم نے کوئی تھی بات نہیں کی تھی پوسوال جوئی تھا۔ اس نے خود ایک رمروڑہ قائم کر کے طاہر کو اپنے دشمن کی بیٹھت دے دی تھی۔ اس کے لیے یہ سوچ اسی مقام پر داشت تھی کہ کامنی اگر وال اس کی وہشت گرد میں رنجی کے رہی ہے۔ یہ کامنی کا کامنی جو تم نہیں تھا۔ پوسوال کے نزدیک یہ مقام معافی گناہ

تحاجس کی کم از کم سزاوت تھی..... موت!

اور.....

اس نے کامنی اور طاہر دوں کے لیے اس سزا کا فعل کر لیا تھا۔ اسے ان دونوں کو باری باری قسم کرتا تھا۔

پوسوال کے لیے طاہر کو ارادہ نہ کچھ مسلسل نہیں تھا۔ اسے یا اختیار حاصل تھا کہ وہ کسی بھی لمحے بخیر کوی جہتے اسے سب کے سامنے کوئی مارد رہے۔ اس کے لیے وہ کسی کو جواب دے بھی نہ تھا۔ البتہ کامنی اگر وال کی موت اتفاقی ہوئی چاہیے تھی۔ وہ جانتا تھا کہ کرکٹ اور بر گینڈ بیر دوں ہی اس کے عادت تھے۔ دوں ہی کے مذکور تھی وہ۔ اور پوسوال ان دونوں میں سے کسی کے مذکور نہیں گلانا تھا۔

یوں تو اس کی حیثیت بذاری کپ میں غیر معمولی تھی اور ہر ہی کوارٹر میں بیٹھنے اس کے "ہاس" اس کی کارروائیوں سے بڑے خوش تھے۔ اس کے ہاتھوں تیار کردہ دہشت گردان کی وقفات سے بڑہ کہ بہترین نتائج حاصل کر رہے تھے۔

○ ○ ○

پوسوال خود انسانی بھیں میں ایک دروغہ تھا۔

وہ اپنے زیر تربیت تمام تھوڑی تھوڑی کاروں کو درودے ہے یا کاروں کے ملکوں میں بیجھا کرتا تھا اور اس کے تیار کردہ تھوڑی تھوڑی کاروں کے دل و دماغ میں صرف ایک ہی سودا سایار ہتا تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ جانی کیجاں اپنی عیاشی کا سامان پیدا کر دے رہیں۔

وہ انسانیت کے دائرے سے کل کر جو شیخ بن جا رکرتے تھے۔ یہ پوسوال تھا جس نے پاکستان "تھوڑا اگر دپ" کہا۔ اگر دپ قسم کی مختاری کر دیتی تھی۔ کسی انسان کا سر آہنی حصہ سے کچل کر مارا۔ ان انسانوں کے بیس کی بات ہرگز نہیں تھی۔ جاں ایک ایک ارادات ہو جاتی سارا شہر اسال ہو جاتا۔ جو طرف خوف پھیل جاتا اور اس خوف کی کوکہ سے جنم لینے والی افسوں اور خدشات متنقاً آبادی کے ازانہ کو اس طرح جکڑ لیتے کہ انہیں اپنے سامنے سے بھی دار لکھتا۔ اس سمجھی ہوئی قضاہ میں پوسوال ہی کے زیر تربیت ابھی خطرناک افواہیں پھیلاتے۔ محتاجی آبادی کے من میں ایک بات ازال کر دے اسے ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک

کھوادیجے۔ وہ لوگوں کو مجھ مخدوڑا ہوتے کا احساس دلاتے اور ان کے دلوں میں اپنی حکومت کے خلاف فترت پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ اخبارات میں سوال اخلاق کا آخوندگی ادارے انتہے بے سکیں ہیں۔

○ ○ ○

پسوال کا کام اور آسان ہو چاتا ہے اس کے ہرگز ایریا کی پولیس عوام کو مطمئن کرنے کے لیے جعلی "بھروسہ اگروپ" گرفتار کرتی جس کے ساتھی اخبارات ایک پلیس چاہیے۔ کیونکہ گرفتار شدگان بے کناہ ہوتے تھے اور کوئی نوکری نہ کوئی صافی ان کی اصلاحیت جان لیتا جس کے بعد اخبارات حکومت پر چھٹا ہائی کر دیجے کرو۔ اپنی نالائکوں پر پردہ ڈالنے اور عوام کو مطمئن کرنے کے لیے بے گناہوں کو قتل کر دیجے۔

اس کے بعد ایک نیا تمثیل شروع ہو چاتا۔ لوگ اس خوف و ہراس کی فحاشیں اپنی دشمنیاں بھی پکار دیتے۔

وہ اپنے دشمنوں کو اس طرح ہلاک کرتے ہیں پسول کے سددھانے ہوئے وہی دردستے ہلاک کرتے تھے۔ جس کے بعد کارناتے بھی خونخواہ اس کے نام لگتے ہیں جلتے جاتے۔ روئی سنجھر کے سامنے تربیت حاصل کرنے والے پسوال نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے پاکستان میں دشت پھیلایا تھی۔ وہ اپنے ریک کے حساب سے کمپنی ضرور تھا، لیکن اسے کسی بھی کریں سے زیادہ مردمات حاصل تھیں۔ بھی یہ تھی کہ دروان تربیت اس کے ہاتھوں مرنے والے کسی بھی تجزیہ کا رسم تھا۔ اکواڑی بندی کی چاہی تھی۔

اس کے افران جانتے تھے کہ بسا اوقات نفیاں دھاک جھانے کے لیے اور ان روز یہ غلاموں کو یہ احساس دلانے کے لیے کرو۔ اب بھی ان کی قیمت سے آزادی کا قصور بھی نہ کریں اس طرح کے نفیاں حرپے آزمائے جانتے تھے اور پسوال پر کوئی اور اس کریم باہم بھی کسی ذریعہ تسبیح کا رکھ سکتی تھا۔ اس کے نزدیک اس کے سامنے آپاں تکلیف کر دیا جاتا تھا۔

تجھے جب معمول کے مطابق وہ لوگ اپنے تینی تکپ میں پہنچتے تو پسوال یہاں کامیابی کے اگر وال کے ساتھ موجود تھا۔ اس نے طاہر اور سلم کو اس طرف آتے دیکھ کر جان بوجھ کر کامیابی کے

سامنے زبردست ایک بے ہودہ حرکت کی تھی؛ جس کا جواب کامیاب اگر وال نے فترت سے اس کا کام حجک کر دیا تھا۔

.....
چین

پسوال جان بوجھ کر پسروں کی طرح دانت کا آرہ۔

○ ○ ○

اپنی رائست میں وہ سب کچھ طاری کو پیش دلانے کے لیے کر رہا تھا لیکن طاہر اس صورت حال سے تعجب احتیاط دکھائی دے رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اپنے نفیاں حرپے کیوں اور کب اپنائے جاتے ہیں؟ کیا پسوال کو اس کے اور کامیاب اگر وال کے درمیان پیدا ہوئے والے ایک روزہ تعجب کا علم ہو گیا ہے؟ اگر اس نے اپنے کچھ کر رہا ہے؟ شاید اپنے کسی عکس کی تصدیق کرنے کے لیے؟

اگر پہلی بات نجیک ہے تو پسوال کو یہ جگ کیے ہوا؟ کیا اسے تجزیہ کی گئی ہے؟ اگر یہی ہے تو ایسا صرف متناقہ ہی کر سکتا ہے کیونکہ متناقہ ہی ان کے روپ میں مخلک تھا۔ دلوں پلے ہی سے یہ بات جانتے تھے کہ متناقہ کو ان کے درمیان جیجوڑا کیا ہے۔ پھر اس نے سوچا یہ ضرور پڑھ لے گئی تو ہو سکتا ہے کہ پسوال کا پلے پسوال روزہ بھی کامیاب کیا ہے۔ بات کو بھی رعنی ہوئے۔ زاری نیچے کارکاری ساخت تھے کہ متناقہ اکیل انتیارات کے ساتھ یہاں بیجھا جائی تھا۔ بات کو بھی رعنی ہوئے۔ خود کو نارمل رکھتا تھا۔

اور.....

اس نے ایسا ہی کیا۔ دو گھنٹے کی اس کارروائی میں سلسہ اس کی حرکات و مکنات کا چائزہ پہنچ کے بعد پسوال کچھ زبردست تھا۔ میں ممکن تھا متناقہ کی اطلاع غلط نہیں ہو۔

.....
کیمی

کامیابی کی یہ جگات؟ اس نے پسوال کا کسی بھی طرح حکم مانتے سے انکار کیوں کیا؟ کامیابی درجنوں لاکیاں اس کے بزرگی زندگی بننے کے لیے تجارتی تھیں پھر کامیابی نے یہ گستاخی کیوں کی؟ کچھ بھی ہواستہ سرماٹی پا چاہے۔ پسوال کی ورنگی تقدیر، رج کو پچھو بھی تھی۔ اب اسے صرف متناقہ کے مفہوم شکی تصدیق کر رہا تھا۔ جس کے لیے اس کے خودی

ایک پروگرام ترجیب، سے لیا جائے۔

معمول کی کام سے فارغ ہو کر تم اپنے کمرے میں بیٹھ گئے جہا تو یہی دیر بعد کامنی بھی آئی۔ کامنی نے اپنے چند باتیں چھپائے کے لئے گور پر چہرے پر مصنوعی مکراہت جو رکھی تھی اور معمول کے مطابق اپنے فرائض انجام دے رہی تھی۔

لیکن

طاہر نے ایک عینظر میں اندازہ کر لیا تھا کہ وہ بہت کنٹیوڑ ہے اور پوسال کے پریش سے بھی بھک نہیں حاصل نہیں کر سکی۔ یہ اس کے لیے تو آئندہ میں پھر بیٹھنے تھی۔

اسے ان بحثات سے ہی بھر پر فائدہ اٹھانا تھا، لیکن مشاق کی موجودگی نے اسے قدر سے پریشان کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ کامنی سے بہت بچ کر کہتا چاہتا تھا۔ اپنی ادا کارانہ صلاحیتوں کا ہر پر مغل اور طغیہ کرتا پاہتا تھا۔ لیکن مشاق کی موجودگی میں نہیں کیوں کہ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کافلوں سے ساتھا کر کہ پوسال کا بھر ہے۔

”اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنا ہاشم خود ہی پکن میں تیار کروں۔ دراصل مجھے آمیت ہر فاصلے پر ہاتھ کا بناہوا پسند آتا ہے۔“

میں ان بحثات میں جب معمول کے مطابق دیران کے لیے ہاشمے کر کرے میں داخل ہو رہا تھا طاہر نے کاشی سے معمول کے لیے بھی میں بچھا۔

کامنی چان گئی تھی۔ شاید وہ بھی میں چاہتی تھی۔

”اوہ کیوں نہیں۔“

اس نے قدرے سکراتے ہوئے کہا۔

”یاری سے لیے بھی ہاں آیا۔ اصل میں سچ کا ہاشم اچھاتا ہو تو ان اچھائیں گزرتا۔“

سلیم نے اسے ہاتھ پری دی۔

مشاق البتہ ہونقوں کی طرح ان کے منہ کی طرف رکھتا ہے جس کے سامنے ہاشم جا رہا تھا۔

”اوے۔ کتم صاحب لوگوں کو سرو (Serve) کرو۔ میں ان کے ساتھ پکن میں جاتی ہوں۔“

کامنی نے ہر یہ وقت شاخ کرنے کے بجائے دہاں سے بہت جانا تھی مناسب جاتا۔ طاہر کے ساتھ وہ شدید ایجاد کا فکار ہو گئی تھی۔ اگر اگلے روز وہ اس کا باہم تھام لیتا تو کامنی آئے ہاں موجود نہ ہوتی۔ سیکلروں فٹ اونچائی سے گرنے کے بعد اس کے بعد اس کے جسم کا کیا عال جوتا؟ اس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔

○ ○ ○

”را“ میں اپنی زندگی کے تین سال چنانے کے بعد بھی شاید ابھی بھک دہا اپنے اندر کی حورت کو گل نہیں کر سکتی تھی۔ یوں تو اس درمیان اس کی زندگی میں درجہوں مراد آئے اور اپنے کے لیکن وہ سب کچھ اس کے پروفسن کا حصہ تھا۔ اس کی ذمہ داری تھی۔ کرنس بھائی کے حکم پر اسے اب بھی یہاں زیر تربیت کی تھی جو ہر بار کے لیے اپنی خدمات انجام دیتے کام کمل سکتا تھا۔ اس میں اب حسیر نام کی کوئی شے کا وجہ نہیں باقی تھیں رہ گیا تھا۔

”ویش سیوا“ کے نام پر ”را“ نے اس جیسی بجا نہ کی تو کیوں کے جسم کی دلائی کا دردناک اپنارکا تھا۔ کام لائف میں وہ خاصی آئندہ لازمی تھی تھیں ایڈج چرپنڈ!!

اس کی سیکنڈ وچھ پسندی اسے ”را“ میں لے آئی تھی اور اسے خوب کو اپنے افسران کی نظر میں نہیں کر سکتے کیونکہ اس کے لیے ان کے ہر شارہ اور بار پر آپ کو قربان کر دیا تھا۔ اسے ایسے ہے کہ جلدی اس کی بے پناہ قربانیوں کے صلی میں Abroad Posting اعلیٰ جائے گی۔ اسے کسی بھی بورلی ملک میں موجود بھارتی سفارت خانے میں ”را“ کی نمائندگی کے لیے بھیج دیا جائے گا۔

بس سیکنڈ تھی جو اس پر سوار تھی۔

بھی سو اس کے دماغ میں نہیں آیا تھا۔

البتہ ایک حرست کبھی کبھی دل کے کی کوتے سے ٹھٹھا ٹھٹھا کی طرح سرخانی کر اس کی زندگی میں آج تک کوئی مرداں کی مرضی سے بیسیں آیا تھا۔ وہ تو محلہ بن کر رہ گئی تھی۔ شاید بھی دہنے والے سماں سچھاتا تھا جس نے اسے زندگی میں اپنی سروں کے دوران پہلی مرتبہ پوسال کے ناجائز احکامات کی چیل سے روک دیا تھا۔ شاید اس کے اندر کی حورت جائے گئی تھی۔

اور.....

اب جب ایک ہاہر کے مرد نے گور کوہ بھی اس دھنے کا حصہ تھا جس کے کیوں اس نے اپنا کامی کا گواہ اٹھانے کا ممکنہ گزیڈا کر رکھی۔ اس محبت کو حلیم کرنا جم تھا۔ اس جم کی کم از کم سڑا ایک درود کا اور بے نام موت تھی۔ وہ ”را“ کے حکم پر طاری چیزیں درج ہوں اُنہیں کاروں پر ستر گرا ملکی تھیں جس نے اپنی مردمی سے کمی میں عمومی دعویٰ یعنی کمی اچانتت میں تھی۔ بیکی یہاں کا پروگول تھا۔ اس ”کوڑا“ کی لذکر اس پر لذکر اس پر لازم تھی۔

یہ ایک خفیہ اور ان لکھاص ماحصلہ تھا جو اس کے اور اپنے بھتی کے درمیان پہلے ہی دروز طے پا گیا تھا۔ اگر وہ اپنے کمی بھی جسم میں طوٹ پائی جاتی تو یہاں اس کے لیے کوئی عدالت نہیں آتی تھی؛ کوئی کورٹ مارش نہیں ہوتا تھا۔ ایسا لوگ بھی عذک ہونے پر کوشش بھایہ یا کیجیے تیر مہربہ کے مسموی سے شارے پر اسے بے نام موت مل جاتا۔ اسے بھی اپنے آج تک زندہ رہنے پر حیرت ہوئے تھی۔

○ ○ ○

اسے یاد آگیا کہ دو سال پہلے جب اس کی ایک کوس میٹ میتا کشی لے ایک سو میلن نوجوان سے محبت کی عینکیں بڑھائی تھیں اور اپنے بھتی کی طرف سے دارنگ کے باوجود ملاقاً توں کا سلسہ چاری رکھا تھا تو اس کا الجام کیا ہوا تھا۔ بے چاری میتا کشی آگھوں میں ہزاروں سینے چائے اپنے محبوب سے ملتے کے لیے اپنی موڑ سائکل پر اس کے ہوش کی طرف چاری تھی تو ہوش کے بالکل نزدیک ایک درک نے اسے چل ڈالا تھا۔ درک دیوار پر گرفتار ہو گیا تھا۔

چین

بُشکل ہارہ روزِ نیل میں گزارنے پر اس کی خاتون ہو گئی تھی اور بعد میں اپنے بھتی کے دیاڑا لئے بھتا کشی کے والدین کو اس سے صلح کرنا پڑی۔ اس صلح کی قیمت اپنی الہی ضرور مل گئی تھیں میتا کا تھے کل کی۔ اب وہ اسی مدد و ممان میں چھے ہوئے سامنے ستر ہزار روپے کی رقم کیوں ہاتھے سے جاتے دیتے۔ بے چاری وہ اس کے لیے کوئی دوسرا استعمالی کتب تھا۔

یوں کمی اپنیں میلن دیا، یا کمی تھا کہ یہ جادو اغاثی تھا۔ بدستی سے میتا کے یوزھے والدین نے اسے لفڑی کیجھ کر قبول کر لیا۔

وہ یہ بات تھا نہتے تھے کہ اگر اس میں درک دیار ہجور کا صور ہوتا تو اپنے بھتی کے لواں اس کی خاتونی کر دیتے کیہ کہ وہ عمومی لوگ نہیں تھے۔ ان کی بھتی عمومی لڑکی نہیں تھی۔ وہ تواتے بھتی دیواری مان کر کہ پا بھتھ ہے تھے کہ کماز کم اپنے بھتی نے ہو تو دیاڑ سے درک ماکان سے اپنیں اتنی رقم لے دی ورنہ حکومت کی طرف سے ان کے بھتھ پندرہ میٹ ہزار روپے سی نکلے تھے کیونکہ ان کی بھتی نے ابھی تو کری کا آغاز ہی کیا تھا۔ ابھی تو اس نے ابتدائی طازمت کی پوری نہیں کی تھی۔ شدید رکاری سیولیات کی تھیں قرار پائی تھی۔

بے چارے بڑھوں نے اس رقم سے میتا کشی کی بھتی بھن کے ہاتھ پلے کر دیتے جو کر شہزادی ہے سال سے مطلوب رقم نہ ہوئے کی وجہ سے اپنی صحتی کی خطرناکی تھی۔ شاید دوسروی لڑکیوں کی طرح کامی اگر واہی اسے ایک بیٹھ کھٹکی بھن دوسال بعد ایک روز جب راجھستان کے ایک تحریک کاری کے گھب میں اس نے اسی درک دیار کو کپ کماٹر کی جیپ پھلاتے دیکھا تو اس کا ماہقا شکا۔ وہ میتا کشی کے مقدے کے سلسلہ میں تین چار مریخ تھا اور عدالت میں اسی درک دیار ہجور کو کھٹکی تھی۔ کیا اس کی آنکھوں نے وہ کام کیا تھا۔

”میں۔ اسے اپنے سوال کا جواب ملا۔“

اس نے بدل کی تھیج بیجا تھا۔ یوہی درک دیار ہجور تھا اور اب اسے کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ جان گئی تھی کہ اسی میں اسیں اپنے بھتیوں کا اپنا نظریت کارہوتا ہے جس کے مطابق انہوں نے یہاں کر دیا۔

یہاں کسی کو کوئی بھی ذبوبی سوچنا جا سکتی تھی۔

اور

کسی کی بھات نہیں تھی کہ اپنے بھتی کے حکم کی رہائی کرتا۔ جملن ہے اس بے چارے کا دل بھتا کشی کی موت پر رضا مند تھا۔

بھن اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔ یہاں دل کی نہیں داعی کی نہیں صرف اپنے ”بَس“ کی آواز پر کان دھرنے کا حکم تھا۔

اس روز کامی کم کر رکھی تھی۔ اس کا تھی چاہا کہ اس انعامات میں اپنی کمی اور دوست کو شرک کر لے لیکن۔۔۔ وہ اب اسی بے قوف بھی نہیں رہی تھی۔ جانی تھی کہ اسے جان بو جھر

ای ذرا سختی کی بھلک دکھائی گئی ہے۔ شاید وہ لوگ اس کی دقا دری اور پروفیشنل ازم کا خانہ لینا چاہتے ہوں۔ شاید وہ اسے کسی بڑے کام کے لیے تیار کر رہے ہوں۔ پچھوٹی ملکن تھا۔ پچھوٹی گئی۔ کامنی نے خاموشی اختیار کر لی۔

اس نے اپنے دل و دماغ کو سمجھا یا کہ اس نے پچھوٹی بھائی نہیں۔ اسے دھوکہ ہوا ہو گا۔ اس نے کسی بھول کر بھی اس بات کا تذکرہ نہیں کیا۔

اس طرح اس نے دراصل اپنی ترقی کا ایک اور اخراج بھی پاس کر لیا تھا۔ اس کا امدازہ چند ماہ بعد ہی ہو گیا جب کسی اور طبقے سے اس کے "پاس" نے اس کی حس را زداری کو سراجے ہوئے اس کو اگلے کریڈٹ میں ترقی کا سڑہ سنایا۔

آن بجائے کیوں اسے دوسال قبل تسلیم ہونے والی جنائی اچانک تھی یاد آگئی۔ اور کیا اب وہ بھی اگلی جنائی بننے چاہی ہے۔ یا اس کے دل کو کیا ہو گیا۔

کہیں دیوبی مان کا شرایب تو ٹھیں پر ٹھیں اس پر ٹھیں پر ٹھیں دوسال سے اس نے کسی مندر کا دروازہ بھی نہیں دیکھا تھا جب کہ اس کے گھر میں صد بیوی سے روزانہ "کالمی مان" کی پڑھائی آ رہی تھی۔ اتنے ایڈو اس ہونے کے باوجود ابھی اس کی ما تا تھی روزانہ جس کو اپنے گھر میں خود "پوچھا" کا اعتماد کرنی تھی۔ ہر درمرے تیسرے ماہ کی نہ کسی بھائی ان کے ہاں کوئی نہ کوئی "ہون" ہوتا رہتا تھا۔ کیسے کیسے گردوارے پر چڑت ان کے ہاں آیا کرتے تھے۔

گزشتہ دوسال سے وہ ایسی کسی "پوچھا" میں شرکت ہی نہیں کیا کر کی تھی بلکہ اب تھے اس پوچھا پاٹھ کے پہنچنے سے ابھی ہی ہوئے لگتی تھی۔ ابھی چند ماہ پہلے ہی کی توبات ہے جب موہی کوٹلیانے اسے کچھ سمجھا کر بیماری جی کے سامنے "سکس نوائے" کو کہا تو اس نے اپنی بورڈی موہی کو تیار کرنا اور اس کو دیا تھا۔ تب ان کے گھر کی ریانی طازہ مسے کہا تھا۔

"بھگوان شرکے کامنی بھی پر کہیں دیوبی مان کا شرایب نہ پڑ جائے۔ اسے ایسا نہیں کرنا پاچے تھا۔"

آج نہ جانے کیوں اسے یہ ساری بھولی برسی باعث ہیجن میں سنائی اپنی نانی مان کی کہانیں کی طرح یاد آنے لگی تھیں۔

ظاہر کے ساتھ ہی وہ کروں کے ایک کرنے میں موجود گھنک آئی تھی۔ راستے میں دلوں میں سے کسی نے ایک درمرے سے پچھوٹیں کہا تھا۔ ظاہر نے پکن میں داخل ہوئے تھی محسوس کر لیا تھا کہ اب کافی ابھار تھی اور اس نے بڑی ہمت سے اپنے فونگار موڑ کا سواگ رچا ہوا تھا۔ جیسے تھی وہ پکن میں پچھے سارے جہاں کا حزن و دلسا جیسے کافی اگر وال کے پھرے پرست آیا۔

زندگی میں کہلی مرتبہ ظاہر کو کسی گورت کا چیزوں کی وجہ سے فرج کو سمجھ طرح کے جذبات کا احساس ہوا ہے وہ اوقت ہمدردی کے جذبات ہی کہ سکتا تھا۔

○ ○ ○

"محظی پچھوٹی بھائیں کرنا۔"

اس نے ایک بڑے سے فرج کی طرف بڑھتی کافی تھی کو کی کر کہا۔

"محظی ہے۔"

کامنی نے اس کی طرف دیکھے بغیر فرج کا دروازہ کھول کر دو تین اٹھے پاہر کا لیے۔

"پھر گئی آپ۔"

ظاہر نے کہو چاہا کہن کافی نے ترب کر اس کی بات کاٹ دی۔
"ہاں پھر بھی مجھے اس ڈرے میں حقیقت کا لگ تو گھر ہے۔ کوئی تو جواز پیدا کرنا ہے۔ کسی کو بھلک میں ہونا چاہیے۔"

کافی نے گیب سے کوئے بھوئے بچھے میں اس کی طرف دیکھ کر کہا۔
"کامنی تھی میں جانتا ہوں یہ۔ پچھوٹا ہے۔ ٹھیکن میں ہوں۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ اف میرے خدا میں بھی اتنا بے بس نہیں تھا۔ آپ کو کیسے نیقین رلاؤں کا آج میں نے سب پچھوٹ کیسے برداشت کیا۔ مجھ سے آپ کی بھی نہیں دیکھی جاتی۔ میں جانتا ہوں یہ سب پچھوٹ کیسے ہوں ہے۔ میں آپ کے لئے مر بھی جاؤں تو کوئی اہمیت نہیں ہوگی اس سوت کی۔ کوئی جانے گا کہ میں کون تھا۔ کس کے لیے مر گیا اور آپ جان بوجھ کر خاموش رو ریں گی کیونکہ آپ کی ذوبھی ہے۔ میں سب پچھوٹ کہتا ہوں کافی تھی، لیکن میں پچھوٹیں سکتا۔ میرے اختیار میں پچھو

میں۔ کچھ بھی تجسس۔"

اس کی آواز بھاری تھی۔

اور.....

کامنی کا دل دھک سے رہ گیا۔

دوسری طرف طاہر کو بھی اچانک ایک زوردار جھٹکا لگا تھا۔

"میں اداکاری میں حیثیت کا رنگ تجسس پھینپھنے لگتا۔"

اس کے شفیر نے تھیسے ایک زوردار کڑا اس کی پیٹھ پر دریہ کر دیا اور طاہر کم گیا۔ یہ اسے اچانک کیا ہوتا تھا۔ وہ تو اداکاری کر رہا تھا۔ وہ تو کامنی اگر وال کا دل جیت کر اسے ظالہ بننا کرائی ہے کہ بواری کیسے اچانک کرنا اور یہاں سے زندہ فی کراچی پہنچنے والے ایسے جانا چاہتا تھا۔ اس نے تھیسے اسرازِ عالمگیر سلم کے ساتھ پاٹاںک کے بعد رضا یا تھا۔ وہ تو نے بڑی سوچ پھر کے بعد تین چار منصوبے چار کے تھے جن میں سے بالآخر ایک پر صادی کیا تھا اور دوسرے پھر اس منصوبے کے مطابق کر رہا تھا۔ یہ اداکاری اس منصوبے کا حصہ تھی۔ میں میکن تھا کہ اس کی جگہ یہ پارٹ سلم ادا کرتا۔

لیکن

اس نے طاہر سے مقدرات کر لی تھی کیونکہ ماہی میں اسے طاہر کے ساتھ اور دو تین سہماں کا تجربہ ہو چکا تھا اور وہ جانب تھا کہ اداکاری کے میدان میں کم از کم اس کے ساتھیوں میں سے کوئی اس کا ہاتھ نہیں۔

اینی چرب زبانی، ترماتی اور شاندار اداکاری اس صلاحیتوں کی بدلت جو شاید اسے تدریجی طور پر دیکھتے ہوئے تھے، میکن اور مشکل ترین حالات میں بھی حیثت اگیر تھا۔ میکن کے تھے اور یہاں بھی اسے اپنی ان صلاحیتوں کو بروئے کارا کر بھر بنانے میں مسلط کرتے تھے۔

"بیٹا ری کپ" کوئی عام ساتھی بیب کاری کا مرکز تھیں تھا۔ ایس ایس بی بھارت کی عام بھروسہ تھی۔

اکپ کے تربیت یا نمونہ بیب کاروں نے اس کے لگ میں چاہی بچا دی تھی۔ اسے باروں خواست اپنی اس جاہو کاری کے مرکز کو تباہ کرنے کے مشن پر روان کیا گیا تھا۔

ایک طرح سے Impossible Mission تھا اور ایس اسے عمل کرنا تھا۔

خواہ اس کی کچھ بھی تجسس ادا کرنی پڑے۔

لیکن یہ کیا؟ یہ اسے اچانک کیا ہو گیا تھا؟ وہ کامنی اگر وال سے متعلق ایسے بیب و فریب سے جذبات کا مظاہرہ کیوں کرنے لگتا۔

"سبھلو صاحب زادے" سمجھلو۔ کسی پچھوٹ پڑنے لگے ہو۔ اپنے ساتھ سلم کو بھی مرداوے گے۔ کیا؟ تو تمہارے میں کا کہا بے گا؟" ایک زوردار ہوئی جھٹکے سے وہ قدر سے سچھل گیا۔

کامنی خاصوٹی سے اٹھنے توڑ کر اسیں ایک پاپیت میں ڈال کر پھیٹ دیتی تھی۔

"آپ خاموش کیوں ہیں؟ کچھ بولتی کیوں ہیں؟"

اس نے کامنی کے دائیں ہاتھ پر اچانک اپنا ہاتھ روک دیا۔ طاہر کا دل گواہ دے رہا تھا کہ اس کا یہ گل بے ساخت ہے اور اس نے کسی پاٹاںک کے لیفٹری سب کچھ کیا ہے۔ بالکل ان اداکاروں کی طرح جو کسی بھی روئے کی اداکاری کرتے ہوئے چند ہاتھی ہو کر خود بھی روپتے ہیں۔

"کیا اس میں کی ڈیا گئی؟"

اس نے اپنے دل کو ایک اور جھوٹی قلبی دے کر بہلا چاہا۔
لیکن.....

ادھر سے نئی میں جواب ملے پڑا وہ بیٹھ گیا۔

کامنی نے اچانک ہی اس کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاؤ دی تھیں۔ کامنی کی آنکھوں میں چھک جائے کوئے فرار ہوتے ہوئے آنسوؤں کا سیالاب اسے صاف دکھائی پڑتا تھا۔ اسے یوں لگا جیسے یہ بڑی بڑی گھری گیا۔ اسیہ آنکھیں جو شاید اس کے سارے وجہوں کا سب سے خوبصورت حصہ، اس کی آنکھوں کے راستے بڑا راست اس کے دل میں اتر رہی ہوں۔

"وہ کچھ جیسی خوش رکھنا یہی ذمہ دینی ہے۔ اگر تم چاہو تو میں تمہاری ہر طرح سے سیوا کر سکتی ہوں۔ پھر اس سب کیا ضرورت ہے؟ تم مجھ سے کہ بخیر مگی۔"

کامنی کی ہمیل بات اس نے کاتا دی۔

"نہیں۔ خدا اسیے نہ کہیں۔ میں یہ کچھ نکل چاہتا۔ مجھے علم ہے یہی زندگی ہی ان کا مول میں بس رہوئی ہے۔ میرے لیے یہ کچھ نیک ہو گا۔ میں تو....."

اس سے آگے کوہ کچھ نہ کہہ سکا۔

"تم جانتے ہو اس کا انجام؟ کبھی تم نے اپنی اور میری حیثیت پر غور کیا ہے۔ ہم دونوں دو الگ اجنباؤں پر پہنچے اے ہیں۔ اور تم....."

کامنی نے اب آمیٹ بنا شروع کر دیا تھا۔

"میں سب کچھ جانتا ہوں کامنی بھی۔ میرا دل غلطی کہتا ہے جو آپ کہہ رہی ہیں لیکن میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ میں آپ کو تباہیں سکائیں ہتا سکتا۔" اس نے بے بی کے انہاد میں گرد جھکایا۔ کامنی نے آمیٹ بنا تے ہوئے نظرس طاہر پر گاؤ دیں جس نے اپنی گردان جھکائی ہوئی تھی۔ بالکل ان مژموں کی طرح جوانپیزہ را کے فیصلے کے خلف ہوں۔

"بھگوان کے لئے مجھے اتنا بے سذ کرو۔ تم کیوں مجھے اور اپنے آپ کو جاہ کرنے پر تے ہوئے ہو۔" کامنی نے ترپ کر کھا۔

"نہیں آپ کو نہیں۔ ایسا کبھی دوبارہ مت کہیں۔ صرف اپنے آپ کو۔ جس دوست مجھے یہ....."

ٹک بھی ہوا کہ بیری جو سے آپ کو کچھ ہوتے والا ہے جو شاید میں خود کو کملی مار دوں۔ میں اپنے آپ کو ختم کر دوں گا کامنی بھی۔ اپنے ایسا وقت نہیں آئے دوں گا۔
ال نے بڑے جذباتی پس کا ہمکل اور بھرپور رظاہر کیا۔
کامنی اگر والوں کو شاید اس سے زیادہ صورت حال کی بھی کا احساس تھا۔ وہ قدر سے پچ کی دکھائی دے رہی تھی۔

"طاہر احیا طاہر کرو۔ یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ کچھ بھی۔ اگر تمہارے جذبات سے خلائق کوئی بھی ان لوگوں کو ہو گیا تو وہ مجھے ہی نہیں تھیں بھی مارڈاں میں گے اور یہ میں نہیں چاہتی۔" کامنی اگر والوں نے پلا خرچھاڑا دی۔
آپ تھیک کہہ رہی ہیں کامنی بھی۔ میں آپ کو بھی بتانے والا تھا۔ میرا تمہارا ساتھی مشتاق پوسوال کا تخبر ہے۔ یہ کہ کراس نے کل رات کی ساری کتابیں ناواری۔
کامنی خاموشی سے اس کی بات سختی روی۔

"او۔ کے میں کوئی صورت نہ کیں لوگوں کی لیکن چلیتے تماں رہتا۔ خاص طور سے پوسوال کے سامنے خواہ وہ کچھ کرے۔ خواہ مجھے جان سے مارڈا لے لیں تم خاموش رہتا۔ اور اپنی کسی بھی حرکت سے اپنیں ٹک میں جھاتا ہونے دعا۔ کسی جھر کت سے۔ وہ دردھے ہے۔ وہ شی دردھے۔ وہ اپ جزوی حرکت کرے گا اور کچھ بھی کر گز رے گا۔ اسے یہاں پہنچا اختیارات حاصل ہیں۔ اسے سب کچھ کرنے کی آزادی ہے۔ اور یہاں اس لڑکے مشتاق سے تو بہت بتا تھا رہتا۔ خیر و اරساں کے سامنے بھی بھولے سے بھی کوئی بات نہ کر سکتا۔ تمہارے دوسرے سماقی لکھنگت نہیں ہوا تاں۔" اس نے جان بوجھ کر تم کا صیغہ استعمال کیا تھا۔

اس مرتبہ کامنی اگر والوں کا ہمکل صورت بن گئی۔ اس کے لیے اپنے آنسو بھی کرنا مشکل تھا۔ آنسو بھاتے ہوئے وہ طاہر کے کندھے سے لگ گئی۔ لیکن..... یہ صورت حال چند منٹ سے زیادہ برقرار رہے گی۔ کامنی کو احساس تھا کہ انہیں وقت خانع نہیں کرنا چاہیے۔

"چلاب تھا رے کرے کرے میں ملے ہیں۔" یہ کہتے ہوئے وہ سکرداری۔ اس نے جرت اگریز طور پر خود کو نارمل کر لایا تھا اور اب سکن سے اپنے مد پر پانی کے چھیٹے مار رہی تھی۔

آٹیٹ کی دو پہنچیں اس نے تاریکی تھی اور دہاں دہوں نے بھیکل آٹھوں منٹ گزارے تھے۔ ابھی دیگر ناتھے میں صرف ہی تھے جب دہوں دہاں پہنچ گئے۔ سلیم نے دل ہی دل میں خدا کا حکمراں کیا کیونکہ ہر یہ چند منٹ کی دری کوئی بھی قیامت ڈھانکتی تھی۔ اس نے فوراً اس پلیٹ پر ہاتھ صاف کرنے شروع کر دیے جو بھاڑہ پکن سے طاہر بنا کر لایا تھا جنکن اصل میں کامنی نے چاری تھی۔ دوسرا پلیٹ طاہر نے سبھال لی۔ وہ محتاج کوئی موقع نہیں دینا چاہے تھے۔

”میم آپ بھی آج ہمارے ساتھی کہاں ہیں۔“ سلیم کو نجاتے کیوں اپاگ کامنی کا خیال آگئا۔

”جیک یہ میں مجھ کا ناشیت نہیں کرتی۔ جو کرتی ہوں وہ کر جائی۔ البتہ ہمارے ساتھ چالے ضرور شہر کروں گی۔ میرے کپ میں مجھ کی اور دو حصیں دالتا۔“

کامنی اگر والی کنٹکو سے یوں لگ رہا تھا جیسے چند منٹ پہلے اس کے دل و دماغ پر جو منوں بوجھ پر رہا تھا وہ اپنے کی طرح بہت نازل اور قدر سے شفی بھجے میں ہات کر رہی تھی۔ محتاج نے اب تک تمیز مرچیں اس کی طرف پر نظر و سے دیکھا تھا اور کامنی نے نہیں طاہر نے بھی کیا پوری پکڑ لی تھی۔

”نے جان بوجھ کر محتاج سے دہاتیں کی تھیں۔ گوکر وہ یہ سب کچھ بدل نہواست کر رہی تھی جنکن ایسا کہاں کے لیے تا زیر تھا۔ ابھی تک محتاج نے پوچھاں کے سامنے اپنائیں تھی خاکر کی تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ یہ بات تھیتی دھکائی دے۔ حالانکہ اس نے طاہر کے سامنے تھیخیڑا دل دیئے تھے۔ اس کے دل نے عقل پر لفج پالی تھی اور محبت فاقع عالم کی جیانی اس کے رگ دپے میں سرایت کر گئی تھیں اور متناہ تھی۔ پچھکی ہر ہنگامی کی طرح۔ یہی کسی بھی لمحے کی سوت سے کسی بھی درد نے کے جملہ اور ہونے کا خالص ہو رہا ہو۔ اس نے معمول کے مطابق ان کے ساتھ قریباً آٹھ گھنٹہ گرا را تھا اور اب لگی کلاں کا دلت شروع ہونے کی وجہ سے باہر آگئی تھی۔

○ ○ ○

اسے روزانہ ان تینوں کا نفیتی مطابق کرتا ہوتا تھا جس میں ان کی معمولی سے معمولی حرکتوں کا ذکر بھی کیا جاتا تھا۔ آج اس نے طاہر کی طرف سے اپنے ہاتھ سے ہاتھ کرنے کی

لکھواہش اور باتی کی ساری کارروائی بھی اپنے حساب سے لکھ دی تھی اکر کوئی بھی چیز آپ دی رکارڈ نہ رہے۔ دوپہر کے بعد وہ معمول کے مطابق کرٹی بھای کے آفس کی طرف اپنی رپورٹ فائل کرنے چاہتی تھی۔ انہیں بیخ میں ایک دوڑا پہنچے اپنے زیر تھیت گروپ کو کرٹی بھای کے سامنے ”ڈسکس“ کرنا ہوتا تھا۔

اور..... آج اس کی باری تھی۔ آج کامنی نے کرٹی بھای کو پہنچ کرنے کے لیے رپورٹ کے ساتھ ایک تجویز بھی یاد کر لی تھی۔ اسے عشق نے پرہا ہجاتی تھی۔ یہ حکل کا کام بھیں تھا۔ اس نے اگلے ہی روز کرٹی بھای کو طاہر سے محتاث ہوتے دیکھ لیا تھا اور اب کرٹی بھای کے دل میں طاہر کے لیے موجود ”سافت کا رز“ کا نامہ اس نے لفڑا تھا۔

”سریز لڑاکہ بہت کام کا ٹابت ہو گا اگر اس پر قبڑی منت ہو جائے۔“ کرٹی بھای کے ایک طرف فائل رکھنے کے بعد اس نے طاہر سے محتاث ریما رکھ دیئے۔

”ہوں۔“ کرٹی نے سارکار کا دھوان غافل میکھر تھے ہوئے کہا۔ ”ہاں۔“ طاہر تو بھی لگاتے ہیں ابھی کچھ کہنا قابلِ اوقات چیز ہو گا؟“

کرٹی بھای نے اس کی طرف سوالی انداز سے دیکھا۔

”میں بات میں آپ سے کہنے والی تھی۔ اسے زاردار دیکھنا ہو گا۔ سر اس سے بہت کام لیا جاتا ہے۔ بہت دم بے اس لارکے میں اس نے بڑے پر فیض انداز سے کہا۔

”ہوں۔“ کامنی ایک تجویز ہے۔“ کرٹی بھای شایدی اس سے پہلی ہی ذہن ہنا کر بھیتا تھا۔ واقعی اس نے پہلے ہی روز طاہر کے تھرڈ کرکے کردار اور کالی تھا کر سلیم نے اس سرچاپ سے بڑا زبردست لڑکا دیا ہے اور اس سے اب بیرکتی بڑھوڑ پر فیض حاصل کرنے کے لئے کوئی بڑا کارنامہ بھی تو کرنا تھا۔

”لیں سر۔“ کرٹی بھای کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے ہو دب بچھ میں کامنی نے کہا۔

”میک اٹ پور جو گھس کیس۔“ (اسے اپنائیں کیس ہاوا۔)

کرٹی بھای نے یہاں خاص اصطلاح استعمال کرتے ہوئے کہا۔

”میں پلیٹ سر۔ اپنے دلش کے لیے کوئی بھی سیوا کرنا ہیرا ہم اور ڈیٹی ہے سر۔ آپ تو جانتے ہیں سر کر آج تک کامنی اگر والی کا کوئی ”جو گھس کیس“ ناکام ہیں رہا۔ ہمیشہ ہم نے

"بہترین روزات" دیا ہے سر اور آپ کو علم بے کارا بڑا پوسٹنگ (جیدون ملک تھناٹی) کے لیے بہرا کیس ہیں لے کر روزانچی گیا ہے۔ اگر یہ لا جبی میر ایکس بنا تیرے لے پھنس پا ائش ہو گا سر۔ اب ایک آدھ پھس پا ائش کے بعد مجھے یہ چالیں مل سکتا ہے۔ میں آپ کی بہت دعوادی ہوں سر۔ یہ آدھ رنگی کریتے رہے۔"

اس نے کرشمہ ایکی شان میں تھیڈہ پڑھ دیا۔

کرشمہ بھی کچھی کہا تھی اگر خود بھی اس کیس میں دچپتی لے رہی ہے تو کسی نام صمدھ سے اور اب اسے اس خاص صمدھ کا پتھر بھی لگ کیا تھا۔ وہ جان گیا تھا کہ کامنی اگر وال اپنی غیر علیقی تھناٹی کے لیے کچھی کرگزرنے کو تکرار تھی۔ وہ بڑی پر فیضل اڑکی تھی۔ اسے شروع ہی سے کامنی پر بہت اعتماد تھا۔ اس کی صالیختوں کا درجہ بندھ حرف رہا تھا۔

اب دونوں اپنی اپنی اپنی پار پڑھے۔ اگر کامنی کو غیر علیقی پوسٹنگ کے لیے کسی کارنے سے کی

ضرورت تھی تو کرشمہ بھایہ کو تکاذب پر یہ بات کرنے کے لیے کوہ مہورہ سے زیادہ اس کا اعلیٰ اور دنی ایک ایسی سستی ہے جو اس ایسی کے کے زیاداری کیس کو کماٹ کر سکتی ہے۔ اسے یہ بات رہنا تھا۔ دونوں کی تھائیں اس کام کے لیے طاہر پر گلی ہوتی تھیں۔

"گواہیت ہے یہ۔ میک اٹ چکش۔" اس نے کامنی اگر وال کی پیٹ پر چکلی دیجئے ہوئے کہا۔

کامنی کو امید نہیں تھی کہ اسی آسانی سے یہ سر کر لے گی۔ اس نے محض اس مڑھے کو بیجا بنا کر کرشمہ بھایہ طاہر سے پر امید ہے اندھیرے میں تیر چالا یا تھا جو اس کی خوش تھی سے نشانے پر لگا تھا۔ اسے طاہر سے مغلن گرین ٹھیکنل مل چکا تھا۔ اب پہلوں اس کا کچھیں بیگاڑکا تھا۔

○ ○ ○

بر گیلہ سر ملہورہ کو گھوڑوں کے لیے رخصت پر تھا اور تو اری کھپ کی کماٹ عملاً اب کرشمہ بھایہ کے ہاتھ میں تھی۔ پہلوں کو اس کیس میں جو "گلناپ" والی جیشت حامل تھی، وہ بھی بر گیلہ سر ملہورہ کی وجہ سے تھی۔ اب کم از کم وہ آن دی ریکارڈ "آس کا کچھیں بیگاڑکا تھا۔

"آف دی ریکارڈ" اگر وہ کچھیں کھا جاتا تو دونوں مل کر اس کا سامنا کر سکتے تھے۔ اب

حناق کی مجری بھی اس کا کچھیں بیگاڑکی بلکہ اس سے تھویں کرو دیوٹی کے مطابق اس کیس پر زیادہ محنت کرنا تھی اور طاہر کو یہ تاثر دیتی تھی کہ وہ اس پر مر منی ہے۔ اسے اپنے جنم کا عادی بنایا تھا۔ اسے ڈائی اور فنسٹی کے ساتھ ساتھ ہاڑا خرسانی ہنا جلی بھی دیتا ہے اک دی پھر بیٹھ کے لیے اس کا دم بھاڑا ہے اور اس کے اشارہ اور پر کچھی کرگزرنے کو خیار ہے۔ کچھی۔

کرشمہ بھایہ کے آفس سے بہر آتے ہوئے کامنی سوچ ری تھی کہ واقعی اس نے کرشمہ کے سامنے جو بولا ہے۔ اگر اسے گرین ٹھیکنل بھی گیا تھا تو وہ دونوں کشاور صد ایک دوسرے کے ساتھ رہ دیا گیں گے۔ یہاں ترتیب دو ماہ میں مکمل ہو جائے گی جس کے بعد کیا وہ لوگ اسے طاہر سے رابطہ رکھنے کی اجازت دیں گے؟

"اے بھگان میں کس کو کوہ جندرے میں پھنسے جائی ہوں؟ یہ کیا شر اپ ہے دیوی ماں؟ اس نے بے بسی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

اور بھائی کیوں اس کا دل بھر آیا۔ آج زندگی میں شاید تکلی مریضہ وہ ایک ہی دن میں دو مرتبہ روئی تھی۔ وہاں پکن میں تو اس نے کمال بخط سے اپنے آپ پر قابو لایا تھا۔

یہیں..... یہاں اپنے کمرے میں اس نے خود کو نون پر لفڑی پھوڑ دیا۔ زندگی میں اس سے پہلے دو کھیل کیاں کئے کرنسی روئی تھی۔ آج وہ چون کی طرح روئی۔ اسے اپنے آپ پر ترس آرہا تھا۔ اپنی بیکی پر اس کا دل ہاتھ کرنے کو چاہتا تھا۔ جانے اس نے کب سے اپنے اندر آنسوؤں کا یہ سمندر جمع کر لایا تھا جو اب دیتی ساری دیواریں توڑ کر بہت چالا آرہا تھا اور وہ ایک اپنے کرے میں روئی تھی۔

روتے روتے اسے نینڈ آ گئی۔

اسے کچھی بادٹیں تھیں۔ معمول کے مطابق آپ پر نئے نئے فون کی گھنٹی بجا کر اسے پانچ بجھے پر بیدار کیا۔ یہ یہاں کی پر یکلیں تھیں۔ تمام اسٹرکٹز دی پھر کے بعد اپنے کردار میں پکھو دیں آ رام کیا کر تھے اور پانچ بجھے پر انہیں دوسری کلاس کی چیزیں کے لیے بیدار کیا جاتا تھا۔

باقاعدہ روم کے شیخے میں اپنی ٹھیک پر نظر پڑھے تھے اسے مکاری۔ خلاف معمول آج اس نے سب سپر کو پا تھا لیا اور جب وہ تیار ہو کر باہر آئی تو اسے اپنابدن پھول کی طرح بلکہ پھکالا ہونے کا احساس ہوا۔ یہیں اس نے اپنے سر پر مو جو دو دن آنکھوں کے راستے آنسوؤں کی صورت بہادیا

اسے اپنے فیصلے پر خود ہی پہنچتا تھا اور ہاتھا کہ اس نے طاہر کو کام پر لگا دیا تھا
طاہر بھی اتنا بے وقوف تو نہیں۔ اس نے سوچا اور ان پر تقدیر ہو کر بھینج رہا۔ تمام راستے ہد
تینوں سے فس بھیں کر کے جاتے رکتی آئی تھی۔ اس دوڑان اس نے پہاڑی راستوں پر ڈرائیور
کرتے ہوئے دو تین مردج کی بات پر تقدیر بھی لگایا اور ایک مرد تپہ تو شیر گھنگ پر اس کا ہاتھ دراستہ رسا برپا
اور تینوں سبھم کر دے گئے۔

”اے اسٹریکنڈرنے والی کہاں سے؟“

۱۷۔ نے گاڑی کو سدھے کرتے ہوئے کہا اور تینوں خواہ بتوہ مکرا دیے۔

تریست گاہ پہنچ کر وہ رک گئے۔

گاؤں کے ڈیش بروڑ سے اس نے تخت کھال کر بونٹ پر پچا دیا اور انہیں ہاتھ کے اشاروں سے سمجھنے لگی کہ کون کون سا ہرگز کہاں ملکن پے جس کے بعد اس نے مسلم اور مخفی کوڈی مدمد کر جانکل اور پیازی راستوں روشن کر دیا۔ سب نے اپنی اپنی گمراں آپس میں ملا کی تھیں۔ انہیں اپنا پناہ کام بھمل کر کے اس جگہ واپس پہنچنا تھا۔

..... دلوں طاہر کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی اپنی منزل کی طرف چل دیئے۔
..... زمک، استائیکی کراچی جس کے بعد انہیں الگ ہونا تھا۔

وَالْمُؤْمِنُونَ

”میڈم طاہر پر محظی یادہ ہی مہربان نہ کس اور کس لیا؟
اجاںکے شہزادے نے سلیم سے کہا۔

سلیمان کا دل و حکم سے رہ گیا۔ اسے بہت سوچ کر جواب دیا تھا۔ وہ قلمخا یا شار
دینے کے لئے تیر میں تھا کہ وہ اور طاہر ایک ہی ہیں۔ البتہ ایک بات کی اسے بک سمجھا گئی تھی
کہ اگر واقعی طاہر نے کامنی کو شکست میں اتنا راحتی تھا تو گزر یہ احتیاطی نہ خود کر سکتا تھا اور تھا کافی
ایسا کرنے کا خلوٰہ مول لے سکتی تھی۔ اکامنی طاہر میں ضرورت سے زیادہ رذپی طاہر کر رہی تھی جو اور
خیل کے ساتھ مل رہا تھا۔

اس روپتھ کے بعد وہ اٹھیان سے اس کی بائی میں ہاں ملا سکتا تھا۔

ہو۔ اس نے معمول کے مطابق پکنے سے پہنچنے تھے جو ہم اور جیکٹ پر مشتمل تھے، کیونکہ اب وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ رحراست پر چارہ رہی تھی۔

کامی نے ان ترمیمی کپوں میں آنے کے بعد خود کو گورت کہتا ہی پھر دیا تھا لیکن آن ایک طریقہ ہر سے بعد اس کے اندر کی گورت کو جیسے تلاہ برلنے دوبارہ زندہ کر دیا تھا۔ اس نے بھی یہک اپنی کیا تھی معمول کی فہرست کریم ضرور استعمال کیا کرتی تھی لیکن آج چنانے کیوں اس نے اپنے سلک بھی لگائی تھی۔ عموماً وہ اپنے گمراخت کے وقت جاتے ہوئے یا پھر جتنے دن اپنے گمراٹی اس ہر سے میں اپنے سلک لایا کیا کرتی تھی یا پھر کپ کے باہر کی یا ڈائرہ دون میں شہر میں کی تقریب میں شرکت کرتے ہوئے۔ اس طریقے کی پہلی بارہ توں کو سرفی لگانے کا یہ اس کا سلسلہ موقوف تھا۔

جب وہ طاہر کے کمرے میں پہنچتا تو تمیں ہی حرج ان رہ گئے۔ طاہر کے لیے جو رانگی کی بات اس کا لا پڑوا ہو تھا کیونکہ جمع ہی انس نے طاہر کو خوفناک طریقے سے کہا تھا اور اب خود تمام اعتمادیں ہالائے طاق رکھ کر بے تکلفی سے اس کی بانیوں میں باعثیں ڈال کر اسے بے ہر لے جا رہی تھی۔

www.4800.com

سلم اور حق ہونتوں کی طرح دونوں کے بیچے آ رہے تھے۔
”اللہ خیر“

سلیمان نے دول ہی دول میں کہا۔ ”کہنیں اپنی آئینیں لگائے کوئنا جائیں۔ یوں لگتا ہے طاہر نے پچھنیا وہی چند باتیں ادا کاری کروئی ہے۔“

۱۰

بے احتیاطی !.....

طایف خود را بازیگر رشاد ابراهیمی

روائی پر اس نے طاہر کو اپنے ساتھ بھیجا تھا اور ان دونوں کو پچھے۔ سلیم پر گھبراہٹ
ماری ہو رہی تھی۔ اسے یقین ہو چلا تھا کہ اب شاق کے لیے کوئی حریم بیوٹ ٹالش کر چکل نہیں
کہا گا اور وہ کسی بھی لمحے مبارکہ میں کسی کے لئے جا نہیں گے۔

"ہاں بھی اپنے اپنے تھیب ہیں۔ بھلی سرتہ دہاں راجستھان میں ہمارا بھی دل لگ کیا تھا۔ اس مرتبہ تم بھی ہو رہے گے۔ بہر حال بھی تو کافی عرصہ باقی ہے۔ بھی بھی محروم تو صحن رکھا جائے گا۔ دیسے ہے سالی پانی"

اس نے مختار کی طرف دیکھ کر آنکھ دبائی۔

مختار کے لیے اس کا جواب بالکل غیر متوقع تھا۔

لیکن

دہناریل رہا۔

اب وہ کم از کم پوسال کوش و ریقین کے ساتھ سب کچھ تھا۔ سکھ تھا اور پوسال کی طرف سے تقدیری اور شراب و خباب کی صورت میں اسے خاصاً اعتماد کیا تھا۔

"ہاں ہاں واقعی اپنی اپنی تھست ہے۔"

مختار نے بھلہر خٹکی آمد بھری۔

اور

دوفون اگل ہو گئے۔

اب انہیں ایک گند اگل گزارنا اور اپنے اپنے ٹارگت بہت کرنے تھے۔ دوفون نے اپنے اپنے واکی تاکی چیک کے اور کامی کو روائی کی تکلیف دے کر اپنی اپنی منزل کی طرف مل دیئے۔

"تمگرائیجے کیا؟"

کامی نے ان کے دہاں سے بخوبی طاہر سے کہا۔

"جیں، لیکن....."

طاہر کو مجھ نہیں آرایتی کر کیا کہے کیا نہ کہے۔

"مجھی میں نے سوچا جب بیار کیا تو ذرا ناکام تھا۔ ملے کے بعد میرے اچاک ہی خیالات بدل گئے۔ جب تھم میرے لیے اپنی جان کی روادہ منگل کے تھیں تو میرے قدمیں کیوں کروں۔ بھاڑا میں لگنی تھام احتیاطیں اور وہ پوسال اور یہ تھما رجا سوں۔"

کامی کی عکار بہت کسی اور بات کی چلتی کھاری تھی۔

طاہر ابھی بھک ابھن کا فکا تھا۔

"کامی خدا کے لیے جس قسم کر، تم جانتی ہو مجھے تمہاری زیادہ فکر ہے۔" اس نے کہا۔

دیں۔

اور.....

کامی پر بُٹی کا درود پڑ گیا۔

بُختے بُختے وہ طاہر سے بُخل کر ہو گئی اور اسے اپنے ساتھ گھٹتی ہوئی جیپ کے زد بکھی ایک بُڑے پُچھر پڑ گئی۔

○ ○ ○

"طاہر مجھے تمہارے ساتھ گھٹت کا اعزاز کرتے ہوئے شرم دیگی ہو رہی ہے۔" یقین جانتا میں نے زندگی میں بھی اس اعراض میں سوچا کیا نہیں تھا۔ میں اپنے کام کی زندگی میں بہترین احصیب تھی۔ محنت آئندہ میں تھی لیکن محنت کرنے کا شاید وقت ہی مجھے نہیں ملا یا پھر کوئی مجھے حشرتی نہ کر سکا۔ کام کی زندگی قسم ہوئی تو اپنی ایڈو پرینڈ طبیعت کے ساتھ میں نے یہ پڑھا اختیار کر لیا۔ یہاں اپنی تربیت کھل کرنے کے بعد مجھے فیصلہ میں بُختل ایک سال کام کرنے کا موقع ملا جس کے بعد مجھے اس کام پر کام دیا گیا۔ جب سے اب تک مختلف خرچے کاری کیوں میں بیری ڈیوبی کیتی رہی ہے۔ میرے کام سے خوش ہو کر مجھے "بُذاری کچپ" میں بُخت دیا گیا۔ یہ کسی بھی لڑکی کے لیے ہوا افراد ہوتا ہے۔ میں شاید واحد لڑکی ہوں جنے تھے عنی سال کے اندر اسی کچپ میں بُخت دیا گیا۔ اس دو ماں میں نے ورنوں خرچے کاروں کو روشنہ دیا ہے۔ یہ بھری ڈیوبی ہے۔ مجھے وقت آئنے پر دلشیز بُدا کے لیے کسی کی بھی سیوا کرنی پڑتی ہے۔ طاہر ایسا بھی کہا تھا کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ میرے انسرکمزروں نے مجھے بتایا تھا کہ اپنے شاہزادوں کے مطابق ہمیں اپنی جنم بھوپی کو بچانے کے لیے اپنا شریر (جم) بھی "چاکنا" پڑے تو یہ ہمارا کوتے (فرض) ہے۔ میرے لیے یہ سب کچھ ہے۔ "گریجو" (خرچ) کی بات دیتی ہے۔ میرے باس نے مجھے بتایا تھا کہ ہمیں کوڑا زمرہ کام سے بہت خوش ہے اور اب وہ جمری اور وہ سُنگ کے تھیں تو اس سوچار ہے ہیں۔ مجھی تھی بھی زندگی تھی میں اس سے مطلقاً نہیں تھی۔ میں کسی دھارک (ڈیہی) نہیں رہیں سکتا۔ میرا سارا پر یار بہت دھارک ہے۔ کچھ عرصہ پہلے میری کسی بات سے اراضی ہو کر بھری

مودی نے کہا تھا "مجھ پر دبیوی ماں کا شرپ پڑے گا۔ جب میں نے اس بات کو انہم بھیں جاؤ گا۔ ابے معمولی بات سمجھ کر ظفر انداز کرو دیا گیں اب مجھے لگتا ہے مجھ پر دبیوی ماں کا شرپ پڑے گیا ہے۔ تمہارے ساتھ ملاقات کے بعد مجھے لفظیں نہیں تھیں تمیری زندگی میں کسی پر مقام حاصل کرو گے جو آج سے ساتھ آئے گے اسال پہلے کسی ہندو نوجوان کو حاصل کرنا چاہیے تھا۔ تم نے مجھے لاچا کر دیا ہے طاہر۔ بے مس کر دیا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ بے ساختہ رو روی۔
ٹاہر کو بوس لگھیجیے کسی نے پورے زور سے اس کے دل پر گھونسر سید کر دیا ہو۔ جیسے کسی نے اسے اچاک اس طرح سے چھوڑا ہو کہ اس کے پہن کارواں روواں کا پائیٹ لگا۔
اس کا دل نچانے کیوں بھرا آیا۔
"یہ اداکاری کسی اس طرح حقیقت کا روپ بھی دھار لے گی۔"
یہ سوچ کر وہ اڑا گا۔

اسے بیوں لگھیجیے اس نے کامنی سے جو کچھ بھی کہا تھا وہ حق تھا جیسے اس نے سہم کی مشادرت سے اداکاری نہیں کی۔ دراصل اپنے دل کی آواز کامنی تک پہنچا دی تھی۔ زندگی کے دوں سال اسی پیشے میں گزارنے کے بعد
دہتوں خلڑا ک اور جان لیوں اہمات مر کرنے کے بعد
اپنے ملک وطن کے لیے کارہائے نہایاں انجماد دینے کے بعد
ایک روز

اس طرح پلاخڑوہ "را" کی تربیت یافت کسی فاحش کی زلفوں کا اسیر ہو گائے گا۔ یہ
پچتاہ الاں کی جان کو آ کی تھا۔
"نہیں۔ نہیں۔"

اس نے خود کسلی دیجے ہوئے کہا۔
یہ تو ہمدردی کے چند باتیں۔ شاید اسے کامنی اگر واں کی بے بھی پر جم آ گیا ہے۔
شاید اسے ہمدردی ہے اس سے یہ محبت نہیں۔ اس نے سوائے اپنے علمیں من کے اپنے ملک و ملت کے اپنے کاڑ کے اور کسی سے محبت کرنا سکھائی نہیں تھا۔ یہ تو ملن سے اس کا مخفی تھا جو اس

نے خود کو رضا کار انتہ طور پر اس خلڑا ک اک فیلڈ میں دھکیلا ہے۔ درست وہ تو آری آ فیسر تھا۔ نوع کا باقاعدہ آفیسر جس کے کریمیت میں کمی کارنا ہے تھے۔ جب کبھی وہ اپنی وردی پہنچتا۔ اس کا سارا سیدان اعزازات سے بھر جاتا جو اس نے یکے بعد دوسرے حاصل کئے تھے۔

○ ○ ○

اختیارِ عمل تھا۔ جبکہ دکھنے والے امتحان میں پاس نہیں کیا۔ اس کا دل نجات کرنے کیوں نہ آیا۔ لیکن..... بڑی مردگانی سے اس نے اپنے آنسو بند کر

۔۔۔

دلوں نے بھی آنکھوں سے ایک دسرے کی طرف ریکھا اور دو قوں سکرا دیئے۔ اس لئے کامنی کی آنسوؤں سے بھی سکراہت نے اسے ایک بھی زندگی کا احساس دلایا۔ کامنی اب ہار ہو چکی تھی۔ اس نے طاہر کو سب کچھ تادیا تھا اور اسے کہا تھا کہ ”اب ہے ایک ”بچٹل کیس“ کی جیشیت سے اس کے مکمل اختیار میں آپ کا ہے۔ کماز کم ہماری دوران تربیت وہ کامنی سے الگ نہیں ہو سکتا۔“

”اور اس کے بعد.....؟“

نجات کی طاقت نے پتھروں دچاچے ہوئے بھی طاہر کے منہ سے کھلوا دیا۔ طاہر بھگوان کے لئے یہ بات دوبارہ کبھی نہ کہنا۔ بکھر نہ کہنا۔ مجھے آج میں ہی یعنے دو سرف آج میں۔ کل کیا ہو گا؟ مجھے یہ سونت ہی مذاہلے کی۔“

اس کی آداز طاہر کو کہیں دو راتیں کے پار سے سنائی دے رہی تھی۔ اس لمحے وہ بالکل بدی ہوئی کامنی تھی۔ جبکہ دن طاہر سے بات کر رہی تھی اس کے چہرے کی رنگی اور جلا لکی کی وجہ ایک عامہ میں مصوبیت سٹ آئی تھی۔ یوں لگتا تھا ہیسے ہی سب کچھ خوبیوں کی سری اور طاقت اس سے کوواری ہی

۔۔۔

دلوں خاموشی سے ماسنے پہنچا پر سورج کی روشنی سے سرخ ہوتے بیز درختوں کو دیکھتے رہے۔ دلوں ہی خاموش تھے۔ دلوں کے پاس کہنے کو بہت پکھا تھا لیکن دلوں کچھ نہیں کہہ پا رہے تھے۔

”آدمیہا“ ہم سک ”مکمل کر لیں۔“

اس نے شرٹ کی آستین سے اپنی آنکھوں کی فحی صاف کرتے ہوئے کہا۔ ”چلو۔“ بوجھل دل سے طاہر نے کہا اور دو دلوں پہنچا لیں سطھ میں داخل ہو گئے۔ طاہر کی بجائے اس کا سارا کام وہ خودی کرنی تھا جاری تھی۔ شاید وہ پوسال کے لئے کوئی بہانہ بھی نہیں تھا جو ناچاہتی تھی۔ اپنے تجریبے کی بنیاد پر اس نے ایک گھنٹہ کا یہ کام بے شکل آدھ گھنٹوں میں مکمل کر لیا۔

وہ اپنی یونیٹ کا مایہ ناز کھاڑا و تھا۔

مجھہ احتول کارہ نے اس سے دابست تھے۔

اور.....

آن..... آج یہاں ایک لڑکی کے سامنے وہ تھیڑا دل رہا تھا۔

یہ لڑکی کسی حزل نہیں تھی۔

یہ ترستے کا کوئی سنگ میل ہو سکتا تھا۔ وہ عشق کرنے نہیں ہوا رہی کچھ کو جاہ کرنے آیا

تھا۔

میں اتنا کمزور ہیں ہوں کامنی اگر وال۔ مجھے اپنا شن پورا کرنا ہے۔ میں تمہارے ساتھ وہ تمام خوبیں کارہ کپ ایک ایک کر کے جاہ کر دوں گا۔ جن سے تربیت حاصل کرنے والے میرے ملک کے آسمان کے سارے پیرے ملک میں جاہی وہرہا دی پھیلارہے ہیں۔ فرشت کی فصل بورہ ہے ہیں۔ سلامتی کے لئے جیجن گئے ہیں۔“

اس نے اپنے ہرم کو ہر لامی اور بڑے مسٹو طقد مولیں پر کھڑے ہو کر کامنی کے کندے پر دلوں ہاتھ مر کر دے گئے۔

”کامنی اگر میرے کسی میں سے جیہیں دکھا ہوں ہے تو مجھے معاف کر دینا۔ یہ میرا غیر

پھر طاہر کی جانب متوجہ ہوئی جو حکم زدہ مہول کی طرح اس سے بندھا چلا آ رہا تھا۔

"کیا بات ہے پریشان کیوں ہو رہے ہو؟" اس نے بے تکلفی سے طاہر کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر کہا۔

"کچھ نہیں۔ سوچتا ہوں کہ مجھ سے کوئی نیادی قسم کی بحث ہو گئی۔ خدا جانے یہ سب کچھ....."

اسے اپناء عایان کرنے کے لیے مناسب الفاظ اپنیں لے رہے تھے۔

"میں نے قویادی کی شکایت نہیں کی مہارا ج۔ اور اس کیلیں کام اغاز بھی آپ ہی نے کیا ہے۔ اب خود ہی بھاگ جائے کے چکر میں ہو۔ طاہر اب تم بھاگ نہیں پاؤ گے۔ یاد رکھنا۔"

اس نے گیج سے لچھ میں کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جیپ کی طرف واپسی میں دل دی۔ دونوں جیپ کے پاس کافی دیر بھٹ خاموش کمزور رہے۔ ایک درستے سے بہت سکھ کئی خواہش کے باوجود ان کے پاس مناسب الفاظ اپنی فہمیں تھے۔ طاہر سوچ رہا تھا کہ اپنی کام کمل کر کے جب وہ چلا جائے گا تو کافی پر کیا گزرے گی۔ اور..... اس کے ساتھ طاہر کے بعد جو چکہ ہوتے والا تھا اس کا تصویر یہ اور ازدحام تھا۔ طاہر نے پہلی مرتبہ خود کو جیب سے ٹھنکے کا شکار پایا تھا۔ دونوں چکوں دری اور اہر کی پاتیں کرتے رہے۔

کافی نے اس دوران آئندہ کے لائق میں سے آگاہ کردیا تھا اور خصوصاً سے سمجھا دیا تھا کہ اسے پوسال سے تھا اور باقی معلومات سے کافی اگر وال نے کہم پہنچا دی تھی۔

اس کی نظر کے خاتمے پر اس کے دل و دماغ نے پوسال کے لیے کم از کم سزا میتوں تجویز کی تھی۔ کافی اگر وال کی زبانی اسے علم ہوا تھا کہ اس کے لیکھ میں "محض اگر اپ اور ہاشم پھیلانے والے درستے و اعفات کا بانی ہیں پوسال ہے" جس نے روی کمانڈوز کے سماج کے تینی بی کے زیر سایہ تربیت حاصل کی تھی۔ جہاں اسے زندہ جانوروں کو اپنے ہاتھوں سے مار کر اس کا خون پینی کی تربیت دی گئی تھی۔

جہاں اسے دو دہائی کے گئے جنگلات میں جھوکی پڑے، درختوں کی چھال اور جانوروں سے پہنچ کی آگ بھانے کی تربیت دی گئی تھی اور وہاں سے اپنے اندر سرات کرنے والی ساری

درندگی وہاب پاکستان کے خلاف استعمال کر رہا تھا۔

کافی نے اسے بتایا کہ دوشت پھیلانے کے نت میں طریقے کالا کمپنی پوسال کا کام ہے اور اسیں اسی کے کسی بھی کریں سے زیادہ مراعات اور اختیارات کا مالک ہے۔ اس کیچھ میں موجود "را" کی معنی بھی لزیکاں ہیں ان میں سے کسی کی بھی یہ بجاں نہیں کہ اس کے عمل کی سرتاسری کر سکے۔ اس نے طاہر سے صاف کہہ دیا تھا کہ پوسال کو اگر واقعی یہ بھک ہے کہ وہ کافی میں دلچسپی لے رہا ہے یا کافی اس میں دلچسپی لے رہی ہے تو وہ کسی مقام پر خاطر میں نہیں لائے گا۔ نہیں کہ پابندی کے نام پر طاہر کچھ بھی کرے گا ایں اپنی شیطانی فحافت کی وجہ سے وہ ان دونوں کے لیے بے پناہ سماں پیدا کر سکتا ہے۔ انہیں اپنے انتقام کی آگ میں انہوں کو کار بھی کلکھ لے کر کھا کر کھا دیں۔

کافی نے اسے بتایا تھا کہ "آف دی ریکارڈ" کسی بھی کارروائی پر پوسال سے کوئی پوچھ چکر نہیں ہو گی۔

طاہر جانتا تھا کہ کافی اسے خوف زدہ نہیں کر رہی ہے بلکہ اسے ہوشیار کر رہی ہے اور اس نے سوچ لیا تھا کہ جب سانپ کے مل میں ہاتھ دے دیا ہے تو پھر ذکر کس بات کا جو وہاں دیکھا جائے گا۔ مثاق اور حکم اپنے مقرر و دقت پر موال کا ٹھکر چکھے تھے اور ایک مردی پھر کافی اگر وال اپنے خود ساختہ روپ میں واپس آگئی تھی۔ جیسے کہ بھائی ہوئی وہ انہیں کہپ میں واپس لے آئی۔

○ ○ ○

"میں نہ۔"

پوسال نے اپنے سامنے دھرے کریں بھائی کے تازہ ترین آرڈر پر ایک نظر ڈالنے کے بعد کافی کو اس طرح زمین پر دے مارا چیز اپنی دانست میں وہ طاہر یا کافی اگر وال کو زمین پر ٹھیک رہا ہو۔

"سائی نے اپنی ارادت بھانے کے لئے اب یہ بہاذ بر اٹا شاہے۔"

اس نے کافی کو گال دیتے ہوئے کہا۔ اسے بیرون ہو چاہتا کہ جو کچھ بھی مبتدا تھے کہا تھا اور جو تھا۔ اب اس نے اپنی اگلی سخت عملی طے کرنی تھی۔ اس بات کا تو سوال ہی نہیں اختتا تھا کہ وہ کافی یا طاہر کو معاف کر دے۔ اس کے نزدیک اس جرم کی کم از کم سزا میتوں

طہار نے اغازادہ کالا لیخا کا کامیاب راکے ترقی مراکز کے پہنچانا سوائے ایک چند بانی
جادویت کے اور کچھ بیٹیں۔ وہ امیر سے مکمل عورت تھی۔ ایک بھرپور شرقوی خودت بجز دنگی کے پیغمبر
پیغام علی کی بجائے دل سے کیا کرتی ہے۔

اس نے یہ فصل بھی دل ہی دل میں کیا تھا جس کا خیال ہے آج تک بھت رہی تھی۔ طاہر نے اندازہ لایا کہ ان تحریری کیپوں میں وہ جو بھی خدمات سر انجام دے رہی تھی اس میں ”دش سیدا“ کا جنپر کم اور خوف کا ضرر زیادہ شامل اور نمایاں تھا۔ شاید اسے علم تھا کہ ایک مرچ را کی اکیڈمی سے سندھ کا مطلب ہے کروپ میں پھنس جانا۔ اب اسے ساری زندگی اگر کرواب عین میں چکر کا نئے بر کرنی تھی۔ اس نے پونکتاپی مرٹی سے اس دلدل کا احتساب کیا تھا اب یہی ہے دوا کے بڑھ رہی تھی اس میں اور زیادہ حصہ چل جا رہی تھی۔

طاہر سے متعلق پچھلی خیالات کامی اگروال کے بھی تھے۔ اس نے بھی اندازہ لگایا تھا کہ قوتی جذبہ اسیت اور معاشری تہذیبوں کے خلاف اپنے دل میں پیدا ہونے والے انتقام کے اندر ہے جذبے نے اس نئیم کی طرف دھکیل دیا ہے۔ جہاں اس کے لیے سوائے ذلت اور روت کے پچھلیں ہے۔ بھی بھی اس کا حقیقی چاند تھا کہ وہ طاہر کو یہاں سے بھاگ جانے کے لیے کہہ دے۔ اس امکناں کے بعد کہ اسے طاہر سے محبت ہو گئی ہے اسے اندر ایک عجیبی تھی کہ اس احساس ہوا تھا جیسے کسی نے شرائیاں کر کے اس کے اندر خداویں رکھ دیا ہو۔ اپنے دھرم کے متعلق اس کے چند باتوں اور نظریات اس سے یا اس کے مگر اولادوں سے بھی ڈھکے چھپے ہیں تھے۔ پھیجنیں ہی سے حرث انگیز طور پر وہ اندر جائے سے بچا جائی تھی۔ اب تہ اپنے گھر سے کوئی فاتحے پر بیباہی سرکار کے مزار پر والی منظر و پرچی جیسا کرتی تھی۔ کفر والے جب میں کوئی کھجتھے اور خود کا کامی بھی بھی خیال تھا کہ اسے سیورڈ سے دیکھی کی وجہ سے قوالي پسند ہے۔ اور میں کھوٹ سے ”بابا جی سرکار“ کے باس لے جانا کرچک تھا۔

گزشتہ چھ ماں سے اسے بابا ہی سرکار کے پاس بھی منتقل چار پانچ مرتبہ جائے کا موقع لاقھا۔

اس نے دلوں کو سارے موت دینے کا سہم اداہ کر لیا تھا۔ اسے اپنے ارادے کو علی چامد پہنانے کے لیے مناسب وقت کا اختیار تھا۔ اگلے دوں بارہ روز اس نے معمول کی رتیں لگائیں گے اور دیے۔ اس دوران اس نے کبھی طاہر کو ایجتیحہ نہیں دی تھی اپنے وہ اس کے ساتھ کامی اگر وہ اس کے ساتھ ہجود و فنا کرنے پر وکرتا رہا تھا۔

ایک درجیت قطعہ اسی کا خون بھی مخواہ کیوں نہ کر دے اب کامی سے سختلی پر کچھ چیز دغدیر چند باتیں کا دنگار بننے لگا تھا۔ میں کامی اور پریمیم کی تینی سے دی کی ہدایات کے تحت اس نے خود کو اپنارکھا۔ سیئر کوس نے اُنکے لئے کم صرف وفات سے آگاہ رکھا۔

اس دو ران کا نئی اسے قریباً ہر دوسرے تھے جسے دوڑا کیلے اپنے ساتھ "لا گک" کہا جائے پر جانی تھی اور گزشتہ تین چار بار دوسرے طاہر گکپ کے کاری بے اہر تھے جسے عدوڑا گک سیت سنہاں لے لتھا۔ دو جان بورگ کرکی نظیلہ باری میں بر جاتا اور کامی اسے بول کری۔

طاہر اس دوران اس سے قطلا راستے کی تعمیلات اس طرح جان لیتا تھا ہے جو سب معمول کی پاتنی ہوں۔ قدرت اس کے لیے خود اسی آسانیاں فراہم کر رکھی۔

تمن پار مرچ بکپ سے باہر فیرہ دوں کے پیازوں اور جنگلوں میں سے گزرتے راستوں پر سڑکر کے بعد اسے اکبر کپ کے چاروں طرف فرار کے راستوں کا علم ہو گیا۔ اب وہ بڑے اعتماد سے بھاگ سے باہر نکل کر تھے اور کوئی بھی راست اقیار کر سکتے تھے۔ بھی بھی طاہر کامیابی سے طامت بھی کرنے لگا تھا کہ وہ کہیں اپنے مقصد کی بجا آوری کے لیے کامی اگروال پر قلعہ نہیں کر دے گا۔

وہ جانتا تھا اس فرار کے بعد "را" کامنی کے ساتھی ہی سلوک کرے گی۔ اسے کامنی پر بہت رحم آتا تھا۔ لیکن اپنے مشن کی مقدمہ یت کے سانے اسے یہ تمام جذبے لیچ دکھائی دیتے۔ کامنی کو شایدی باہم کرنے کا حکم خدا چاہیا بروں لگا تھا جیسے اسے نعمی نے چلی مریضہ بپکھ کر دیئے کا موقع دبا تھا اور اب وہ اسے کہوں انہیں چاہتی تھی۔ اس نے اپنے بھیجن سے رائک ساری کہانی طلب کرنا وادی تھی۔

سیم کو کپ میں چھوڑ کر اپنے معمول کے طالب دوبارہ واپس جا رہے تھے اور پہاڑی سلسلے کے ایک درجے علوٰ گوشہ نیافت میں قدرتی گہماں کے فرش پر آتی پاتی بارے بیٹھے ہاتوں میں مشغول تھے تو اچا ایک فی طاہر کے لئے ہوئے بالوں میں اپنی الگیوں سے لگھی کرتے ہوئے کامی نے انکی بات کہہ دی کہ طاہر بے اختیار کر سیدھا چاہیا۔

”طاہر کسی بھی میر اول کہتا ہے کہ تم یہ سب کچھ خاطل کر رہے ہو۔ یا شاید تم وہ نہیں ہو جو تم
طاہر کو کھائی دیتے تو۔ ان دلوں میں سے ایک بات تھی ہے تکلی یا درسری۔ اگر تم نہ گھمی تھا تو چاہو تو
بھی یہ بات صحیح ہے کیونکہ بھی بھی میری جھمنی میں مجھے بالکل بھی بات کہہ دیتی ہے۔“ اس نے
اپا ایک کہا۔

طاہر کو تو ایک دفعہ زور دار جھٹکا لگا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ سچل کیا۔ ”ہاں کامی تم صحیح
کہی ہو۔ میں بھی بھی تھا میرے تحفے میں مان کر تھا ہوں کرم جو کچھ کھائی، میرے ہواؤں
میں وہ نہیں ہو۔ یوں لگتا ہے مجھے تم نے زبردستی اپنی تھیت پر کوئی خل چڑھا رکھا ہے۔ تم جھیں
لڑکی کا تھاپ اپنے کاموں کے لیے میرے خیال سے تو مناسب نہیں۔ کہاں یہ مار دھاڑ، قلن و
غارست گزی اور کہاں تم۔“

اس نے اپنی دانت میں سچل کر جو بیلی حملہ کیا تھا، لیکن..... اس روز جغا نے کامی
کو کیا ہوا۔ وہ موضوع بدلتے پڑتا گئی۔

”طاہر میں جاتی ہوں کرم یہ بات ہائے بات کر رہے ہو۔ میں یہ بھی جاتی ہوں کرم
بھی جو نہیں ہتا تو گے لیکن مجھے تھا کالم ہے۔ میں وہر میں کچھ ایسا دھوٹ اور نہیں رکھنی، لیکن مجھے
یوں لگتا ہے مجھے کوئی لیکی تھی تھی دے دی ہے جو مجھے ان باقتوں سے آگاہ رکھتی
ہے۔ طاہر تم گھبرا دیں۔ اگر بھی وہ کچھ تھا مجھی کلا جو میر اوجдан کہدا ہے تو بھی میں شاید دل
کے ہاتوں اپنی چیزوں کو کہچھ نہیں کر پاں گی۔ جس کے لیے مجھے تھوڑا ملتی ہے۔ اور جو میرا
”کرتے“ (فرش) ہے مجھے نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے۔ یہ کہتے ہے اس کی آواز بھل ہو گئی۔

طاہر انکو کہیجئے گیا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہے کامی کھڑی ہو گئی۔ ”آؤ کہیں اور چلیں۔“ اس نے
زبردستی اپنی آنکھوں میں آئے آنسو روکے ہوئے تھے۔

”کامی تم“ طاہر نے کچھ کہنا چاہیا کامی نے اس کے مندر پر انکی رکھ کر نامہش
کر دیا۔

”باتی ہاتھ پھر بھی۔“

یہ کہہ کر وہ طاہر کا تھک کر اسے قرباً کھینچنے ہوئی جیپ سبک لے گئی۔ درايجنگ بیٹ پر
وہ خود پہنچی تھی۔

جیپ کا رخاب ذیروں دون شہر کی طرف تھا۔ طاہر کچھ گیا تھا کہ کامی اسی ہوٹل کی طرف
لے جا رہی ہے جہاں وہ اس سے پہلے بھی درستہ جا سکتے تھے۔ جہاں وہ اسے بیٹھنے خصوصی
”ٹریٹ“ دینے کے لئے لے جایا کریں تھی۔

”کامی تم میری وجہ سے پر بیٹاں ہو گئی؟“

قریباً دس منٹ کی سلسلہ نامہشی لے بعد طاہر نے شپ ریکارڈر کا ہٹن آف کرنے
ہوئے کامی سے پوچھا، ”جس کو کامی نے شاید گھنکوئے سے بچے یا اپنے بڑبادت چھپانے کے لئے
جیپ میں پہنچنے والا تھا اور جس کی آواز طاہر کو لٹکی دے گئی تھی۔“

”طاہر زندگی تھی بھی ہے بھتی بھی ہاڑا ساتھ ہے۔ یہ بات دبادہ بھی مت کہتا۔ مجھے
اس سے بہت دکھو گا۔ میں اپنی نہیں تمہاری وجہ سے پر بیٹاں راتی ہوں۔ تم تم..... میں کیا
کر دوں۔ میں جھیں کیا لوں۔ طاہر اس دنیا سے نکل جاؤ۔ تم ہو کے کھاکا ہو جو پوچھ کر رہے
ہوں غلط ہے۔ ایک دن غلط۔ کیا سماڑتے سے انتقام لینے کے لیے کوئی اپنے گھر کو آگ لے دیا کر رہا
ہے۔ وہ کیسا انتقام ہے طاہر؟ تم اپنے دلش کے چھوٹے چھوٹے بچوں کا پہنچنے سے قتل کر دے
گے۔“

اس نے اچاک ہی جیپ سڑک کے کنارے ایک درخت کے پیچے رک دی تھی اور
طاہر بھوچکاں اس کے مندر کی طرف لگ کر گرد کھدمہ ادا کرنا۔ اسے نہیں آرہا تھا کہ اس کے کان جو کچھ
کن رہے ہیں وہ وہ اپنی کامی اگرہ وال کے منہ سے برآمد ہو رہا ہے۔

”طاہر جران نہ ہونا“ میں اپنے دلش سے ضاری کر رہی ہوں۔ مجھے اپنی کی طرف
سے جھیں صحت کرنے کی نہیں جھیں ورغلہ کر تمہارے ہاتھوں تمہارے ہی بھائی بندوں کے
خلاف چاہی پھیلانا کی خواہ دی جاتی ہے، مجھکو ان جانے مجھیں کہاں سے میر اخیر زندہ ہو

دی۔ اپنے وہی بیک سے شیشہ کاں کراس نے نظر اپنے چہرے پر ڈالی اور اپنی بے بُکی پر شاید خود
تھی سکرتے ہوئے شوہر سے چہرے کو تھیک کیا۔ پھر طاہر جہر اگلی طرف پر ہال ہوتے ہوئے
طاہر کا ہاتھ پکڑ کر نیچے اتر آئی جو بیپ سے نیچے ترا کراس کا دروازہ کو کھرا تھا۔

○ ○ ○

دوسری بھی ہوٹل کے میں گیٹ پر ہی بیٹھے تھے جب میں گیٹ کے سامنے تھن کار بس
کے بعد مگر آ کر رکس اور کسی نے ”بے شری رائیں ہمارا ج کی“ کا نونہ لکایا۔ اس آواز پر
اپا لکھ رک کر کامنی نے اس کی طرف گردن گھمائی۔

ایک مرد سڑی کار سے ”رائیں ہمارا ج“ برآمد ہو رہے تھے اور ان کے پدر و میں پڑھے
چاٹنے ان کے گرد چلتے پاہد ہے مٹا ہئیں ہوٹل کے دروازے تک اپنے جلوسیں لے جانے کی تاریخ
کر رہے تھے۔

”اوہ مائی گاؤ۔ یہ کم بخت کہاں سے آ گیا۔ چل داہیں چلیں۔“ کامنی نے طاہر سے کہا
اور دوسری بھی قدموں پر داہیں گھرم گئے۔

ضرور وال میں کچھ کا لاتھا تھا لیکن طاہر نے یہاں کچھ پوچھنا مناسب نہ جانا اور اس کے
نیچے پار لگکھ آ گیا۔
کامنی نے اپنی گھری میں وقت دیکھا اور جیپ کا رخ شاید کی روسرے ہوٹل کی طرف
کر دیا۔

طاہر چپ چاپ اس کے ساتھ بیٹھا اس کے افصال کا جائزہ لے رہا تھا۔

○ ○ ○

کامنی کے لیے بھی بھیجا ہوا ہے۔ تمہارے ہاتھوں یہ سب کر دانا بھیجا ہیں گلے۔“
بھیج کر دو بھا عادہ اس کے کندھے سے سرکا کر دی۔ طاہر پچا کر رہ گی۔ کہیں یہ
بھیج دیں۔ کہیں اس کی اصلیت جانتے کے لیے ”رائیں“ نے کامنی اگر وال کو اس کے ساتھ تو جس
کا بیبا۔ اس کا دل یہ ہے بات حتمی جس کر رہا تھا۔ لیکن اسے دل کی بیٹھیں عقل کی پڑاہت پر عمل
کرنا تھا۔

”کامنی پلیز ہارل ہو جاؤ پلیز۔ یہم دوسری کے لیے خطرناک ہو گا۔ یہاں کوئی بھی
آ سکا ہے۔ پچھے بھی ہو سکا ہے۔“

اس نے کامنی کی پیٹھ تک پکارا تھا اسے تسلی دیجئے ہوئے کہا۔
شاید کامنی نے بھی اس حدودت حال میں یعنی کامنی اس کو لیا تھا کیونکہ وہ شہر کے نزدیک
آ رہے تھے اور اس سڑک پر پڑھکے آہار نہیاں ہو رہے تھے۔

”آئی ایم سوری۔“

کامنی نے اپنی آسمی کے پل سے اپنا چہرہ صاف کیا اور اس کی طرف دیکھ کر سکر ہوئی۔
آنہوں سے بھیگی اس کی مسکراہت کی تیزی کے اتنی کی طرح طاہر کو اپنے نیچے میں اترتی ہوئی
محسوں ہوئی۔

○ ○ ○

اس مرتبہ اس نے شیپر لیکارڈ آن کر دیا تھا اور اپنی سیٹ پر بدن ڈھینا چھوڑ کر آرام
سے خود کو حالات کے رحم کر کر ہر چیز بیٹھا رہا۔ کامنی کی باتیں تکریب اور میں کے اس کے دل دماغ میں
گوئی پیدا کر رہی تھیں اور وہ مسئلہ ایک ہی کرواب میں پھنس کر رہ گیا تھا کہ کیا یہ کامنی کے دل کی
آواز تھی؟ یا پھر وہ اسے ”زیہپ“ کر رہی تھی۔

گوک بار پاہوڑ پھے اور غور کرنے پر بھی اسے بھلی بات تھی کہ اسی تھیں اس نے
اپنی بھی اس سچائی کو عقل سے تسلیم نہیں کیا تھا اور اپنے آپ سے قتی سے وعدہ کیا تھا کہ وہ دل کی
باتوں پر فی الوقت کان نہیں دھرے گا۔

ڈوبی و دوان آ گیا تھا۔

کیٹ ایسا کے خوبصورت ہوئی ”۳ کامنی“ کی پار لگکھ میں کامنی نے جیپ کمزی کر

تین پارٹس سے چپ چاپ بیٹھا تھا۔

”ہاں شاید۔“

اس نے غصہ کی آنکھ کر طاہر کا منی کو یہ بتانا پڑا کہ اسے بھی انسوں ہو رہا تھا اور شاید وہ بھی آج کا منی سے بہت کچھ کہتا سنتا چاہتا تھا۔

”کم بخت نے ساری شام بر باد کر دی۔“

کامنی نے سرک پر نظری جھاتے ہوئے کہا۔

”یہ سو ایسی بھی جھڑا ج ہے کون؟ اور کوئی بھی ہوا فر۔۔۔“

طاہر کی باتاں حکمل ہی رہی۔ کامنی نے اس کی بات کھاتے ہوئے سمجھ دی سے کہا۔

”ویکھوں ابھی شاید تمہارے ہے سوال کا جواب لندے پاؤں۔ میں یہ سمجھ لو کر تمہارا اس کے سامنے نہ جانا ہی دلوں کے لیے بہتر تھا۔ ویکھو طاہر سربراہ اس کہتا ہے کہ تم کسی خاص مشن پر ہو۔

یہ میں نہیں کہی، اپنے دشیں کی طرف سے یا بھگوان کی طرف سے۔ بہر حال گلکے کہ تم ایک دن اس سب کچھ کو چھوڑ رہا گے۔ کیونکہ تم اسی سب اپنے ان اٹھ ہو۔ شاید تم محض اپنے

اشتعالی جذبے کی تکھیں کے لیے یہاں بک آگئے ہو۔ شاید تمہیں پر ما تھا کسی خاص مشن کے لیے

چادر کر رہا ہے کیونکہ۔ یہ سارا گور کہ دھنہ جو یہاں پھیلایا گیا ہے اس کا مقصد سوائی انسانیت کی جاہی کے اور پکنیں۔ یہاں انسانوں کو جیلان بنایا جاتا ہے۔ اُنہیں درد میں ناکراچنے ہی لوگوں

کے خون سے ہوئی کھلٹے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے اور تم اگر کہ انسانیت کی سخے گر جائیں۔ ابھی مجھے تمہارے اندر وہ درندگی دھکائی نہیں دی جو یہاں آنے والوں میں نظر آتی ہے۔ یا تو تم

بیڑے ادا کار ہو اور میرے ساتھی محبت کا جھوٹا کھل ریا ہے۔ اگر یہی ہے تو پھر تمہیں ایک روز یہاں سے بھاگنا ہو گا۔ کیونکہ محبت کرنے والے اپنے پیچوں کو ہم دھا کر کے نہیں الما کرتے۔

اپنے پیٹے بینے گروں، سکھیوں اور بھائیوں کو ادا کرنیں کرتے۔ تم میری باتیں سن رہے ہوئے؟“

اس نے اچاک ہی جیپ سرک کے کنارے گھٹے درخوش کے ایک ہندز میں کھڑی کر

کے اس کی آنکھوں میں جھاکتے ہوئے کہا۔

طاہر کم کر رہا گیا۔

یہ ادا ہم پر نیا قی خل تھا۔

کامنی کے پیچکے جانے کا انداز اتنا فطری اور اچاک تھا کہ طاہر کو پیچھوے کے لئے سیر پس ہوتا ہے۔ اس نے ابھی تک سو ایسی کی ایک بھلک دوستی سے دیکھی تھی اس کا سر ایسا ایک نظر دیکھنے پر بھی طاہر کے دل دوست پر لکھ ہو گیا تھا۔

”کون ہے یہ؟“

اس نے جران و پر بیٹاں کامنی سے دریافت کیا۔

”لخت تیکھو۔ آؤ چلیں۔“

کامنی نے اپنی دانست میں یہ کہ کر جان چھڑا لی تھی۔

”لیکن۔“

طاہر کا جھنس قائم تھا۔

وہ کامنی کے تعاقب میں کار پارک کی طرف جا رہا تھا جہاں انہوں نے جیپ پار کی تھی، لیکن اس کی آنکھیں ابھی تک دیں جی تھیں۔

سو ایسی اب ہوٹل کے دروازے سے اندر واپس ہو گیا تھا اور اس کے تعاقب میں آنے

والی بھیز بھی اندر رہی تھی تھی۔

دوسری ایک مرتبہ جیپ میں بیٹھے گئے تھے۔

”شاید یہ موسم بھت کے لیے سارہ گاری تھیں۔“

کامنی نے اس کا وھیان ہٹانے کے لیے کہا کیونکہ اس نے فوت کیا تھی کہ طاہر گزشتہ

اسے سچل کر جوالي وار کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اسی سچ کم درست ہے۔ وہ بہر حال مورث اصلیت کی طرف واپس لو رہا تھا۔

دو جانتا تھا کہ اسی سچ کم درست ہے۔
لیکن

کیا یہ اس کی اصلیت انگوٹھے کے لیے بولا جا رہا ہے؟ یا مجھ کامنی اسے احس دلا رہی ہے کہ وہ واپس چلا جائے گا کیونکہ اس کی زندگی کا جواز کسی قلعہ سیارے پر لیندا رکھیا ہے۔
یا اس کی منزل نہیں۔

یہ سراب ہے۔ صراب
کامنی اسے اس دوڑکی دنیا سے خالی دنیا چاہتی تھی۔
اگر یہ تھا تو کامنی اسی لمحے دنیا کی قیمت تیرین نوروت بن کر اس کے سامنے نکلی تھی۔
وہ اپنی زندگی کا ایسا جو اکمل رہی تھی جس میں سوائے ہمارے اور کچھ نہیں تھا۔ جس کا بھام سوائے ایک اڑیت نام مورث کے سوا کچھ نہیں تھا۔

○ ○ ○

طاہر کوہاں وڈ کی وڈ فلیں یاد آئیں جو اس نے دیت ہام کی جگ پر کچھی تھیں جہاں کسی جو اخانے میں ہجرے ہوئے پتوں کے ساتھ ہارنے والے کی کیٹھی پر کہہ کر فائز کیا جاتا تھا۔ کسیگریں میں ایک گھر غریب ہے اور دوسرا بھر ہوا ہے اور ہر دفعہ پتوں کا فرج مردنبے سے تماشیوں کے دلوں کی وجہ کن کس طرح رک چلیا کرتی تھی۔

آن حالات نے اس کے ہاتھ میں خالی سیگریں والا پتوں دے کر کامنی کو اس کے سامنے لا کر کرکے اکر دیا تھا۔

اب اسے کامنی اگر والی کی کیٹھی پر گولی چلانی تھی۔

او۔

اس کا انجام کیا ہوتا؟
وہ بخوبی جانتا تھا۔

اس کے دل نے اسے گرامنیں ہوتے دیا تھا، اسیں آن نجاتے کیوں طاہر کو کاہی ہے۔
اس کا دل اس کا ساتھ پھوڑ رہا ہے کیونکہ جہاں سے کامنی کے مغلیل کیے کے سوال کا ایک سی جواب آ رہا تھا۔

کامنی چکیا ہے۔

وہ اس کی طرح ادا کاری نہیں کر دی۔

کسی کمزور ترین لمحے میں اس نے کامنی کی طرف کو پہنچا دیا تھا۔ وہ مہارانج کا جریمہ چالایا تھا۔ وہ سیدھا اس کے دل میں آز و کر گیا تھا۔

اور.....

اسے احساں ہو گیا ہے کہ دلش بھگی کے نام پر اس کی زندگی تماشا ہیں پھلی ہے۔ یہ نوکری تو دلی اور بھارت کے درسرے ہرے شہروں کے ہوٹلوں میں کرنے والی پیشہ و کال گزار سے بھی زیادہ بڑی تھی۔

وہاں تو ہر کال گرل کو اس بات کا علم ہوتا تھا کہ وہ جنم فرشتی کی قیمت اپنی مریضی سے وصول کر دی۔

اور..... بھاہا۔

بھاہ اس کا جنم ہی نہیں دل و دماغ بھی گردی رکھ کر ان کے آقا اپنی مریضی سے اپنی قیمت پر فرودخت کر رہے تھے اور کئی والی کے ہاتھ میانے ایک بھانام بچھتا دے کے اور کچھ نہیں آتا تھا۔

اپنی دوسرا بہت کی دوستوں کی طرح آن کامنی اگر وال کے ضمیر نے بھی اس سے دریافت کیا کہ ایک طرف تو ان کا درجہ مسلمانوں کو بچھے کہتے ہے اور دوسرا طرف.....

بھارت مانا تا کی اکھنڈتا کے نام پر ان کے جیون کا بیداران (قریانی) کیا جادا تھا۔

انہی مسلمان تو جاؤں کو گراہ کرنے کے لیے ان کے جنم پیش کے جارہے تھے۔ اپنی دلش بھگی کے نام پر حکم دیا جا رہا تھا کہ قلاں الجنت کا بہتر گرم کر کے اسے اپنے دامہ زدیں میں پھسا لوتا کر بچھوڑ تھاری زلفوں کا اسیر بن کر تمہارے اشاروں پر بندروں کی طرح با چارہ پانے تھم نہ ہیوں ہم بظنوں کا خون بیٹا رہے۔

یہ سب کیا تھا؟

آخر ہے بے ہر ماتا (فہمی اور سایی لیڈر) کے دوکار میں چار ہے تھے۔
گذشتہ تین چار سالوں میں کامنی نے کئی مسلمان تو جوانوں کو اپنے نازدیک سے
”غداری“ کے لیے آمد کیا تھا۔

اب تو اسے ڈھنگ سے ان کے ہاتھ میں باخوبی آ رہے تھے۔

اور اس کا چھوٹا سا لیٹا؟

کچھ خصوصی اتنا کچھ لفڑا انعامات... اور ”ایسا ڈپشنٹ“ کا وعدہ
لخت ہے۔

اسے اپنے آپ سے اپنے وحدت سے ہے پھر کام دیا جاتا تھا مگر آئے بھی تھی۔

”کامنی“ میں جانتا ہوں تم مجھے کیا سننا چاہتا ہوں لیکن اسی میں تمہارے کے
سوال کا جواب نہیں دے پا سکا۔ دراصل ہر سوال کا جواب اتنی جلدی دیا بھی نہیں جاسکتا۔ بہت
سے سوالوں کے جوابات وقت دیا کرتا ہے۔ ہاں ایک بات میں ضرور کہوں گا کہ وقت جلد آنے
والا ہے جب حبیب ان تمام سوالوں کا جواب ضرور ملتے گا۔ میں تمہیں صرف ایک بات کا لفظ دلا
سکتا ہوں کہ میں تمہارے ساتھ زندگی کے آخری سالیں تک قلعہ رہوں گا اور یہ میں نے محبت
کے تین چند بات کا اطمینان کیا ہے، ممکن ہے وہ پہلی محنت ہی ہوں لیکن یہ بھیری زندگی کا سب سے
بڑا حق ہے اور اس حق کی بھیجی قیمت ادا کرنی پڑے نہیں ضرور دا کروں گا۔“

اس نے کامنی کی آنکھوں کے راستے اس کے دل میں اپنے الفاظ کے ذریعے سچائی کی
اسی طاقت اتاری تھی۔ جس نے کامنی کے دگھاتے قدموں کو مضمون کر دیا۔

اس کے دل دماغ پر تھی طوکر دیہات کی گہری وحدت ہے سورج کی چیز کرنوں کے
سامنے اپنے تحلیل ہو گئی۔

اب سامنے کا مistrad اس تھا۔

کامنی کو اپنے تمام سوالوں کے جوابات لگتے تھے۔ کو کہ یہ ”آں دی ریکارا“ جوابات نہیں
تھے۔

طاہر کے مدد سے لئے ایک ایک لفڑ کی سچائی نے اس کے اندر پہنچنے خوف اور دوسروں
کے سارے اندریوں کو پاٹا لیا تھا۔

اب وہ بیڑے صاف اور واضح ذہن سے کوئی بھی فیصلہ کر سکتی تھی۔ اب اسے اپنے کسی
فلطی یا صحیح فیصلے پر کوئی پچھتا واندھتا۔

اور
وہ سکھ چاہتی تھی۔

اب وہ غلامی کے اس طوق کو جو ہائی ہندو گمراہے میں ختم ہیئے سے اس کے گھے میں
دھرم اور دشمنی کے ہام پر ڈال دیا کیا تھا، اس کر پیٹک سکتی تھی۔ حکم اعتماد اور ہمروں سے کے
ساتھ۔

ایک رئشاری کے عالم میں۔

تجھ کے کام سے۔

مر بندی اور فخر کے مطبل چند بات سے اس نے طاہر کی طرف دیکھا اور اس کے
سراب پر کو دو قاب اور یک جان بناؤ۔

خانستیت کے یعنی بات اسے اگلے چہوں کی سیر کروانے لگتے تھے۔ اسے اپنا وجہ بالکا ہو
کر آسائیں پر تین ہاتھوں ہونے لگا تھا۔

مہمودی کی ایک رُگ و پیٹے میں سرایت کر جانے والی بیکیت نے اسے اپنی بیٹت میں
لے رکھا تھا۔ جب سامنے سڑک پر دوسرے آئے تو والی کسی گاڑی کے ہارن کی آواز نے جو ہیں اس کی
نیزی بیزی بیہاذی سرگوں کا موڑ ہوتے ہوئے سامنے سے آئے دلے ڈرا ٹیور جھبلا کر تھے تھے
کامنی کو عالم ہوش میں واپسی کو نہیں دیا۔

باول نو استاد دوتوں ایک دوسرے سے الگ ہوئے اور جب پھر سڑک پر رکھنے لگی۔

کافی دری سکھ دوتوں اپنے اپنے دل کی ہڑکن سنتے رہے۔ شاید دوتوں ہی ایک
دوسرے سے بات کرنے کی خواہش رکھتے کہ باوجود اسکے ملا کر بات نہیں کرنا چاہتے تھے
دوتوں ایک دوسرے کے چور تھے اور دوتوں نے ایک دوسرے کی چوری کچلی تھی۔ دس پندرہ
منٹ خاموشی کی بیجٹ چڑھ گئے۔

آگے بڑھی۔

○ ○ ○

دونوں اسی بات سے قطعی بے خبر تھے کہ ان کے گیٹ سے اندر داخل ہونے سے یہاں
لکھ کے ایک ایک لمحے کا کہیں پوسالیں اپنی فرشتہ بری آنکھوں سے کھل لفڑا رکیا ہے۔ میں
گیٹ پر موجود اس کے مجرمے انتظام کے ذریعے پوسال کو جو اس وقت تھی وہی پر ایک بلوڈم سے
لطف اندر وز ہو رہا تھا دونوں کی آمد کی خبر دی تھی۔ اور پوسال اپنی کام سکھ کر کے بھرتی سے
اپنی چاند و پیش (اندھیرے میں دیکھنے والی) دور میں آنکھوں سے لگا کر اپنے کرے کی لکڑی کی
سے انہیں اندر داخل ہوتے دیکھ رہا تھا۔

اس کا کمرہ رہائش بلاک کے فرشتہ قلندر پر تھا جہاں سے سارا مظہر بادشاہی دھکائی دے
رہا تھا۔

خصے اور فرشت سے اس کے بدن پر چوٹیں ریک ری تھیں۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ
ایک بھی چائے اندر دنولی کو ادا نہ کر سوتے دوچار کر کے اپنی فوج کا جشن منایے۔ وہ اپنا کرنے
کا اختیار بھی رکھتا تھا۔

لکھن

کرکٹ بھائی نے ”کھیل کس“ کی قالں اسکے پہنچا کر اس کے ہاتھ پاخندہ دیئے
تھے۔ اس سے پہلے دنیا کی کوئی طاقت کامنی کو اس کے سر تک پہنچنے سے میں روک سکی تھی۔ وہ اتنا
با اختیار تھا کہ جب چاہتا ہے اس میں موجود افسوس کو از کر سکیں۔ ایک بھی اضا کر اپنے کرے میں
لے آئے۔

یہاں کی کسی بڑی کی جو اس نہیں تھی کہ اس کی مریضی کے خلاف معمولی سماجی تھی
بلکہ کر سکے۔ اگر وہ کامنی کے خلاف اب ”آن ریکارڈ“ کو حرام کاری کرتا تو اس اسلکا یہ سی
نوٹس یا پاسکا تھا کیونکہ بریگینے تیر مہورہ کی خیر موجودی میں کرکٹ ہمایہ کمل اختیارات کا لکھا
اور مہورہ کا زد بھی ساقی ہونے کی وجہ سے بات کوئی غلط اخراج بھی اختیار رکھتی تھی۔
بریگینے تیر مہورہ کی طرف سے تو وہ یہاں راجا ہا ہوا تھا۔ اس کی تمام تبدیلیاں بیرونی
کامل پشت پناہی مہورہ کی طرف سے ہی ہوتی تھی۔

سرک کے ”وہی بکھرے“ تاوز و دخن کے پتوں کی مربراہت جس میں جیپ کے
انجن کی آواز بھی شامل تھی روز ازاں سے گلکار بیوی زور دار اور یہاں کری تھی اور دونوں خواب
کے سارے فروں کی طرح جیپ کو جہاز کی طرح اڑتا ہو انجمن کر رہے تھے۔
بُواری آتے والا تھا۔

ریسٹ ہاؤس والی سرک سے دو اپنی منزل کی طرف گھوم گئے۔
سرک کے درد ویجیل کے گھبلوں پر لکھ بیوں کی زور دشی سیاہ تار کوں میں پتی سرک
پہنچنے سے پلے ہی متوڑتی تھیں۔

”سوائی اگر نندگی کے کسی موڑ پر جائے تو اس سے فی کر رہا۔ ابھنی میں اسے کوئی
بہت خوبی نہیں حاصل ہے۔“
اچاک عی کامنی نے سامنے سرک پر نظریں جاتے ہوئے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا
اور اسے چونکا دیا۔

”جیک یہ۔“

بے ساختہ طاہر کے منہ سے نکل گیا۔

”اس کی ضرورت نہیں تھی۔“

کامنی نے پہنچی سکراہت اس کی طرف اچھا۔

دونوں اب میں گیٹ سے اندر داخل ہو رہے تھے۔

کامنی جیپ کو ہر کم سک لے آئی تھی۔

”Please be normal“

اس نے طاہر کو اتنے کا اشارہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ پھر اپنے اندر کے ذریعے
روشنیاں کر لیا۔

”Please be brave“

طاہر نے اس کے کندھے کو پتھراتے ہوئے کپا اور یہاں اتر گیا۔
اس نے مز کامنی کی طرف نہیں دیکھا جاؤ جو اس کے بیکر کو جانے والے راستے کی
میز میاں چھٹے نکل اس کی خفتر ری پھر طاہر کی جیپ شارت ہونے کی آواز سنائی دی اور کامنی

اب سے جو کچھ بھی کہا تھا "آف دی ریکارڈ" کہا تھا۔
اوہ.....

سکی سقول وجد کے بغیر انتقام کی آگ میں ملٹے ہوئے پوسال نے کامنی کو بڑی بھی سرزادے کا قبضہ کر لیا تھا جس پر وہ اگلے آنٹھ دی روز کے بعد ان کی "فائل ایکسپرس ایز" کے وقت عمل کر سکتا تھا۔

رات کے اندر جرے میں "بنواری کپ" کے کچھ قاطلے پر کچھ جگل میں اس نے اس فائل ایکسپرس کے موقع پر کامنی کی آرڈر جی کے بعد اسے "جادتا تی موٹ" سے دوچار کرنے کا کمل منصوبہ بنایا تھا۔

○ ○ ○

جگل اور رات کے اندر جرے میں اسے فیکر کیتے کتنا آئے گا۔

کامنی کس طرح ترپے گی اور وہ اپنی درندگی سے اس کی بوئیاں توپے کے بعد اس کے جسم کو عکڑاں قٹ گھری کھائی میں پھیک دے گا جہاں جیز رقات بر قافی نے اس سے ایک ہلے میں اس کی لاش چوری سے گرانے کے بعد جب بیان سے پچھا دربارہ احمد ہوئی تو اسے "اتفاق حادثہ" لکھ کر کیس ختم کر دیا جائے گا۔ اپنی حیاتیت کے اس تصریح سے اس کے رُگ و پے میں شہزادت نہ لگا۔ اس نئے کی بیٹت کو داڑھ کرنے کے لئے اس نے دم کی بوئی نفلی اور اسٹر کام پر گھنائی گئی روز "بنواری سنہ" جو ان کرنے والی لڑی کو اپنے کرے میں پھینک کا حکم دیا۔

○ ○ ○

"آج بیوی دیر لگا دی۔"

اس کے کرے میں داخل ہوتے ہی سلم نے محتاج کی طرف دیکھ کر آنکھ دباتے ہوئے غصوں اشارے سے کیا۔

"آج یہ مہاں کو لے ٹپ پر گئی تھی۔"

طاہر نے تھاش میون کے سے بچے میں اس طرح کہا کہ محتاج وہی سمجھے جو وہ پاہنے ہیں۔

"یا راتھارے ساتھ سالی بڑی سیٹ جاتی ہے۔"

سلم نے جان بوجھ کر لگا فقرہ کیا۔

"یہ تو اپنی اپنی قسمت ہے بیمارے۔ ذرا لدھر جائیں دو۔ ایک دھماکہ کر کے ہی سالی کو اپنے قابو میں کروں گا۔ بس تم دیکھتے رہتا۔"

طاہر نے تھامنگا گیا۔

سلم کے ساتھ محتاج نے بھی پاول خواستہ ان کا ساتھ دیا تھا۔

محتاج اب جلوں بہانوں سے ایسے سوال کر رہا تھا جس میں ان دونوں سے جعل خیک کا کوئی پیلوں لٹکا اور وہ اس سے پوسال کو باختر کر دے۔ پرانا بیکٹ ہوئے کے ناطہ وہ اس بات سے بخوبی آگاہ تھا کہ بسا اوقات کسی ایجنسٹ میں خصوصی ہمارت دیکھنے کے بعد اپنی کامنی کے ساتھ کسی لڑکی کو سحتل چپکائے رکھتی ہے تاکہ وقت آئنے پر وہ اس گھرے کو اس لوکی کے ذریعے باختر طریق سے استعمال کر سکیں۔ اسے یہ سمجھا کہ اسی تھی کہ کامنی اور طاہر کے درمیان جو بھی معاملات ہلکرے ہیں ان کا علم اپنی کو ہوگا۔

لیکن.....

اسے کہنیں پوسال کو مطمئن کرنے کے لئے اس سے الگ کوئی بات تھاں کرنی تو تھی۔
عنی وہ اپنے انعام کی رقم میں اضافہ کر دیا تھا۔

رات کا کامنا اٹھوں نے حسب معمول ہاں کر کے میں کھایا۔ جس کے بعد انہیں گذشت تھن روز سے شروع ہونے والی رات کی تربیت کے لئے ہلایا گیا۔ خصوصی تربیت تھی جو انہیں آسام کے ایک کریں نے دی تھی۔

کھانے کے بعد پھر وہ اٹھوں کے ایک گردپ کوہ لوگ ایک فوجی ٹوک پر بھاکر بیہاں سے ڈیہ دوں کی طرف لے گئے۔ یہ علاقہ جہاں وہ آئے تھے طاہر کے لئے بھی اپنی تھا۔ حالانکہ اس نے کامنی کے ساتھ ہمیں خاصی سڑکش کی تھی اور زور دیکھ دو رکھوں اور راستوں کو بھی اسے علم ہو گیا تھا۔

ٹانیہ بھارتی آرمی کی کوئی فوجی فیلڈ تھی جہاں انہیں ٹوک سے اتا رکھ کر کریں صاحب کے سامنے پیش کیا گیا جہوں نے باری باری تمام اٹھوں سے انہیں سچاہاڑ کے جعل دی گئی تربیت سے جعل سوالات پوچھتے۔

قریباً ایک گھنٹے کے بعد انہیں ایک بڑے میدان میں لے جایا گی جسے ان لوگوں نے
ایک ریلوے پلٹ فارم کی ٹکل دے رکھی تھی جہاں بالکل اسی اندماز کے درجے پر کے ڈبے اور انہیں
موجود تھے جیسے پاکستان میں ہیں جب کہ درجے کو نہ پرکاشتی نہیں کری تھیں۔

یہاں کرکلے اُنے اُن سے باری باری فریز کے ذوبیں ہوسیں اور اُرچوں میں خفیہ طریقے
اور برقراری سے ہم نصب کروانے کا عملی مظاہرہ کر دیا۔

○ ○ ○

دو سوائے تین لاکوں کے او کی کی ناخنک سے مطمئن تھیں تھیں۔ ان کے ساتھ کچپ
سے آئے والے کپٹن پوسوال سے اس نے بڑے طریقے اندماز میں دو تین پاٹنی کر کے اپنی بے
الہی نیاز کا انہمار بھی کیا تھا اور اسکے چاروں زخم مسلسل یہاں آ کر ان کی ناخنک کو بہتر ہونے
کی تھیں کی تھیں۔

پیش مردی پیورو (ایس ایس بی) اپنے تربیت یافتہ تیزب کاروں کو خوب سب کاری اور
دشت گردی میں اونک مکال بکپ پہنچانے میں بنا ہیں تھیں۔

یوں تمہارت میں بہت سے دشت گردوں کے ترقیتی کپ موجود تھے لیکن اس کا پہ
سے تربیت پانے والے الحجت اپنے بہترین نامانگی کا وجہ سے اپنے قاف میں بکا بکج جاتے تھے۔

جن تین لاکوں کی کارکرگی پر کرکلے نے اہمیت کا انہمار کیا تھا اُن میں ایک طاہر بھی تھا
جس کا مطلب یہ تھا کہ اس کے کپٹن پوسوال کو حیران کا طور پر اپنا کیونکہ اب طاہر کا شارس کو رس کے
بہترین تربیت یافتہ دشت گردوں میں ہوئے تھا اُندر اس کے خلاف کسی بھی کارروائی میں کسی
انشکر کے ذاتی تصب کی مجبیت باقی نہیں رہی تھی۔

واپسی پر کپٹن پوسوال کا مودہ بہت ثابت تھا۔ وہ تمام راستے اپنے شاگردوں کو گالیاں
دیتا آیا تھا۔ البتہ طاہر اور پنکو دیش کے دلوں لاکوں کی اس نے بطور نام تعریف کر تھے جوئے
ان کے لیے مخصوص رقم کے اقسام کا اعلان کر دیا تھا۔

اس نے بھی ایک لمحے کے لیے یہ تاثر نہیں دیا تھا کہ وہ اس کی اصلیت کو جانتا ہے۔
طاہر کا بذیادہ اختقار نہیں کرنا تھا۔

اگلے لمحے میں کسی بھی وقت یہاں بارشوں کا سیزن شروع ہونے والا تھا اور وہی ان

کے لیے کام کرنے کا بھرپور وقت تھا۔

یہاں کے کڑے اتفاقات کے سبب تو ابھی تک انہیں "سیف ٹکل" (پاسوں اپنے
تارک بکھرنا وہ نہیں کرتے ہیں کہ کارکو چوٹکل دیتے ہیں)، بھی نہیں بھیج کر تھے انہیں نہیں
علم تھا کہ ان کے تے واپسگان، "کوان کی خیریت کی اطاعت ہو گئی ہو گئی کہ وہ اسکے لیے یہاں نہیں
تھے۔

بہت کچھ ملکن تھا۔

عین مکن تھا کہ یہاں کوئی اور بھی ان کی طرح ہے جی کسی مٹن پر بھیجا گیا ہو۔
وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ اپنے افسران اور ان کے درمیان جو ایک رو جانی دلائل پر ہر دقت
موجود رہتا ہے اُس نے انہیں ضرور طاہر اور شمیں کی خیریت سے آگاہ رکھا ہو گا۔
چاہوں اور جاہاں کاری کے اس کھیل میں سب کچھ طشدہ اصولوں کے مطابق ہی نہیں کھیلا
جاتا۔ بہت مردی ایسا بھی ہوتا ہے جب حالات اور اوقاٹ خودی میں روزہ روزہ متابطہ ہوتا ہے تاکہ
جاتے ہیں۔

○ ○ ○

رات آدمی سے زیادہ ہے تھی جب دو اپنے علاجے پر پہنچ۔ کپٹن پوسوال چان
بوجھ کر اسے اس کے کمرے تک چھوڑنے آیا تھا۔ اس دروان اس نے تھی بھر کے طاہر کا اس کی
استخدا کارکی داد دی تھی اور دروس سے ہی روز اس کا تقد اخراج بھی اس بکپ پہنچانے کا وعدہ کیا تھا۔
تجھوں کو ان کے کمرے تک پہنچا کر دے "گذشت" کہ کرو اپس چلا گیا۔ اس دروان دو
تجھوں سے باختیں کر رہا آیا تھا۔

لیکن

کیا یہاں جو اس نے ایک لمحے کے لیے بھی ایسا تاثر دیا ہو کہ وہ پہلے سے متناق کو جانتا
ہے یا اس کا محتاج تھا کہ اسی لمحے کی تھی۔
سچ چونکہ ان کی جھٹی تھی اس لیے تجویں دری گھے تھے لیکن جان کرسوتے رہے البتہ طاہر
کی آنکھ معمول کے مطابق ہی اور بیدار ہوتے تھی کہ اسی ایک سوال بن کر اس کے سامنے کھڑی
ہو گئی جس کے بعد وہ پھر سوچنیں پایا۔

اس کے نہیں نے اس سے ایک ہی بات دریافت کی تھی کہ کیا وہ واقعی کامنی کو "را" کے رہیں۔

طابہر جاتا تھا کہ پیہاں جس مشن پر وہ آئے ہیں اسے حمل کرنے کے بعد اگر وہ زندہ کل جانے میں کامیاب ہوئے تو پھر کامنی کو دینا کی کوئی طاقت اسیں لی کے قبیلی شرک میں جانے سے نہیں بچا سکتی جیسا وہ لوگ اس کے شہم کی بوئی الگ کر کے اس کے سارے سارے اگوا بیس گے۔ گوک کامنی کو اس کے مراثم کا علم نہیں ہے لیکن اس نے جھوٹا یا سچا اپنے اور اس کے درمیان جو تھل قائم کر لیا تھا اس کے بعد کامنی کو ایسیں ایسیں بچا کر خیر خوبی کیا کرے گی۔

کامنی سے تھل کوڑو ناٹ اس کے اختیارات نہیں رہا تھا۔
یہ بات وہ جاتا تھا کہ ایک مرد اگر کامنی کو دیوان دے کر پیہاں سے کل جانے میں کامیاب ہو گی کیا تو اس کا تمیز ساری زندگی اسے کچوک کر دیا رہے گا۔
لیکن.....
کیا بھک اس کی خواہیں سے کامنی اس کے ساتھ بدل دے گی؟

کیا اس کے لیے کچھ کو روکیں اتنی ضربوں اور لا تقدیر بخیروں کو رکھوں تا مکن رہے گا؟
بہت سوچ پھکار کے بعد وہ بہر حال ایک تینج پر پھیل کر مطمئن ہو گیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر حالات نے آخری مرامل پر کامنی اور اس کو آئیں میں بلکہ دیوانہ کامنی کو کیا آفر پرورد کرے گا کہ وہ اگر چاہے تو طابہر سے ایک تینی زندگی سے آشنا کردا ملکا ہے۔ اس کے اندر تیکی بوجیں تھیں اسے جلائے رکھنے میں اس کی سعادت کر سکتا ہے اور اس کے نہیں سے اٹھنے والے تمام سوالات سے اسے نجات بھی دلساکتا ہے۔

اس کے بعد کامنی کی فیصلہ کرتی ہے؟
یہ اس کی تھت۔ اگر وہ انکار بھی کرے تو بھی اس کا خیر و ملس س رہے گا اس نے کامنی کے ساتھ غداری نہیں کی۔ اپنے ایمان سے بے دقاکی کا مرکب نہیں ہوا اور اپنی پیش وارانہ تربیت کے ساتھ ساتھ اس نے اپنے مسلمان ہوئے کوئی سہالایا۔ اپنے ایمان اور میر کے مطابق اپنا

فُرش ادا کیا ہے۔

○ ○ ○

اگے تین روز کے گزر گئے۔ طابہر کامنی کو علم نہ ہوا۔ البتہ ان تین روزوں میں ظاہر نے بالکل غیر جانبداری سے کامنی کی شخصیت کا کامل جائزہ لینے کے بعد یہ تجھا نہ کر لیا تھا کہ کامنی اگر والی کی "کامنی پر" ہو جائی گی۔
وہ ایک بدیل ہوئی بڑی تھی۔

اس کے اندر کوئی بہت بڑی انتہائی تجدیلی حرم لے بھی تھی جو نہ صرف اس کے لئے سارے ہندو مذاق کے لیے بہت دھماکہ کر خیر خوبیت ہو سکتی تھی۔
ان تین روزوں میں اس نے طابہر پر سلسل ایک ہی و باذخ اتنا تھا کہ وہ یہاں سے ہماں جائے۔ اس نے طابہر سے کہا تھا کہ اسے فرار ہونے میں مدد دینے کے لئے وہ دیوار ہے۔ خواہ اس کی اسے کچو بھی قیمت ادا کرنی پڑے۔

جب طابہر اس سے دریافت کرتا کہ وہ اسے یہاں سے بھاگ جانے پر کیوں مجبوڑ کر رہی ہے تو اس کا ایک بھی جواب ہوتا تھا کہ یہ طابہر کی دنیا نہیں ہے۔ وہ دیوار اپنی مرپی سے آیا ہے۔ نہیں رہ پائے گا۔ اس سے پہلے کہ یہاں کے بکین اس کی اصلاحت جان جائیں وہ بھاگ جائے۔

"اور تم....."

"میں یہ سروس مچوڑ دوں گی۔"

طابہر کے سوال کا اس نے ایک ہی جواب دیا تھا۔

"تم جاتی ہو کامنی ایک مردی اس دلدل میں اترنے کے بعد اس سے لکھا ملکن نہیں۔ تم یہ سروس اپنی مرپی سے جوان کر سکتی تھی اپنی مرپی سے مچوڑ نہیں سکتی۔ ایسا ملک نہیں ہے۔"
طابہر نے اسے کہا۔

"..... تھیں اس سے کیا۔ کیا وہ مجھے ماڑا میں گئا۔ ناڑا میں مر جانے والے مجھے مجھا پانی اس زندگی سے بھجن آنے لگی ہے۔ یہ کوئی زندگی ہے۔ فاختہ مورت کی زندگی احتت ہے۔"
وہ چکر جواب دیتی۔

"لیکن یہ میں بروادشت نہیں کر سکا۔"

طاہر نے اس روڑ کیا۔

"تو چرم کیا برداشت کر سکتے ہو۔ مجھے لے جاؤ گے اپنے ساتھ۔ کر سکتے ہیا تم؟"

اس روڑ کا منی نے گویا اس کے اعصاب پر تاثیر بخوبی چلا ہی دیا۔

"کامی ہم حق کر سکتے ہو۔"

اس نے کامی کے دونوں ٹکڑوں پر ہاتھ رکھ کر اس کی آنکھوں میں جھاگتے ہے۔

کہا۔

"میں چاہئے کے باوجود تمہارے ساتھ جھوٹ نہیں بول سکتی۔"

کامی نے اس سے نظریں ملاڑتے ہوئے چلے گی۔

"دیکھ لو کامی۔ یہ آسان کام نہیں۔ یہ بہت برا فضل ہے۔ تمہارے اوپر میرے درمیان

ملک ہی نہیں۔ مذہب کی دیوار بھی حاکل ہے۔ کامی ہمیز یہ دیوار میں عبور کر سکی؟"

کامی کو اس کی آواز کی صورتے کوئی سے آتی ہوئیں ہو رہی تھی۔

"ہا۔ اگر تم میرے ساتھ ہو۔ اگر تم اپنے ایمان کے مطابق میرا ساتھ دو تو میں دنیا کی

تمام دیواریں پھاٹا گے جاؤں گی۔ طاہر بھاگ پر زندگی نہیں بینا۔ مجھے اس زندگی سے اب کتنی

آنے لگی ہے۔ نفرت ہو چکی ہے۔ مجھے اب ایک مشتری عورت کی زندگی بینا ہے یا پھر میں مر جاؤں

گی۔"

کامی کے لیے کے احتجاج طاہر کلکڑا کر کر دیا۔

"لیکن ہے کامی۔ اگر تم یہ بھوٹو نجھے نہیں پا گی۔ اور ہاں میں دوستی تو نہیں کرتا

لیکن بیکن دلاتا ہوں کہ تمہیں اتنا آسانی سے مرنے نہیں دوں گا۔ اب سوت کو تم سے پہنچنے کے

لیے مجھے سے کہا ہو گا۔ ہا۔ کامی پسلے مجھ سے۔"

اس نے کامی کا اعتماد دوں ہاتھوں میں پکڑ کر مضبوطی سے دیا۔

طاہر نے اب بھی احتیاط رکھنی تھی اور اسے اس دن سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ میں بھی کہا

تھا کہ گئے دو تین روز میں وہ بھاگ جائیں گے۔

"کل تمہاری فائل رہیں ہے۔ میں تم تینوں کے ساتھ بطور انٹرکٹر جاؤں گی۔ اس

رہیں ہیں پورہ رہ کے حصہ میں کے جن کے انٹرکٹر بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔ اگر تم کہو تو یہ
موقع بہت مناسب ہے۔"

کامی نے کہا۔

"تو کمی بات کرتی ہو۔ تم جانتی ہو کہ ان لوگوں نے رہیں ہیں کے لیے سارے
علائقے کو گھر سے میں لیا ہو گا کیونکہ دھماکوں کی آواز دوڑ کچ جاتی ہے۔ میرے خیال سے بنواری
کے گرد اگر دے پورہ میں میں کامیاب یا تو اپنی "لینڈاک" کرو رہا ہو گا۔"

طاہر نے عندر یہ ظاہر کیا اور اس کے لیے اپنا ہنگامہ کمل کی پیغمبریہاں سے فرار ہوتا ہیں
تھا۔

"اوہ، اس طرف تو میرا خیال ہی نہیں گی تھا۔"

کامی نے اس سے نظریں ملاڑتے ہوئے چلے گی۔

"وکھوکھا منی تم مجھے ہمیشہ نار لرہنے کی تھیں کرتی ہو۔ آج میں تمہیں حکم دے دہاں
کتاب تم بالکل ہارل رہو اور خاص طور سے پوسوال پر نظر رکھنا۔ مجھے وہ بہت کہنے پر وہ مقص نظر آتا
ہے۔ اس سے کچھ جیونگیں ہے۔"

"اوہ۔ طاہر! میں اب چلتا چاہیے۔"

کامی نے گھر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"لیک ہے۔"

دوں نے ایک دوسرے سے گرم جوشی سے ہاتھ لٹا کر اپنے ہاتھ دوہرائی کی
لیکن دہانی ایک دوسرے کو دولا کی اور حاصل کی تھی۔

آج ان کے کوئیں کا پیلا سرطہ کھل ہوا تھا اور وہ فائل رہیں ہیں پر جارہ ہے تھے۔ انہیں
یہاں سے دس میل دوڑا یک گھنے بھگ میں جانا تھا جہاں ان کے لیے "ہرگز دیمان" رکھی ہوئی
تھیں۔ ہر لمحت کو اپنا نارگت مقرہ دست میں ہٹ کر کے اپنے گھوڑا لٹکانے پر بچتا اور اپنے اپنے
انٹرکٹر کو پورہ کرتا تھا۔

انہیں داشتے اور فرار کے راستے سمجھنے کے ساتھ ساتھ ہے ماں "واچ ڈاگ ڈیمان"
بھی موجود تھیں جن سے انہیں پی کر کام کمل کر رہا تھا۔

○ ○ ○

رات ایک پھر ڈھل بھی تھی جب ان تینوں کی نیم اپنی انسرنگر کامنی اگر وال کی سر برداہی میں بیہاں پہنچی۔ اپنی اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ یہاں آنے والی پہلی نہیں ہے یا آخری۔ کیونکہ یہاں جنگل میں جو لوگ بھی آپریٹھ ہوتے ہوئے تھے ان سب کو ایک دوسرے کی نظر میں بے جمل روکا رپنا کام مکمل کرنا تھا۔

روانگی پر جب چند سکنڈ کی تھائی طاہر اور کامنی کو نیت آئی تو کامنی نے چھٹے ہی اس سے کہا۔

"پوسوال اچاک تین دن کی رخست پر چلا گیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کی ماں بستر مرگ پر ہے اور اس کا جانا ناگزیر ہے۔ ایری خوشی چھٹی لے کر یہاں سے بہت کم لوگ ہی جایا کرتے ہیں۔"

کامنی کے خبر تباہے کا اعماز چھٹی کمارہ تھا کہ سر برداہی میں پوچھا لالا ہے۔
طاہر کا ماتحت فراہم حکما۔

اس کی چھٹی حس نے بتایا کہ کہنی پوسوال سابقہ "سینگھ" بھی ہے۔ اب اس جنگل میں ان کا ٹھاکر کیلیہ کیونکہ اسکی کارروائیاں یہاں آف دی ریکارڈ ہی کی جاتی ہیں۔ لیکن اس نے کامنی کو پیشان کرنے مناسب نہیں جانا۔

"لیکن ہے ایسا ہی۔ اس میں پریشان ہوتے والی کیا ہاتھ ہے؟"
"طاہر ہو شیار جہاں میں خوساری کا رواںی کامل کرلوں گی۔ تمہاری اور کے پورت دے دوں گی لیکن سکون کے لئے تم"

ابھی اس کی بات ہے کہ مکمل ہی تھی جب مٹھا قہیں اپنی طرف آتا دھکائی دیا، لیکن طاہر نے اس ہاتھ اور آنکھوں کے اشارے سے کمل اٹھیمان دلانے میں کوئی کسر نہیں انھار کی چاروں اپنے لئے تھوس کر دے چکر پر چکی گئے۔

آسمان پر باولوں کے گلے تیر رہے تھے کیونکہ یہاں اب کسی بھی لمحے باش شروع ہونے والی تھی۔

نے میری رات اور جنگل کے ساتھ نے فضا میں ایک بے نام سا خوف نہادیا تھا۔

کامنی نے جیپ کے پونت پر تھوڑا چکا کر انہیں جنگل کی لوگشن کھائی اور مٹھا قہیں کے بعد پانچ مت کے وقٹے سے علم پر بھی جنگل میں دھکل دیا جس کے بعد طاہر کی باری تھی۔ مجھے ہی طاہر نے قدم آگے بڑھایا اس نے طاہر کا بازو دھماکا لیا۔

"تم نہ جاؤ۔"

کامنی نے بڑے تھی لہجے میں کہا۔

"پاکل ہو گئی تو کیا۔ کیوں ان لوگوں کو تھک میں جلا کر رہی ہو۔"

طاہر نے اپنا بازو آہنی سے چھڑایا۔

اور.....

اس کی طرف دیکھئے بغیر جنگل کے کچھ سطھ میں اپنے پیک سٹ نامہ ہو گیا۔

دور ورز پہلے ہی اسے کرشمہ بھائی نے طلب کیا تھا۔

"لیں سر۔"

خلاف معمول کہنیں پوسوال لے کر کرشمہ بھائی کے کمرے میں واپس ہو کر دو ٹوپیاں ایڈیاں بجاتے ہوئے اسے ضرورت سے زیادہ ہی تھیم دی تھی۔

کرشمہ کے غرے ہو کر اس کی طرف صافی کے لیے ہاتھ بڑھایا اور اس کی خبرت دریافت کر کے اپنی بچکی بھی کیا۔

"کل فاکس ریپرل سے۔ اس سرچنائر اگٹ اور نامنگ چارٹ ٹیکار کرو۔"

میری خوش تھی ہے جناب اگر آپ مجھے اس قابل بھیجیں۔ آج شام کو میں آپ کی میز پر سارا "بلیوک" بنا دوں گا۔

اس نے بڑے سماحدار سے کہا۔

"مجھے تم سے بھی امید ہے کہنیں پوسوال۔"

کرشمہ بھائی نے اپنی بھاری موچھوں کے عقب سے دانت چکاتے ہوئے کہا۔ یہ

جنگل پوسوال کے لیے کسی بھی نہیں رہا تھا۔ گذشتہ تین سال سے وہ یہاں دوست ہوتا ہے

دیکھ آ رہا تھا۔ اسے یہاں کے ایک ایک پیچے کا علم تھا اور اس بات کا بھی کہ فاکس پانی تیار کرنے

کے لئے کرشمہ بھائی کے بٹواری مرکز میں اس سے زیادہ سیٹر اور بھگدار آفسر اور کوئی نہیں۔ اسے

در اصل اس دن کا استغفار تھا۔
گذشتہ ایک ماہ سے وہ جس انتقام کی آگ میں جل رہا تھا اسے ختم کرنے کے لیے
اسے اب موقع ہاتھ کا گھاٹا۔

○ ○ ○

اب اس کی حس جوانیت کی تکمیل بھوک کے لئے ہوتے والی تھی۔ اب وہ روی کمانڈوز
”سیمپز“ کے ساتھ کی جانے والی اپنی تربیت برائے کار لائے والا تھا۔ اس تربیت میں انہیں
زندہ جانور کا کڑا اور لکڑی کے ساتھ خوار کرنے کے بعد اس کے خون سے اپنا بیاں بھاجنے اور
بھوک بھاجنے کی تربیت دی جاتی تھی۔ اسے آن ہمیں اپنی بھوک اور بیاں بھاجنی تھی۔

اسے سائیئر کے سرحدی علاقوں کے وہ سماں یاد آتے گے جو روسی سلطنتی آمد پر
اپنے دیہات خالی کر کے بھاگ جایا کرتے تھے کہ ان کے زیر تربیت درجنوں کے لیے
انسانوں کی حیثیت بھی جگلی پرجنوں سے زیادہ سیخ ہوتی تھی۔ گروہوں کی اکاکا دو شیر و کہی
کڑویوں کی علاش میں کسی بر قابل جگل میں ان کے قابو آجائی تو وہ اسے جانوروں کی طرح نوچ کر
اپنی بیاں بھاجنے کے بعد جگلی درجنوں کی خوارک بنانے کے لئے بھیج کر آگے کل جاتے
تھے۔

دو تین روز کے بعد جب دیہاتیوں کو سچ شدہ لاٹھی تو وہ بے چارے پسلے پہلی میں
سمجا کرتے تھے کہ شاید یہ جگلی جانوروں کا کارنا سہے۔ اس کا علم کو انہیں بعد میں ہوتا تھا کہ یہ
جانوروں کا نہیں انسان نما درجنوں کا کارنا سہے ہوتا تھا جن کو ”سیمپز“ کہا جاتا ہے اور جو روس کی
ریاستی کے مابین زکماٹوز تھے۔

ایک مرتبہ اس نے بھی اپنے روی ساتھی کے ساتھ ایک لکھی کا فکار کھیلا تھا اور
اس فکار کا سڑہ بھی درجنوں نے ہی لیا تھا جس کے بعد انہوں نے پر قستہ لڑکی کو بے روی سے گاہ
گھونٹ کر مارا۔ اور اس کے زخم خودہ جسم کو دیں ایک گھرے کھڈیں بیچ کر اپنی راہ لی تھی۔
اس شکار کا نشیجب بھی اسے یاد آتا ہوا باہا ہوتا ہوا جاتا۔ اس کی اس درجتی کو حقیقی تکمیل
دہا کیتھی تھی اس کے بعد پھر سری نکاٹی میں اس نوچت کا فکار۔ کا جب وہ بھارتی اس فوج کا
ایک آئیسر بن کر ”تی کلاہ“ میں گیا تھا جس انہوں نے تالہ ہنگر کے خلاف کارروائی کی اور

ایک چمچے جگل میں رات کو گھٹ کے دو ران جب ایک ہال بلوکی اس کے قابو میں آئی تو وہ ترپتی
چلتی اس بلوکی کے سڑ پر تھوڑ کہ کرا سے اپنی خفیہ پناہ گاہ پر لے آیا تھا جس اس نے اپنے ایک
کورس میٹ کے ساتھ مل کر سائیئر بیاں کیا تھا اس کی خوشی جس کے بعد انہوں نے بلوکی کو مار کر بھیک دیا
تھا۔

دوساری بجھک اس درجنگی کا ہمراہ تھا۔

اب تو وہ بیڑی چکلی کی حسن کرنے لگا تھا۔ اب اسے واقعی اپنے خون کی حدت قائم
رکھنے کے لیے کسی ایسے شکار کی علاش تھی۔
اور.....

اب دو کامیابی اگر وال کا فکار کھلیے جائے تھا۔

سابق حرام خرم بچھوڑ کر اس سلے کے ساتھ یا رات لگا رہی ہے۔ کے کی بھی
اس نے دل ہی دل میں بجائے کھنی کالبیوں سے کامی کو فواز تھا۔
اس نے اپنے وعدے کے مطابق بروقت نتش کر کل بھائیوں کی بھیخ پا دیا تھا۔
”ولی ڈن۔“

بھائیوں کے خرچ سے بے ساخت تھا۔
واقعی کپیٹن پرسوال اپنے کام کا، ہر چاہا۔

”سر ایری خواہش تھی کہ اس سرچنہی بھی میں خوب جعلی کرنا ہیں پر صحتی سے میں ایسا نہیں کر
پا سکتا۔“ ماتحتی ستر مرگ پر ہیں اور اسے جانتے ہیں نہیں۔ جب سو رکاش ہوئے تو
میں شواری کپ میں تھا۔ اس سرچنہی اگر ایسا ہوا تو سرے خاندان کے لوگ شاید مجھے برادری ہی
سے نکال دیں۔“

اس نے موقع مناسب دیکھ کر کیا۔

”اوہ۔ آر رائیٹ۔ تم آ جاؤ۔“ واقعی سیریس مسئلہ ہے۔ کوئی بات نہیں بخدا کرے
تاں۔ اس کو آخر کس بات کی تجوہ ملی ہے بھی۔“

کرشی بھائیوں نے قبضہ لکایا اور پرسوال نے اس کا ساتھ دیا تھا۔

اس طرح وہ اگلے تین دن کی بھیت لے کر اس رات بواری کپ سے چلا گیا تھا۔

کیپ کی حدود سے باہر لٹتے ہی اس نے اپنے اور لوگوں کی واپسی لے جانے کا حکم دیا
تھا اور جیپ کی نظر وہ سے اوپل ہوتے ہی مچکی سطح میں غائب ہو گیا۔

ساری رات سکھن پرسال نے مچک میں گزاری۔ ساری رات وہ پیدل چلتا رہا اور یہ
پسند کے نزدیک اس مچک بکھی گیا جس اس نے اپنا ڈکر کیتا تھا۔ اپنے ہاتھوں تربیت کے
لئے ڈکر کردہ سارا اقتدار اس کے ذہن پر فتح تھا۔ اس نے بڑے طہیمان سے ایک سکھ درخت کا
اتکاب کیا اور اب وہ اس درخت پر پہنچنے پک سیست بند روکی پھر تی سے چڑھا چلا گیا۔

○ ○ ○

سالوں پرانے اس سکھ درخت کی گئی شاخوں میں جس کے چون سے چھوں کر سورج
کی روشنی بھی بکھل زمین بکھل پاتی تھی اس نے بڑے طہیمان سے نیکوں کی جانی کی حدود سے
انہا میز جھایا اور بکھن جان کر گو گیا۔

چار سکھنے والے طہیمان سے سوہا رہا۔ اس کی آنکھیں خوبصورت و مکرا اور اس کے ساتھیوں
کی آوازوں سے کھلی جو پہاں ڈی ہر گیت اور اسی اوقیانوس میں اسے کھو دیں۔
تموڑی دیر بحدودہ چلے گے۔

ان کی رواگی پر پرسال درخت سے بچا اتر آیا۔ اس نے اپنے بیک سے ڈپکھول کر
طہیمان سے کھانا کھایا۔ سگریت نوشی کی اور دیں بیٹھا رہا۔ چونکہ اس نے خود پہاں پانچوں
گروپس کا پروگرام بنایا تھا اس لیے وہ چانتا تھا کہ کب ان کی آمد شروع ہوگی۔

ان کی آمد سے ایک گھنٹہ پہلے ہی وہ اپنے ٹکانے پر واپس چلا گی۔ تکنی زمین پر اس
نے اپنے کپڑے تبدیل کر لیے تھے اور ساہ رنگ کا وہی لباس پہنا تھا جو وہ پہننا کرتا تھا۔ اپنے
چہرے پر سایہ ما سک چھا کر وہ درخت پر چڑھ گیا۔ اب اسے کامی کا انتظار تھا۔

کامی اپنے ساتھیوں کے ساتھ چیسی عی اس پیازی موڑ کی پہنچی جس سے راستہ اس
ملیک آ رہا تھا۔ وہ سکھن پرسال کی ناٹ و پون کی رشی میں آ گئی۔ جیپ پر فخریں جائے
چک کیا۔ بیٹھا تھا اور اب اسے اپنے ٹکانہ کا انتظار تھا۔

کامی نے جیپ پیچے چھوڑی کر دی تھی اور اب وہ اپنے ساتھیوں کو خصت کرنے کے
بعد اوپ آ رہی تھی۔ جس درخت پر وہ بیٹھا تھا زمین سے اس کی اوپنچائی پہاں ڈی ہو رفت سے بھی

زیادہ تھی۔

اس نے کامی کو طاہر کا ہاتھ پکڑ کر روکتے اور طاہر کو ہاتھ چھڑا کر جانے کا مظہر بھی دیکھ لیا

قا۔

یہ مظہر سکھنے کے بعد سے اس کے جسم میں خون کی جگہ الگارے دوڑنے لگتے تھے۔
اب اس میں سبھ کی تاب نہیں تھی۔ کامی اس درخت سے کھجور ملے پر ایک قدر کے مکھ پر ایک
پتھر پا کر بیٹھ گئی تھی جہاں سے وہ کھنے بھننا تھا۔ اس دروان اس کے ساتھیوں نے اپنے اپنے
ہارک ہٹ کر کے ”واچ ڈاگر“ کی نظر وہ سے خود کو مخنوٹ کر کے دہاں تک پہنچا تھا۔

○○○

اہمی وہ بخشش سیدھا تھی کہڑا ہوا تھا کہ اس کی کمرپر پڑنے والی زور دار لات نے اسے
سامنے درخت سے گلرا دیا۔

خیز اور حیرت سے پوسال نے گردن گھمائی سامنے طاہر کھڑا تھا۔
طاہر نے اس کی موجودگی کے امکان کو زہن میں رکھا تھا۔ اس نے کافی کی بات کو نظر
انداز نہیں کی تھا اور بھاہر اسے یہ تاثر دینے کے بعد کہہ دی جگل میں کھس چکا ہے وہ بیٹھیں زمین سے
چپک کر جیجھے کیا تھا۔

اندھیرے کی وجہ سے پوسال کو درخت سے اترتے تو نہیں دیکھ سکا تھا البتہ اس نے
کافی کے منہ سے نکلتے والی بھلی کی جیجھی نما آواز کے ذریعے حالات کی عکسی کا اندازہ کر لیا تھا۔
کافی تک نکلتے سے پہلے پوسال نے اس کے دلوں ہاتھ باغدھ دیئے تھے۔
رُخی سانپ کی طرح مل کھا کر پوسال نے اس کی طرف دیکھا۔
اور.....

مخلفات بکھرا ہوا اس پر حملہ درہوا۔
کیکن.....

طاہر نے بخشش اس کا ارجمند کروایا۔
پوسال کا وارضہ درخانی گیا تھا لیکن اس کے قدموں نے زمین نہیں چھوڑی تھی۔ وہ اپنے
قدموں پر مضبوطی سے کھڑا تھا۔ پھر اچاک اس نے بالکل خلاف اتفاق اپنی قلا بازی کاکی اور طاہر پر
آن پڑا۔

اس مرتبہ طاہر پر حملہ اتنا اچاک اور بھر پور ہوا تھا کہ وہ منہ کے مل زمین پر آ رہا۔
پوسال کا سارا وزن اس پر چھوڑ دیا۔

اس طرح اچاک ہونے والے حملے نے طاہر کو جھوٹا باندھ کرنے کی بجائے اس کا
حصار دے چکا دیا اور اس نے دوسرے ہی لمحے خود کو سنبھال لیا۔
اس سے پہلے کہ پوسال اس کی گردن پر اپنا داؤ آ رہا تھا طاہر نے زمین پر اس طرح
اس کے بدن سمت پٹلانا کھایا اور پوسال کی پر گھک کی طرح اچھل کر دو رجا گرا۔
کیکن.....

642517

طاہر کو جگل میں کئے بخشش پاچھے منتہی ہوئے تھے جب وہ بندروں کی طرح بغیر
آواز پیدا کئے ناکیون کی ایک چھٹائی کی اپنے منہ میں دبائے درخت سے اس طرح پیچے اترتا تھا
کہ کافی معمولی ہی آہٹ بھی نہیں ہو پاتی تھی۔

اگلے ہی لمحے وہ کافی کے سر پر موجود تھا۔
”ہائے کافی ڈار لیک“

اپنے خیالوں میں گم کافی کے کافوں میں اس کی آواز کھلتے ہوئے سیسے کی طرح
اٹری تھی۔

”تم۔“

اس نے پیٹھے پیٹھے کردن گھمائی اور چاند کی روشنی میں اپنے سامنے کھینچنے پوسال کو دیکھ
کر سہم گئی۔

”ہاں میں۔ کیا بات ہے تم ڈر گئی کیا۔ اے بھی میں تمہارا دوست ہوں۔ تمہارا پرانا
یار۔“

یہ کہتے ہوئے وہ جست لکڑ کافی کھانی پر اس طرح گرا کر ایک ہاتھ اس کے منہ پر جھی سے
جنادیا۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے کافی کو اس طرح بکھڑایا تھا کہ اس کے لیے اپنی جگہ سے جیب
کرنا بھی جکن نہیں رہا تھا۔ پک جھکتے ہی اس نے ناکیون کی رسی سے کافی کے دلوں ہاتھ پیچھے
ٹھنڈا باندھ کر اسے زمین پر گرا دیا۔

طاہر کے زمین پر قدم جانے سے پہلے ہی وہ سنبھالا اور قدارے مجھے ہوئے اس نے اپنی پہنچی سے بندھا چکر کمال لیا۔

شاید پوسوال نے لاشوری طور پر کامنی کی طرف سے ہونے والی حرارت کے پیش نظر کماٹوز کی طرح اپنے جسم سے بخوبی معاشرہ کر سکتا تھا مگر اپنی تربیت کا لذت اور اوش نہیں کیا تھا۔ کامنی جس کے دلوں ہاتھ کر کے پیچے بندھے تھے بڑی بیسی سے یہ تماشہ کیجھری تھی۔ پوسوال نے اس کے ہاتھوں کو اس طرح گامنہ کاٹی تھی کہ اسے اپنا ہاتھ دنوں سے گزار کر ہاتھ سانے لاتا تھا کامنی اگر وال کے لیے بخوبی نہ تھا۔ اس کے باوجود اس نے ہستہ نہیں بھاری تھی۔ طاہر کی آمد نے اس کا حوصلہ دوچدا کر کے اس میں ہی زندگی پیدا کر دی تھی۔ درست تو پوسوال کے اچانک جعل کے بعد وہ زندگی تھی سے نامہد ہو چکی تھی۔

چاندی رہتی تھی جبکہ اس کے ہاتھیں پچکہ ہاتھاں سے زیادہ چک پوسوال کی فکاری آنکھوں میں آتی تھی۔ بالکل اس بھیڑی کی طرح ہے بہت بھوک کے بعد اچانک خدا کھائی دیتا ہے۔

”طاہر ہوشیار۔“

کامنی نے تھی کہ اپنی دانت میں طاہر کی مد کرنا چاہی۔ وہ بے چاری اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔

طاہر کی آنکھیں پوسوال کے ہاتھوں پر جھی تھیں۔ اسے اپنے انٹر کری وہ وارنگ یاد آری تھی جو اسے دروان تربیت ہار بار دی جاتی تھی۔

”اگر ایک لمحے کے لیے بھی دش کے ہاتھوں کی حرکت سے غفلت برتنی تو دنیا کی کوئی تربیت تمہیں نہیں بھاگتے گی۔ دماغ آنکھیں اور ہاتھ ایک ساتھ روپہ مل ہوں۔ سچھے تم ایک ساتھ۔ اگر تمہیں میں سے ایک بھی آگے چھپے تو کیا تم اے جاؤ گے۔“

اور.....

طاہر کو اب دماغ آنکھیں اور ہاتھوں کو ایک ساتھ روپہ مل کر ناقا کیسے کمال اس نے اسی فن پر کمال حاصل کیا تھا جس کی آزمائش اب ہونے جا رہی تھی۔

عقاب کی طرح وہ پچ کا اور زمین پر مشبوقی سے قدم گاڑے کھڑا تھا۔

پوسوال نے بخوبی میں تو لا اور زندگی کر اس پر حملہ آ رہا۔ یا الگ بات کہ طاہر نے اپنی بچہ سے بہت کر اس کی پشت پر الٹا ہاتھ جھیلایا اور وہ سیدھا عاسانے درخت سے گمراہا تھا۔

جمرت انگیز طور پر د سنجھل گیا اور اس سے پہلے کہ طاہر اپنے جعل کا آنکھ کرتا پوسوال اس کے سامنے کھڑا تھا۔

اس مرچ پر اس نے ہاتھ چلا کیا اور طاہر جھکائی دے کر الگ کھڑا رہا۔ تیرے سے پہلے طاہر اچانک کر کے ملن زمین پر گرا۔ اس کی یہ حرکت کامنی اور پوسوال دلوں کے لئے چنگناہ دینے والی تھی۔ کامنی کی طرح پوسوال نے بھی کی اندراہ لگایا کہ شاید وہ لکھڑا کر گا ہے کیونکہ اس کے گرنے کا اندازہ ایسا تھا۔

پوسوال نفرتِ حمد اور رخصے کے ناقابل براثت جذبات کے ساتھ اس پر جھپٹا گئیں طاہر کی طرف سے غیر متوقع مل سے کامنی کی آنکھیں چھڑ ھی گئیں۔

طاہر نے اپنی طرف پڑھتے ہوئے پوسوال کے بالکل زدیک آنے پر دلوں ہاتھیں اپنے پیٹ سے لکھ کر پریتوں تو سے پوسوال کے پیٹ میں ماریں۔

یہ عمل اچانک بخوبی پورا در پوسوال کے لئے ”سرپرائز“ تھا۔ ہوائیں اچھل کروہ زمین پر گرا اور دوبارہ تھنگ کا۔ یونکہ گرتے ہوئے اس کی پوزیشن بخوبی اور ہاتھ میں پکانا بخوبی اس کی گردان کے پیچے آ گیا۔

پوسوال دمکتے مل گرا تھا۔

طاہر بھکتے بازی گردیں کی طرح قدموں پر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ پوسوال کی طرف سے اگلے جعل کا مقابلہ کرنے کے لیے پر قبول رہا تھا۔

کامنی

پوسوال کے جسم نے دو تین بھکتے کھائے اور خٹکا اپنے گیا۔ شاید یہ تھیز ہر میں بچھا ہوا تھا۔ بر قریب اس سے آگے بڑھ کر اس نے کامنی کے ہاتھ کو لے جوچوں کی طرح خوفزدہ سکیاں لیتیں اس کے لگے لگے لگتی تھیں۔

"کامی حوصلہ کرو۔ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ ابھی بہت سے کام کرنے ہیں۔"

اس نے کامی کی پیشہ تھکاتے ہوئے اسے خود سے آئھی سے انگ کیا اور زمین پر من کے ملے گرے پوسوال کو دو توں ہاتھوں سے گھسٹ کر پھر لی چنان کے کوئے تک لے آیا۔

اس چنان کے بالکل یہی قریب یا سو سو فٹ کی کمرائی پر ایک چیز فرما رہا تھا۔ طاہر نے اسکے لئے جو پوسوال کے مردہ جھکوچان سے پیچے کھل دیا۔ اتنی بلندی سے اس کا جسم زوردار اور گھرے پانی والے تالے میں گردھے آواز ضرور پیدا ہوئی تھی۔
.....
کھن

یہاں اس آدم پر توجہ یعنی والا بکی سو جو نہیں تھا۔

کامی شاید ابھی تک اس حد تک کے اڑ سے باہر نہیں، آئی تھی۔ وہ پھری پھری نظر وہ سے طاہر کو یہ سب کچھ کرتے رکھتی رہی۔ پھر اچاک اپنی ہجھ سے اٹھ کر سکیاں تھیں وہ بارہ اس سے پڑ گئی۔

اس سرچہ پھر طاہر نے اس کو وقت کی نزاکت کا احساس دلانے کے بعد قدرے نازل کرنا چاہا۔
.....
اور.....

اس سرچہ پر اپنی کوشش میں کامیاب ہوا۔

کامی نے رو بند کر دیا تھا اور اپنی چہرہ بھی رومال سے صاف کر لیا تھا۔
"تاریخ لا کو۔"

اس نے کامی سے اچاک ہی کہا اور وہ بھاگتی ہوئی کچھ قاطلے پر کھڑی جیپ بک جا کر اپنی ایرکھی تاریخ لے آئی۔

ایپنی چھٹی حسی کی طرف سے مٹے والی وارنگ کے تحت اس نے تاریخ اس درخت کی طرف پھیل کر جلدی اسے درخت کی ٹہنیوں میں پسندہ ہاتھیوں کا جھولا نظر آ گیا۔

تاریخ کامی کو تھام کر دہلکور کی طرف درخت پر پڑھا اور پوسوال کا بیک اور نائیوں کا جھولا نما بزر اس نے پیچے کامی کے نزدیک پھیل دیا اور خود پیچے گز آیا۔ اس سارے ملے میں میں

لے بھل پھر ماتھت شائع کئے۔

نائیوں کا جھولا تھر کر کے اس نے بیک میں بند کیا اور وہ بیک بھی پوسوال کے پیچے ہی پیچ کر دیا۔ اب دہل کا طرف خون کے نثارات تھے جنہیں مانا ان کے لیے مکن نہ تھا۔

"میرے پاس صرف ذینہ گھنڈ بات ہے۔"

اس نے گھنڈ کی طرف دیکھئے ہوئے کامی سے کہا جو ابھی تک عمل حواس میں واپس نہیں آؤ چکی۔

"تم۔"

اس نے کچھ کہنا چاہا تھا اس طاہر نے کامی کی بات کاٹ دی۔

"میری بات دھیان سے متوا گئی پاچھ مٹت میں خوب کہاں دل کرلو۔ یہاں اس چنان پر کوئی بھی خون کے جھٹکے نہیں آئے گا۔ پوسوال نے دو دون کی چھٹی لی ہوئی ہے۔ کل

سے اس کی چھٹی شروع ہو جائے گی اور ہم پر سوں یہاں سے کل رہے ہیں۔ تم اپنے ذہن کو قابو میں کرو۔ فی الحال اڑاکا میں کمکھ کوئی تھاہرے محفل کوئی بات سوچ ہی نہیں سکتا۔ البتہ اگر تم نے خود پر قابو پایا تو میں ہنگامے کے کہ دوں وقت سے پہلے ہی پہ موت مارے جائیں۔"

طاہر نے اسے سمجھایا۔

اور.....

اس کی بات تازیانے کا کام کر گئی۔

کامی را تقوی نہ رکھو رہی تھی۔

"میں اپنا تاریخ ہر ہٹ کر کے واپس آ رہا ہوں۔ کیونکہ کام اور ہماری بھروسہ اچاسکا تھم۔"

اب جیپ کے پاس چلی جاؤ اور طہران سے اپنی ذیولی کر دیو۔

یہ کہ کرو کامی کا جواب سے بخیر ہی سے بھل کی طرف یڑھ گیا۔

اب دھمل کا شہزادہ ہیں گیا تھا۔

اس نے جھرست اگنیز بھری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہارگٹ نام سے پاچھ پھٹ پلے

تھی اپنا تاریخ ہر ہٹ کیا اور واپس پہنچنے والوں میں حسب معمول وہ سب سے پہلے فیر پڑھا۔

کامی نے یہ ذیولی ہنگھٹا کیے گرا اتھا۔

”کامنی اب بھری بات دیکھاں تھے متن۔ شاید پھر تسلیم سے ٹھنک کرنے کا وقت نہیں
تھے۔ کل اتوار کی وجہ سے چھٹی ہو گئی۔ تم اپنے چھٹے مول کے مطابق یہاں سے لکھنا اور ڈیرو دوں سے
بچا ہر سوری کی طرف سفر کرنا۔ ڈیرو دوں سے سوری کو جاتے ہوئے اس جگہ ایک سڑائی اور مندر
آئے گا۔“

اس نے جیپ کی پوخت پر کامنی کو وہ جگہ انگلیوں سے لکھنے کی وجہ سے کھجھاتے ہوئے کہا۔

”مجھے علم ہے یہاں کا کام مندر ہے۔“

”شایاش۔ بالکل صحیح ہے۔ یہاں بچاری دشادخت چھکا کرہ مندر کے پچھلی طرف ہے
جس پر اس کا ہام کھانا ہے۔ جھیں اس کرے کے خال کی سوت کوئی کے ساتھ جوڑ لیتا ہوا ہے
وہاں سے انتقال کرنا ہو گا۔ بھگوان نے چاہ تو چیز کی جگہ ہماری ملاقات دیں ہو گئی۔ تم رات تین بجے
سے مجھ تو بچے تک دہاں سے انتقال کرنا۔ اگر میں نہ کسی حقیقت کا تو میری جگہ کوئی اور ضرور پہنچ گا جو
جھیں دہاں آکر میرے حوالے سے بات کرے گا۔“

”بھگوان نہ کرے۔“

کامنی نے اس کی آخری بات مدنے سے لفڑتی تھی اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔
طاہر نے اسے ہر چیز کو ہمایات دیں اور خداونش ہو گیا کیونکہ سانے سے اب سلمی کی
آمد کے آثار نہیں ہو رہے تھے۔

سلیمان سے پہلے سے دہاں دیکھ کر سکر لیا۔

”وادا حاد پھر خر لے گئے تھا۔“

اس نے طاہر کی طرف دیکھ کر را گرد بانی۔

”اپنی اپنی قسم ہے پارے۔“

طاہر نے بھی اپنے بھائی ٹھنکی برقرار رکی۔

کیا جاں جو ایک لئے کے لیے بھی اس کے دل و مانع میں رو گھنٹے پہلے دا لے و اقتات
سے مغلخانی کوئی تشویش نہیں ہو گئی۔ اس کے افسران و اُقیانی بھی کہتے ہیں کہ وہ پھر کے اعصاب رکھتا
ہے۔

حقائق اپنے نارگ ہاتھ سے پذردہ مٹت لیت تھا۔ کامنی نے پہنچنے کی طرح اس کو

اُس دوران اس پر بہت سے خیالات باری باری حلماً اور ہوتے رہے۔ اس نے مخفی
حال اور پھر مستقبل کا بیوی ہمیڈی اور مکمل غیر جانبداری سے جائزہ لیا تھا اور اس تینے پر پہنچی تھی کہ
اس کے خود کوئی کرنے سے کاروبار حیات میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

یہ سُمُّ جوں کا قبول رہے گا۔

اس کی جگہ کوئی اور کامنی کی اور نام کے ساتھ لے لے گی۔

پوسال کی جگہ کوئی اور پوسال آجائے گا۔

پھر وہ کیا کرے؟

اور.....

زندگی میں بھائی بار بڑی ایسا نہ ادا ہے اس سوال کا دعیٰ جواب دیا تھا
جس دھا ہتھی تھی۔ اس نے زندگی دینے اور خدا کی دعیت کروہ اس نعمت کو جس کا ہام زندگی تھا
انسانوں کی مدرسیہ کا فصلہ کر دیا تھا۔

اس نے طاہر کے روپ میں اپنا ٹھنکو سُمُّ جوں پالیا تھا۔

اگر وہ دشت گرد تھا تو اس نہیں رہا ہو گا۔ یہ اس کے دل و دماغ کا مخفی فصلہ تھا کہ کوئی
کوئی دشت گرد ایسے ہنوبات نہیں رکھتا جن کا مظاہرہ اس نے کیا تھا۔ نہ یہ کسی کامنی اگر وال
کے لیے اسکی کیمپین پوسال کی جان لے سکتا ہے۔

اس کے دل نے کہا تھا کہ طاہر ہرگز وہ نہیں جو دکھائی دے رہا ہے۔ اس نے ضرور کوئی
سوائیں درجہ رکھا ہے۔

وہ ضرور کوئی اور ہے۔

اس نے اب تک میں سے طاہر کی ہو کر خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ اسی میں
اس کی جیات تھی۔

اس پہلے نے اس میں بڑا اعتماد دیا۔ اس کا دیکھا اور اس اعتماد کا مظہر تھا اس کی طرف سے
طاہر کو جائے کا کپ پیش کرتا۔ یہ جائے اس نے ایک فلاں کس میں پہلے ہی سے ناکر بھی ہوئی تھی
کیونکہ اسے علم تھا کہ وہ یہاں تین گھنٹے تھا ہی گزارے گی۔

اچھی طرحِ ذات اور تینی کو لے کر بواری کپ آئی۔
میں ہماری تھی جب وہ بواری پہنچے۔

وہ بہر حال ان گروپوں میں نہ رہنے ہے تھے کیونکہ کامی اگر والے تینوں شاگردوں
نے اپنے ڈارگٹھ کر لے تھے اور "ڈن" کی نظر میں سمجھنا نظر ہے تھے۔
آج اتوار تھا۔

یوں بھی وہ اپنی فائل ریہرل سے واپس آئے تھے اس لیے سوکے تو کسی نے نہیں
بیدار نہیں کیا۔ پھر کامی نے عیا جگایا۔

"بھیج توم لوں کیوں بیری چھپی بردا کر رہے ہو۔ مجھے بھی اپنے کام کرنے ہیں۔ اچھا
انہا بنا" بیک فاست کر دو گل بائی۔ اپ کل میں کے۔"

اس نے تینوں کی طرفِ سکراہت اچھائی اور واپس چلی گئی۔
سچ کے گیراہ نہ رہے تھے جب انہوں نے ناشکر کیا۔ رات سے آساناں بادلوں سے

ڈھکا ہوا تھا اور انہیں بارش بیٹھیں بیڑی تھی۔
ٹاپر دل تی دل میں دھما ماجھ بھاڑا کا آج بارش کا آغاز ہو جائے کیونکہ بارش ان
کے لیے اس حالت میں عظیم خداوندی سے کہا گئی تھی۔

مطہر تھوڑی دری بعد کسی کام سے انہی کر بارہ چلا گیا۔ وہ دونوں بھی ہذاہر ٹھیٹھے ہوئے
باہر آگئے جہاں کچپ کے میدانوں کے علاقت کوئوں میں اپنی اپنی بیوی کوں کے باہر بانات میں زیر
تریت دہشت گرد خوش گپتوں میں صدر قت تھے۔ تو کوکان بیساں ایسے ہی گزرا تھا۔

"آج رات....."

بلا خرطاہر نے فیٹے کن لچھ میں سلم سے کہا۔

"او۔ کے۔"

سلم نے اس سے کرم جوئی سے ہاتھ لایا۔
دونوں وہاں ایک کونے میں بینچے گئے اور ایک دوسرے کے ساتھ مسوبے کی تفصیلات
ٹکرنا شروع کر دیا۔

بڑی احتیاط سے دونوں نے اپنے اپنے پلان پر بحث کی۔ منتظر ثابت تھا۔ جس کے اور

فرار کے راستوں کا جائزہ لیتے کے بعد دل تی دل میں اپنے شن کی کامیابی کی دعا کی اور نہ رہنے والا
کریم ہے کیونکہ مطہر اس کی طرف آ رہا تھا۔

ای اشامیں کچپ کے سینہاں میں قلم کا اعلان ہوتا گا اور وہ دونوں المخ کرامی طرف
پہن دیتے۔ بطور خاص اتوار کو ان کا "متوہن" کیا جاتا تھا۔

○ ○ ○

آج بھی پر پڑے سکرین پر حسبِ روابط پہلے ایک تصویر بیرون قلم چلا تھی جس کے بعد
ایک بھارتی قلمِ دھائی بھی اور بعد میں پھر بیرون قلم کے بعد بھی۔ اب وہ لوگ دوپہر کا کھانا
کھانے جا رہے تھے۔

شام کے سکھ ایسی ہی سرگرمیاں چاری رہیں اور راتِ حسبِ معمول وہ اپنے اپنے
کروں میں واپس چلے گئے۔

شاید بارش ان کے کروں تک فتحنے کا انتشار کر رہی تھی۔ اپا اسکے آساناں پر زور دار
وہاڑا کوئی اور طاقتی بارش کا آغاز ہو گیا۔ ذری دوں کی بارشوں کے حلقہ انہوں نے سائی تھا۔
آج دیکھنے کا اتفاق ہلکی ہوا۔
حصان تجھوڑی دیر بعد ہی گردی خیز دنہ گیا تھا۔

لکھن۔

وہ دونوں ایک پل کے لئے بھی نہیں سوپاے تھے۔
اندر ہجری رات کا قمر پر صفا جا تھا۔

پادل بیوں اگرچہ بھائی سے بخیرے سے کل کر آزاد ہوتے والا کوئی خوف نہ رہتا۔ فروری
کے سینے میں بھی چھا بیوں میں برس رہا تھا۔

لکھن۔

اس سب کے باوجود کچپ کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔
یہاں معمول کے مطابق گشت جاری تھا اور بر قص اپنی جگہ مستدر اور کسی بھی پنجاہی
صورت حال کا متابلکرنے کے لئے تیار کھائی دے رہا تھا۔
پہلے طاہر اپنی چار پائی پر پاؤں لٹکا کر بیٹھا تھا جس کے بعد سلم نے اس کی تکمیل کی۔ وہ

جانے تھے کہ کسی بھی لمحے مختاق بیدار ہو کر ان کے لیے مسائل بیبا کر سکا ہے۔ انہی پہلے اس ندار سے نہنا تھا جواب بحکمِ دُنیا کا آرے کارہن کرتے ہی ہم طفول کے خون سے ہوئی کھیل چکا تھا۔

آج اس کا یہ حساب اس دُنیا کے گھر میں آ گیا تھا؛ جس نے اسے آئین کا ساتھ بنا کر اپنے ہی دُنیا میں اپنے لوگوں کو دُنیے کے لیے کھلا چوڑا دیا تھا۔
شاید اس کے ناقابلِ محاذی کتابوں کی وجہ سے قدرت کو اس کی صوت کو بھی پا سکر زمین پر نہ چکی تھی اور اس کی مرتبی (موت) کے لیے بھی وہ جگد پرند کی تھی جہاں اسے قبر کی تھی بھی نصیب نہ ہو۔

دلوں نے ایک دوسرے کی طرف رکھا۔
اپنی اپنی گھری کا وقت دیوار پر گئی گھری سے ملائی اور انھوں کو کھڑے ہو گئے۔ دلوں ایک دوسرے سے بڑی گرم جوش سے پھل کر ہوئے اور ایک دوسرے کی پیچے نمودکت ہوئے الگ ہو گئے۔

دوسرے لمحے میں ان کے جسموں میں کوئی ناربیہ وقت سراست کر گئی۔ برقراری سے آگے بڑا کر طاہر نے خواب خروش کے حرجے پہنچے ہوئے شراب کے نئے میں دعوت مختاق کو یوں آکر تو پہلی کی طرح بکڑا اس کے لیے اپنے جنم کے کسی کو رکت رہتا تھا، لیکن ہو گیا۔
میں ان عیارات میں ستم نے اپنے دلوں ہاتھ مختاق کی گردان پر گاؤڑ دیئے۔
مختاق کی آنکھیں بیٹھ چکی تھیں۔

دو خندے سے بیدار ہو گا تھا۔
لیکن
اس کے لیے ملٹ سے آواز کالانا یا اپنے جنم کے کسی حصے کو جھٹ دینا تھا۔ البتہ اسے ایک کھلت ضرور ماحصل تھی۔

اوہ بے بُکی سے اپنی صوت کا تماشا ضرور آخی عیارات بحکم کیا کر سکا تھا۔
اور
یہ لمحے بھی بے حد مختصر تھے۔

بھیکل دوست بھی وہ جریئتی پیالا جس کے بعد زندگی سے اس کا باطہ نکل گیا۔ سلم کے ہاتھوں کی گرفت اتنی مجبوڑتی کر مختاق کی گردان پر اس کی اگلیوں کے کشان ابھرائے تھے۔
دلوں نے غفرت سے ایک نظر اس کے مردود جوڑ پر ادا اور اس کے منڈ پر کبل ڈال کر اپنے کمرے کے دروازے بھکت چکی گئے۔

آواز بیدار کے بغیر پہلے طاہر نے دروازے کی کندھی اندر سے کھوئی اور سامنے کو ریڑو رکھنا پا کر لشکر کا نام لے کر پہلادم پا ہو رکھ دیا۔
سلم اندھی موجود ہے۔

طاہر نے پلان کے مطابق ملی کی طرح دلوں پر چلتے ہوئے کو ریڑو کے آخری کرنے تک ایک پھر گاہ اور مطمئن ہو کر واپس اپنے کمرے بھکت آگئی جس کے باہر سلم موجود تھا۔
سلم نے اسی اثاثہ میں دروازہ بند کر دیا تھا۔

○ ○ ○

طاہر کی طرف سے "سب اچھا" کا اشارہ ملٹ کے بعد وہ اب اس کے عقاب میں بے پاؤں چل رہا تھا۔

دلوں اچھا چکتے تھے۔
ان کی حیات اتنی بیدار تھیں کہ دلوں کو اپنے دلوں کی جھر کتوں اور سماںوں کے زیر و بمن کا تنقی احساس ہو رہا تھا۔

کو ریڑو سے باہر بھل کر دوہ اپنے گردان کی قدر اگر کشت پشت پر آگئے اور بھلکل دس پارہ لپے لپے ڈگ بھرتے ساپ کی طرح ان سرکنڈوں میں ریک گئے جن سے دو گزشت پاٹی چور دوز سے دروازہ گزد رہے تھے۔

یعنی جنگلی کیس دوشت گردوں کی تربیت کے لیے اگاہی تھی۔
یہ گردان کے لیے ابھی نہیں تھی۔ گذشت پدرہ روز سے دہ بیکل تربیت لے رہے تھے۔

دلوں اب سرکنڈوں کے آخری حصے میں پہنچ چکے تھے جس کے بعد ایک جھوٹی کی نہ
جوہر کر کے انہیں اپنے نارکٹ بھکت پہنچاتا تھا۔

اچاکھی آسمان پر بکلی زرد سے کر کی اور سارا مظلوم رہن ہو گیا۔
شاید یہ تائیدی حقیقی کیونکہ بکلی کے کونے سے جو روشنی ہوئی، اس میں دونوں نے
کندوں سے کچھ قاطلے پر بارش میں بیکھرا ہوا ایک انسانی ہیرو دیکھ لیا تھا۔ یہ ہو گڑھ تھا جو مول کی
کشت کر رہا تھا۔

دونوں وہیں جم کر چکھ دے ہے۔

انہوں نے اپنے کپڑوں پر اور رکٹ پین کے تھے جو بیان کے گارڈزات کو استھان
کیا کرتے تھے، لیکن اب بارش میں بیکھر کر ان کا دوزن بھی دو گناہور ہوا تھا اور دونوں اس مصیبت
سے جلد از جلد بچات کی گئی تھی۔

سلم نے طاہر کی طرف دیکھا جس نے اچھے کھنڈوں اشارے سے سے سبھر کی تھیں
کی اور انہیں اور اپنے بیوی پر ہر یہ عنت بخ انتقام کے بعد مل کوئی بھی راستے کا اشارہ کرتے
ہوئے وہ جنک کر دے چکے مول چلتا ہوا سرکش عبور کر کیا جس کے بعد انہوں نے لینک ایک ایسا
پہنچا تھا۔

شاید گارڈ اپ بھاں سے آگے چاہیا تھا۔
سلم نے طے شدہ پر گرام کے مطابق ہر یہ عنت انتقام کیا اور طاہر کی تقدیم میں وہ
بھی آگے پڑھ گیا۔

اسے علم تھا کہ طاہر کہاں مل سکتا ہے۔
دونوں کی ملاقات اسی خبیث گیت کے سامنے ہوئی جس کا احتساب انہوں نے پہلے سے کر
رکھا تھا۔

درسرے ہی لمحے سلم کا ہاتھ اپنے کوت کی جیب میں گیا اور ایک لوہے کی ہاتر سے بندھا
وہ پلاس باہر آگیا جو انہوں نے اگلے ہی روز چ لیا تھا۔
وہ عنت کی ہر یہ چند جگہ بجھوڑ گیت کا تالا کھول چکا تھا اور اب دونوں نے اندر
 داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

انہیں یقین تھا کہ اندر کوئی نہیں ہو گا۔ یہاں حسکی نویت کے مختلف ”ذیہائیں“ اور
دھماکہ خر موارد کی وجہ سے دن کے ادھات میں بھی پر لوگ زدیک جاتے ہوئے ذرا تھے۔

دونوں بیان کے چیز چیز سے آٹا ہو چکے تھے اور اب تجزی سے اس چھوٹے سے
کرنے کے سامنے تھی کچھ کئے تھے جو ان کی آنے والی ہادی کمپ کے ”رموٹ کنٹرول“ رکھے
ہوئے تھے۔

اگلے پونچھ میں انہوں نے بیار کی کمپ کے سارے چیزیں کپٹے میں پاپنڈہ بھیوں
پر دھماکہ خر موارد خسب کر کے ان کے رمودت کنٹرول اپنی بھیوں میں رکھ لیے تھے۔
دونوں نے بطور خاص پڑوں ”پاروں“ کے خاتر فنا فیور ایریا اور اسٹریکٹر کے
ریز بنیطل ایریا کو اپنی زدمیں لے لیا تھا۔ اب تک ان کا منسوب گھری کی سو بھیوں کے میں مطابق
ٹھے پارہا تھا۔

انہوں نے اپنا کام ایک گھنٹے میں کمل کر دیا تھا جس کے بعد دھماکوں کا آغاز ہونے والا
تھا۔

تمن بڑے نام بھیم جو انہوں نے آخری چند رہنے سولہ اور سترہ عنت کے دلقے سے فٹ
کر کھٹے کے پہنچ میں بھکل تھاں پارہ مٹ باتی رہ گئے تھے جب وہ اسی ”بڑی“ کی میں گیٹ کے
نزو دیکھ ایک گھوڑت مقام پر بیٹھ گئے جو ان سے واحد راستہ باہر کی طرف جاتا تھا۔

دونوں کے دل کی دھرم کنیت اب معمول سے زیادہ تھیں جو جل بر عی تھیں۔
..... چین۔

کیا جمال جو ایک لمحے کے لیے بھی دونوں میں سے کسی ایک کو خوف چوکر بھی گزرا ہو۔

○ ○ ○

طاہر نے آخری لمحات میں اپنی جیب میں رکھے ماذر کو قارچ پوزیشن میں کر کے اپنے
ہاتھوں میں مثبتی سے قائم لایا تھا جب کہ سلم تربیت کے مطابق اس سے چند قدم کے قابلے پر
ڈیوبھی کے اندر رکھنے والے دروازے کے بالکل زدیک اس طرح کمرا افتاب کر دروازے کھلتے ہی
وہ آسانی سے ڈیوبھی میں داخل ہو گئے۔
اچاکھی فھٹا کیس دھار دھماکی آواز سے لڑا گئی۔

پہلا دھماکہ اسی پاروں میں ہوا تھا جو جاہ کن بھر بانے کے لئے استھان کیا جاتا تھا۔
اس سے پہلے کہ تمام اتفاقیں کو صورت حال کی کچھ آئے، دھار دھماکہ پڑوں ڈمپ

کے نزدیک ہوا اور آگ کی لمحن آسان کو پھونے لگیں۔ ایک منٹ کے وقت سے تیرے دھاکے نے تو بھیسے اس سارے کپ کو اس کے منتظرین سمیت زمین پر ہونے پر مجبور کر دیا۔

○ ○ ○

دھماکوں سے لگنے والی آگ پر بارش اثر انداز ہیں، ہوری تھی اور اس کے شفطے بلند سے بلند ہوتے جا رہے تھے۔ اچانک ہی ڈیوڑی کا دروازہ مکلا جائے ہوئے گارڈز و دھماکوں والی جگہوں کی طرف بھاگنے لگی۔

شاید یہاں کوئی الارم سسٹم نہیں تھا۔

شاید ان لوگوں کے دہم و مگان میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ ان کا دشمن اتنی دیوبھی کا مظاہرہ کر پائے گا اور ان کی مفوں میں سمجھ کر ان کے قلب میں اعتماد کرے گا۔ اس لئے بیکی معمولی عزم نہیں تھی۔

بھارت کی مختلف اقلیٰ جماعتیں ایجنسیوں کے شرداری یہاں جمع تھے اور ان شرداریوں کے اجتماع میں پہنچ کر گزر جوئے شیر لانے کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔

لیکن یہاں سیکورٹی کا فول پروف نظام ضرور بنایا گیا تھا۔ وہ تو قصور بھی نہیں کر سکتے کہ یہاں موجود کسی بھی انجمن کے دل و دماغ میں ایک لمحے کے لیے بھی ختم یعنی والا کوئی منسوب بان کی عقابی نظریوں سے چھپ سکتا ہے۔

شاید انہوں نے کبھی اس امکان کو دیکھا ہیں میں رکھا ہی تھا کہ اس کے پس میں دشمن کے خوبی بکار رکھی والیں ہو سکتے ہیں۔

امبی وہ لوگ بیشکل اپنے اوسانی بیخ حال کر پائے تھے جب طاہر اور سلم کے ہاتھوں میں پکڑے دیوٹ کشڑوں سے دھماکوں کا سلسہ شروع ہو گیا۔

یوں لگانے تھے اسی تجربہ کے نتیجے میں حملہ کر دیا ہو۔ دھماکوں کا شر کے والا سلسہ جاری تھا اور صورت حال لیکی خڑکاں ہو گئی تھی کہ یہاں بیکریوں میں تھم درجنوں دھماکوں کا نہ ہونے سے ہر بڑا کر اٹھے اور دیوار اپنی چانسی چاٹنے کے لیے ڈیوڑی کی طرف بھاگنے لگے جبکہ ڈیوڑی نکل کچنے والے گارڈز کو بھیجیں آئی تھی کہ وہ کیا کریں۔

امبی سک رات کی اس کے کماٹر کی طرف سے انہیں کوئی واضح پدراست نہیں ملی

صحیح۔

آج سکنی صورت حال پیش نہیں آئی تھی۔

اب ایک تھی چنان پڑی۔ انہیں کچھ بھی آئی تھی کہ اپنی جانیں بچائیں اس جاہی پر ڈیوڑ پا کیں یا اپنی جان بچانے کے لیے بھاگتے ہوئے ان تھریب کارروں کو کشڑوں کر دیں۔ طاہر اور سلم اپنا کام مکمل کر چکے تھے۔

ای وفات و دلوں لے لے اور کوٹ پہنچنے ہوئے رات کو پھر دینے والے گارڈز کی دکھائی دے رہے تھے۔

پدرے میں پوکھلائے ہوئے گارڈز اور دیگر تھریب کارروں میں سے زیادہ تر ڈیوڑی حالت میں تھے ان کے گرد موجود تھے۔ ہر کسی کی کوشش تھی کہ وہ ڈیوڑی کے راستے پر اپنی لکلے سکے۔

یہ ملابس موقع تھا۔

طاہر نے اپنے پاس موجود آخری کھلوانہ پر اپنے ہاتھوں میں لیا اور دلوں اسی بھیڑ کا حصہ بن ڈیوڑی میں لگھ کر جو یہاں پہلے سے موجود تھی۔

پدرے میں لوگوں کے اس اجتماع میں وہ گارڈز کا حصہ ہی دکھائی دے رہے تھے۔ ڈیوڑی میں اندر ہر احتہا۔ شاید کل کا نظام بھی دھماکوں کی پیٹ میں آگیا تھا۔ میں گستاخلا ہوا تھا اور ڈیوڑی تھریب کا رختی چلاتے اس سے باہر بھاگ دے رہے تھے۔

میں گیٹ سے مخفی افس میں دو تین پوکھلائے ہوئے ذمہ دوڑتھے جو شاید وہ ارسیں پر چلاتے ہوئے اپنی ہاتھی کمان کو اس حادثے کی خبر دے رہے تھے۔ خوف زدہ صورت حال سے اجتہاں پر بیان اور مستخرہ ہوں ان تھریب کارروں اور ان کے کرتا ہر نہ اؤں کو علم نہ ہوا کہ کب سلیم اور طاہر نے اپنے پاس موجود آخری پٹا خے دیا ہے پھر اسے دھماکوں کی تھیڈی میں چھپ چلاتے میں گیٹ سے باہر لکل کے۔

ان کے باہر لکھتے ہی دلوں پاٹے دھماکوں کے ساتھ پھٹ گئے کیونکہ دلوں کے آخری ریوت کشڑیوں استعمال کر دینے تھے۔

اجتہاں طاقت دران دھماکوں سے ڈیوڑی کی ایک دیوار ٹوٹ کر اندر ہم توڑتے تھے۔

بھومن پر گردی اور ان کی چیزیں بھی اس ذہن میں دب کر رہے تھیں۔

ذیوں گی کے باہر موجود گارڈروم میں موجود تمام میزیں چھٹت سے لگ کر دبارہ ان کے سروال پر گریں جو یہاں موجود تھے اور انہیں شدید زخمی کر دیا۔

اردو فینڈز

دوسری اس وقت یہاں سے پہلاں سماں تک گردور زمین سے پچھے ہوئے تھے۔ وہ آخری چاہی کا ماحصلہ یکٹھے کئے یہاں رکتے کا خطرہ مول ہیں لے سکتے تھے۔

امگی انہیں نے اپنے جسموں سے سکھے ہو کر پچھے بھاری کٹ الگ کر دیئے تھے۔ پارش کا زور اب تہرثہ نئے لگا تھا اور وہ بڑے مدد اور تربیت یافتہ کا ماثل روز کی طرح گھری کی سوچیوں کے مطابق مرحلہ اور منصوبے پر عمل پرداختے۔

دوسری کارخانہ اب کپ کے رنجی پنسل ایسا کی طرف تھا جہاں یعنی روشنیاں بجھ کر جھیں کریکے۔ پارش یا پیغمبر دھماکوں کی وجہ سے میں پلائی میں کوئی قلل پر گیا تھا۔

دوسری اب اپنی دانت میں رہائش ایسا کی اس حصے تک پہنچنے لگی پچھے ہوئے تھے جہاں انہیں کوئی امداد میرا سکتی تھی۔

"اُمر حرام آؤ۔"

سلیمان کو طاہر کی سرگوشی سالی دی اور وہ اس کے پیچے اس راستے پر گھوم گیا جو یہاں سے دوسری طرف اس پتوں پر مرتاح تھا جہاں سے وہ لوگ مڑک پر جایا کر تھے۔

"آں گے مڑک ہے شاید۔"

سلیمان نے تھاں خفریہ بچھے میں کپا۔

"بس الشکی قدرت کے ممتاز درست کیتھے جاؤ۔"

طاہر نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا اور چلا گیا۔ پھر اچاک دہ پلے پلے ملے رک گیا۔

اب وہ رہائی ایسا کے محب میں اس درکشاد کے نزدیک بیٹھ گئے تھے جہاں بُواری
بیچ کے دیکھ لکھ کی مرمت کی جاتی تھی۔
درکشاد کی دیوار کے ساتھ مرمت طلب ہمیں کمزی تھیں۔ اچانک ہی سلم کی
آنکھیں حرثت کے کھلی رہ گئیں۔ وہاں ایک کونے میں ایک موڑ سائکل کمزی تھی۔ بالکل
ایسے جیسے وہ ان درنوں تیکی تھکر رہا۔

پہلی ہی نظر میں سلم نے پہچان لیا کہ اسی کام کی اگر والی کی پرائی ہے موڑ سائکل ہے۔
یہاں تر یا اندر کرنے کے لئے موڑ سائکل یا کار بھی ہوئی تھی۔

”کیا خالی ہے؟“
طاہر اس کی طرف دیکھ کر سکر لیا۔
”ولی ڈن۔“

پہلے ساختہ سلم کے منہ سے لکھا۔

سلم پہچھے بیٹھا تھا۔ موڑ سائکل طاہر نے سنبالی اور وہ عازم سفر ہوئے۔ تمام راستے
جن پر طاہر موڑ سائکل چلا رہا تھا سلم کے لیے بالکل بخشی تھے۔

○○○

موڑ سائکل طاہر جلا رہا تھا اور اپنے بدن کے گرد بے سے اور کوت کو چاہر کی طرح
پیٹ کر سلم اس کے پیچے بیٹھا تھا۔ یاں کی خوش تھی تھی کہ بارش اپ رک گئی تھی اور طاہر آسانی
سے ڈائی گیگ کر کہا تھا میں مختلف سوت سے آتے والی خشکی ہواں کے چیزیں بدن کے بدن
کو بلند کی طرح کاٹ رہے تھے اور آنکھوں پر عینک نہ نہ کے سب اسے بار بار آئکھیں بند کرنا
پڑی تھیں۔ جو راست طاہر نے اختیار کیا تھا اس سلم کے ہم و مگان میں بھی نہیں آسکا تھا۔ قریباً تین
کلو میٹر کا سفر کرنے کے بعد اس نے اچانک ہی موڑ سائکل کی راستے پر اتا رہی تھی۔ سلم دم
سادے چپ چاپ اس کے پیچے بیٹھا تھا۔ اسے طاہر کی کمان میں چکرا مرتب کام کرنے کا موقع ملا
تھا اور وہ اس کی تجربہ کاری سے مترجع ہو رہا تھا۔

طاہر نے بلاشبہ کامی اگر والی کے ذریعے بہترین تاریخی حامل کے تھے۔ ان حالات
میں موڑ سائکل ان کے ہاتھ لگنا ایسا طاہر کی تجربے سے کم دھکائی نہیں دے رہا تھا۔

- جس -

سلیم جانا تھا کہ کامی اگر والی کی طرف سے ان کے لیے بہترین انتھ تھا۔

جانے طاہر نے کامی پر کیا جادو پوکھا تھا جو اس طرح وہ اپنا سب کچھ بھول کر اس کی
گرویدہ ہوئی تھی اور ان کے لیے اتنی آسانی بھی پیدا کر رہی تھی۔

اچھی تک اس بات کا علم نہیں تھا کہ کامی ان کے ساتھی ہی جہاں سے فرار ہو گی
ہے۔ اس کچھ اور سلم راستے پر موڑ سائکل کو اس طرح بھجاتے چلے جانا طاہر کی کام تھا۔ سلم
جانا تھا شاید اس کے لیے جس نہ ہوتا۔

اسے اپ احساس ہونے لگا کہ کامی اگر والی اور طاہر کی دوستی نے ان کے لیے کتنی
آسانیاں پیدا کر دیں۔

یہ کامی ای تھی جس کے ساتھ روزانہ بیچ کے باہر گھونٹنے سے طاہر کو ان راستوں کا علم
ہوا اور نہ ہی جہاں سے فرار کے صرف دوستی راستے انہیں سمجھا کر گئے ہیں۔

کرتی صاحب نے اس روز اپنی آخری برلنگٹن میں کہا تھا۔
”ہمارے علم کی حد تک تمام معلومات جھیں مل جگی ہیں۔ فی الواقع فرار کے بھی دو
راستے ہارے علم میں ہیں۔ اگر پہنچتے تو تم کوئی تیر راستہ ڈھونڈ سکتے تو مل ڈن۔“

اور۔

انہوں نے تیر راستہ ڈھونڈ لیا تھا۔

سلیم جانا تھا کہ آگ جلدی بھجا گئی کہنکہ باش جہاں ان کی مدد گاری تھی دہاں
دوش کے لیے بھی کامی تھی۔ اگر یہ آگ کسی عمارت کو لوگی ہوئی تو شاید اب تک دوشن اس پر چاہو گئی
پاپکا ہوتا ہیں بارہ دو لوگی آگ جب بھکتی تھی جب سارا بارہ دو را کھین چاتا۔
میں ایک سوچ انہیں الہمنا دلاری تھی۔

وہ جانتے تھے کہ دوشن پہلے بیچ کے حالات ناول کرے گا جس کے بعدی ان کے
خلاف کارروائی شروع ہو گی۔

سلیم کے اندازے کے مطابق وہ لوگ اب بیچ سے قریباً دس بارہ گلہ بیٹھ دو رکھ لائے
تھے۔

"ہوں۔ اس لیے کچھ باتیں صورت گئوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے طاہر کو کچھ باتیں احتیاطی تدبیر تائیں۔ ان میں سے کچھ طاہر کے ذہن میں پہلے ہی سے تھیں۔ کچھ باتیں البتہ اس کے لیے بھی تھیں اور چھٹا دینے والی تھیں جن میں سب سے اہم بات یہ تھی کہ اس طلاقے کے گروگرو موجود قریباً تمام ہے۔ آشرم وور مندر "را" کی نظرؤں میں رہتے ہیں۔ جب کوہ خود بیہاں کے سب سے آشرم میں پناہ لے جائے گا۔

"اچھا درست خدا حافظ۔"

سلیمان نے بھرائی ہوئی آواز میں اس سے بخشنگیر ہوتے ہوئے کہا۔

"خدا حافظ۔"

دلوں ایک دوسرے سے پہلے ایک دوسرے کے نام میں قرآنی آیات کا درج کر کے ایک دوسرے کے مخفود رہنے کی دعا میں کردہ ہے۔

سلیمان نے ہمت کر کے پہلے اسے چھوڑ اور "فی امان اللہ" کہہ کر لے ڈکھرا ترک کی طرف چل دیا۔

طاہر و رخنوں کی اوٹ سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا سلیمان کے سرک پر پنچے کے بھٹک تین چار مرست بعد علی ایک بُس اسے دہال رکھی ہوئی تھا اور بی جس پر دوسرا بُس کیا۔

○ ○ ○

بس کی روائی پر ایک مرتبہ بُس نے دل دل میں اس کی سلامتی کے لئے دعائیں۔ آئیں اور اپنے کام میں صورت ہو گیا۔

اس نے دوسرے ہی لئے خود کو داری کر لیا۔
حالات کی تجھن پر اس کی نظر تھی اور وہ کافی اگر وال کے موڑ سائکل کا نول بھس کھول رہا تھا۔

کافی نے اس کی بہادت کے میں مطابق ایک جعلی نمبر پیٹ دہال رکھی ہوئی تھی۔
اگلے چند منٹ میں اس نے موڑ سائکل کی نمبر پیٹ تبدیل کر دی۔ اصل نمبر پیٹ اس نے دیں ایک مخفود آنجل پر چھادی اور موڑ سائکل شادر کر کے وہ بھی سرک پر آ کیا۔
اب تک انہوں نے قرباً ۲۵ کلو میٹر کا قابل طے کر لایا تھا۔ طاہر نے پرول کی تیکھی کا

بھس کھول کر اسے ہلا کر دیکھا اور مٹھن ہو کر سر بہا دیا۔ اب بھی اچھا خاصا پر وال اس میں موجود تھا۔ کم از کم وہ اپنی اگلی منزل تک بغیر کسی رکاوٹ کے پہنچا سکتا تھا۔

اس کی منزل بیہاں سے بھٹک سات آٹھ کلو میٹر کے قابلے پر اس کی نظر تھی۔

یہ سات کلو میٹر کا قابل اس نے برق فقاری سے ٹکرایا۔

اس دو ران اسے راستے میں بھٹک سات آٹھ بیس یا موڑ سائکلیں دکھائیں دیں تھیں۔

یہ دو ران تھے جو صحیح اپنے کام پر جا رہے تھے اور سروری کا یہ عالم تھا کہ سوائے سامنے سرک پر دیکھنے کے اور کسی طرف گردن گھما کر دیکھنے کے بھی روادار رکھائی بیس دیتے تھے۔ یوں بھی بیہاں کسی کو ایک دوسرے کی شاخت جانے کی کیا پڑی تھی۔

تالا اس نے دوبارہ اس طرح لگ کر اس پر لگا سرکاری کپڑا بھروسیل کے چھ حایا اور رہا
لکھ آیا اب وہ کام مرد کی طرف جا رہا تھا۔
جیسے میں وہ مرد کے نزدیک ہو رہا تھا۔ جیساں ادا کٹکروں سے برآمد ہوتی بھگن اور
وصول ہاشم کی آوازیں نمایاں ہونے لگی تھیں اب اسے مرد کی طرف جاتے یا حری گھی دکھانی
و نہیں لگتے تھے۔

سوری ایک پہنچائی مقام تھا۔

گرمیوں میں تو یہاں کی رونقیں بہت زیادہ ہوئے جاتی ہیں۔
سردیوں میں زیادہ بھیڑ بھاڑ جاتی ہوتی تھی۔ البتہ کچھ من پڑے بھارت کے مختلف
شہروں سے ضرور ادھر کارخ لی کر رہے تھے۔

ان میں زیادہ تعداد ان تو یہاں جو گروہوں کی ہوتی جو اکثر ہتھیں مون مٹانے اور آ جانا
کرتے تھے یا بھردوں میں برف باری کا مزدھن لینے والے یا جانہ رہتے تھے۔
آنے والا کوئی بھی ہو خواہ مقامی یا غیر مقامی اگر وہ ہندو ہوتا تو سوری آ کر مانی کا کا
کے مرد میں ضرور "متھا چکنے" آتا تھا۔ یہاں کی "پوجا" سارے بھارت میں مشہور تھی۔ بھی وجہ
تھی کہ سوری کے تجریبیے ہی خطرناک کیوں نہ ہوں یہاں "ہاتھ ہوئی کے چھوٹوں" کا آنا یا باٹا گھٹا
رہتا تھا اور مرد میں یہ خواہ بھی سب سے زیادہ چڑھتا تھا۔ جس کی وجہ سے یہاں کے آشram میں
بچاروں کی تعداد روز بروز بڑھتی پڑی جاتی تھی اور یہاں مرد کی "گولک" (چندہ ڈالنے والی جگہ)
لکھ رسانی حاصل کرنے کے لیے یہ بچاری ایک دوسرے کی جانب لیتے سے بھی دریغ نہیں کرتے
تھے۔

طاہر اس مرد میں دو قسم مرتبہ آپ کا تھا۔
لیکن۔

کافی اگر والہ ہندو ہو نے کے باوجود یہاں نہیں آئی تھی۔
اور۔

اس کا سبب سوائے اس کی اپنے دھرم سے بیزاری کے اور کچھ نہیں تھا۔ وہ درجنوں
مرتبہ یہاں سے گزری تھی۔ ذمہ دوں جاتے ہوئے سوری راستے میں آتا تھا جن کیا جمال جماں

سوری آگیا تھا۔
طاہر چچہ وہ پہلے یہاں کی کام سے آیا تھا اور آج پھر قسم اسے یہاں لے آئی تھی۔
اس نے اپنے ذہن میں پہلے سے بنے نقش کے مطابق موڑ سائکل کا رنج خالی کیست میں کام کا کام
کے مرد رک جانے والے راستے کی طرف کیا اور مرد سے بھخل ڈیزدھ دکلویزیرے ہے ملے پر اس
سرکاری سکول کی نو تعمیر بھارت کے نزدیک رک گیا۔ جس کی تعمیر چچہ وہ پہلے ہی سرکاری پہنچ اپنے
سے بند ہو گئی تھی۔

اسے امید تھی کہ بھی مزید دو سال تک یہاں کام نہیں ہوگا کیونکہ تھیکیدار مقامی انتظامیہ
کی طبق بھگت سے اپنی ساری رقم ڈکارنے کے بعد کام دھورا چھوڑ کر یہاں گیا تھا۔ بڑے اطمینان
سے وہ موڑ سائکل کا اجنبی بند کرنے کے بعد سکول کی عمارت میں داخل ہو گیا اور یہاں اپنے
مطلوب کی جگہ خلاش کرنے لگا۔ جلد ہی اسے ایک کمرے میں کاٹھ کیا جس کا ڈھیر دکھائی دیا جس کے
باہر ایک کنٹی میں چھوٹا سا ساملا پھنسایا جواہر تھا۔

اس نے تا لے کا گہری نظر وہ سے جائزہ لیا اور موڑ سائکل کا نول بکس کھولنے لگا۔
اگلے چند منٹ میں اس نے دھاتا لکھول لیا تھا اور موڑ سائکل کو اس کاٹھ کیا جس کے ڈھیر میں اس
طرح کھڑا کیا تھا کہ وہ بھی اس کا ہی حصہ دکھائی دے۔

جناب حلاجہ بری و جلد ساز

0333
2116358

149

کامنی کو خدا تو اہ مصہ آ جاتا تھا۔
اسے اس بات کی کچھ نہیں آئی تھی کہ پھر کوئی پیش کر جائے جو اد و دم کرم کے قدر ہے
روان آخ رخانی (۲گ) کے بغیر مکمل کیوں نہیں ہوتے۔

اس کے باپو جی نے تباہ تھا کہ ہندو دھرم میں اگری بہت پورت ہے۔ دیک (بہت پورا)
زمانے میں پرش (انسانوں) اور بیجاوں کے درمیان اگری کی کچھ بیکاری کا درج تھی۔
قد کم آریہ سماج اپنی بیویت اسی اگری کے زیر ہے اپنے دیجاتاون کو بیچایا کرتے تھے اور
چھریہ سلسلہ یہاں تک چلا کر مرتب (مرنے والے) کو پولوک (عفی) پولوک (عالم ادعا) اور
برہم دک (لاہوت) بیٹھانے کے لیے نہ آئیں کیا جانے لگا۔

لیکن ہر خوشی کے موقع پر بھی بھی آگ کا "ہون گھنڈا".....
اس نے اپنے باپو جی کی بات کافی۔

"یعنی تو بھی (عقل) بھروسہ ہو گئی ہے۔"

عقاب سے اسے موی کی آواز سنائی دی جو اسے بازو سے کھڑک کر دے دھرمی طرف لے گئی
کیونکہ یہاں موجود مورتوں میں سے اگر کسی کے کان میں بھی اس کے خیالات کی بھنگ پڑ جاتی تو
سارا سماں اس کے گھر و الوں کا باہمی کام کر دیتا۔
اس روز اس کی موی نے کہا تھا۔

"یعنی شمار میں سب کچھ ہم اپنے ارادے اور مرضی سے بھیں کرتے۔ بہت کچھ میں
جبوراً بھی کرنا پڑتا ہے۔ کبھی کبھی کوئی چیز بہت برقی کی ہے لیکن یہم اس کے علاج بھی رہتے ہیں۔
ہمارا باراں کی طلب بھی کرتے ہیں۔ کیا کوئی اپنی مرضی سے کڑوی سلسلہ دادا کھاتا ہے۔

ثین مان بُل تو بھی اسی طرح دھرم کرم کرنی توہا کر خواہ تیرے اول مانے یا اس
مانے۔ ایک بات میرا من کہتا ہے جو اپنی زبان بھک لاتے ہوئے فڑتی ہوں۔ یعنی الگ ہے تو کسی
دن اچا کچک یہ سب کچھ پھوڑ پھاڑ کر چلی جائے گی۔ بھگوان کرے میں وہ دن دیکھنے کے لیے زندہ
نہ رہوں۔ کیونکہ مجھ سے یہ کچھ دیکھاں لیں جائے گا لیکن میرا من کہتا ہے کہ اسی ہو گا ضرور۔
اس روز موی نے یہ بات مکمل مرتبہ بہت بخوبی کی تھی۔

لیکن

صرف ایک مرتبہ جب اس کے پیاری اسے ملے آئے تو وہ زبردستی کامنی کو اپنے ساتھ
بیہاں لے آئے تھے۔

بیہاں آنے کے بعد کامنی نے دیوبی ہاما کی سورتی کے سامنے صرف ایک ہی وعدہ کیا تھا
کہ اب وہ دوبارہ بیہاں کبھی نہیں آئے گی کیونکہ اس نے بیہاں کے آشram کے کروں میں ماہا کے جن
سیدواروں اور داہیوں کو بھاٹاں کے بعد سامنے یہ مندر کی بجائے کچھ اور کھائی دینے لگا تھا۔
املی عصی آپسہر ہوتے کے ناطے اس کی جاناندھی نظر وہ نے ان داہیوں کے چیزوں
پر نظریں ڈالتے ہی ان کی الحیت کا اندازہ لگا تھا اور آشram کے بیچاروں اور دیساوادوں کی
آنکھوں میں موجود شیطانیت تو کوئی حقیقت کا اندازہ بھی بخوبی دیکھ کر کہا۔

اپنے پیاری کے سامنے اس نے حسب ذات ایک ملباٹھر اس مندر میں ہونے والی
حرام کا ریوں پر دے دیا تھا اور وہ اسے کامنی کے معمول کی باتیں جان کر سکتا ہے میں تھے تھے کیونکہ
انہیں اس بات کا علم تھا کہ کامنی کو کبھی پناہ دھرم پر نہیں آیا تھا۔

"بھگوان جانے تھے ہمارے ہی بیہاں ختم لیا۔ مجھے کبھی بھی یوں لٹکا ہے مجھے تمہاری
ماں جمیں کسی مسلمان گمراہ سے اٹھا کر لے لائی ہے۔"

اس روز کامنی کے باپو جی نے اس کے پیغمبر کے ناتھے پر کہا تھا۔

اس کے باپو جی نے غلط کہا تھا اسی

اس سوال کا جواب تو کامنی کو کبھی نہیں مل سکا۔
لیکن

آج جب لقیر اسے دوبارہ بیہاں لائی تو اسے رہ رہ کر اپنے باپو جی کی آخری بات
ضرور یاد آ رہی تھی۔ اور وہ سچ رہی تھی کہ اس کی جوی نے ایک مرتبہ کامنی کی بات کی تھی۔
وہ بھی کوئی ایسا ہی موقع تھا تھا شاید اس کی بیکن کی سکائی ہوئی تھی اور ان کے بیہاں
"ہودوں" ہوئے تھے۔

شیطانی چہرے والا ایک بیچاری جس کا پیٹ اس کی کمر سے باہر نکل کر کسی بھی لمحے
زمیں پر گرنے والا تھا جب سا گھر کی کوئی طبلے ہوئے کوئوں پر بھیک اور کچھ مذتر کا انٹا پشاپ کرتا تو

نے کامنی اس طرح کارخ نکیا ہوا۔

کامنی نے زور دار تقدیر کیا تھا اور موہی کا بازا روپ کر کر اپنے طرف لے گئی تھی۔

"اپنے دماغ پر زیادہ بیرونی لا کر۔ ورنہ بھروسی نہیں گوانے پڑیں گے۔"

اس نے موہی سے پہنچتے ہوئے کہا۔

اور.....

اپنے کرے من آ کر کانوں پر بیند فون چڑھا کر اپنے پند کامیز دک شنگلی کیوں کیا۔ میں اس کے لیے نجات کی واحد را تھی۔ ورنہ تو گھر میں "پوچا" شروع ہوئی تھی اور زور سے ذہول ہائل کے ساتھ اپنی بھروسی اور موہی آوازوں میں مغلی کی عروتوں نے بھی گانے شروع کر دیئے تھے۔

کامنی نے کبھی نہیں سمجھا تھا کہ جس گھر کھو دھنے سے میں وہ جوں تھی ہے کبھی دھاں سے نہیں لکھ پائے گی۔ اسے تو یون گناہ تھی جیسے جیسے زندگی مادہ سال آگے بڑھ رہی ہے وہ زندگی کی اس دلسل میں اور زیادہ گھری اتری ٹھیں جا رہی ہے۔

جیکن.....

آن اپاٹک اسے انیٰ موہی یاد آتی ہے۔

اس کی موہی نے ساری زندگی یاہے نہیں کیا تھا۔ ساری زندگی "مکمل" میں ہزار دی تھی۔ اپنی ساری جوانی بھگوان رشی کیسی کی سیوا کی بیعت چڑھا دی تھی۔ وہلی کے نزدیک گوری گاؤں میں موجود ساہوؤں کے اس بھٹ پر اس کی موہی کی جوانی اپنے بھگوان کی سیوا میں بیعت گئی تھی۔

○ ○ ○

من سے رات کے نک وہ اپنے جیسی درجنوں ووسی بھلا دل کے ہمراہ اپنے بھگوان کی سیوا میں گلی رہتی تھی۔ بھٹ میں رہتے والے ساہوؤں کی سیوا سنبھال کرتی رہتی تھی اور ایک روز تجاءں بھات پر وہ ان کے ہاں روٹھ کر پلی آئی۔ جس کے بعد بھرگی بھٹ پر واپس نہیں گئی تھی۔ اب ان کے محلے میں دھرم کرام کا کوئی بھی کام ہوتا لوگ اسی کو بلا کر لے جاتے تھے۔ اکثر گھر دل میں "ہوئی" وہی کرواتی تھی۔ ہندو گرانے اس سے مختلف مواد پر ہونے والی رسومات کے تعلق دریافت کرتے اور اس پر عمل کیا کرتے تھے۔

"واہ موہی واقعی تھے حق کہا تھا۔"

اس نے دل ہی دل میں اپنی موہی کو یاد کیا۔ ایک بھی میکراہت اس کے ہوتوں پر تھی۔ کامنی کو اپنے شہروں کی تمام تر کامیابیوں کے ساتھ اس تھی تھیت کا احساس اور علم تھا کہ اس نے اچاک تھی اتنا تباہ اقدم اخالیا ہے۔ وہ اپنا گھر یا زاد بیوی، سیمیاں سب کچھ بھلا کر کرچا کر اپاٹک ایک سلان فوجوان کے ساتھ بھاگ آئی تھی۔

اسے حراجی تھی کہ اب تک وہ سر کیوں نہیں گئی۔

اس بھی نہار اور دشیں دروخت کو تو اب تک مر جانا چاہیے تھا۔

.....
جیکن

وہ زندگی تھی۔

اس کا ہمیر بھی زندگی تھا۔

کوئی ظہش اسے نہیں رلا پائی تھی۔ کوئی بچھتا وہ اس کے دامن سے نہیں لپٹا تھا۔ وہ تو

بہت پر سکون تھی۔ بہت پر سکون۔

پاکل بر گد کے اس درخت کی طرح جو اس مندر کے نہال میں اس نوٹی ہوئی پرانی عبادت گاہ پر سایہ کے ہوئے تھا جاہاں وہ کل رات سے بھیجی تھی۔ جانے اس بر گد کے چڑنے کتنے ساہوں سے ہو گئی سردوہ بارش "طفاقان" کی ختنیاں برداشت کی چیز اور اب تک پر سکون کھڑا ہے۔

کہیں اسی تو تھیں کہ اس کا ہماضی سارا جھوٹ تھا۔

اس نے اپنے اور کوئی ملٹھے جا رکھا تھا۔

اپنے گرد بے بیان و نظریات کی ایسی دیواریں استوار کر لی تھیں۔ جو طاہر کی محبت کے معنوی تھیزے بھی برداشت نہ کر سکیں اور ایک ایک کر کے زمین پر ہوں ہو گئیں۔

"تو پھر کیا ہے؟"

اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔

"جی تھیں کہ اکامی۔ جو تم دیکھتی ہو۔ جو تمہارے ساتھ ہو رہا ہے۔"

کسی نادریہ طاقت نے اس کے سوال کا جواب اس کے کاموں میں دیا۔

تمہیں اس حق کی حاشی تھی۔ تم بھپن سے اسی حاشی کے سفر پر گئی تھی۔ اپنی حاشی کے

سپر پر نزول مبارک ہو کامنی آگروال۔ مبارک ہم نے خود کو بلا خرچ پایا۔ خود کو بلا خرچ پایی
لیا۔ تم فتح ہو۔ تم جیت لیں کامنی آگروال۔

اس کے دل اور سیرتے اسے مبارک بادی۔

اپنے فتح ہونے کا شناس پر سرور کی طرح اتر گیا۔ اس کو اپنے تن بدن میں دور اندر
تک مرشدی کی ایک عجیب بیفت کے اتنے کا احساس ہوا۔ وہ فتح کے نئے سے سرشار اب ظاہر
کی ختفتی!!

وہ زندگی میں آج دوسرا مرتبہ کامندر آتی تھی۔

اپنے والد کے ساتھ ہی باری خوات اور اب بھی۔

اگر طاہر نے کسی اور بھکر تھیں کیا ہوتا تو شاید یہاں تاقی اس کے ذمہ میں کچھ اور
چکھیں بھی محفوظ تھیں۔

لیکن

اس کی اٹلی بھی تربیت نے اسے اپنی طرف سے طاہر کوئی شور ہوئے سے منع کیا
تھا۔ وہ اس مرطے پر ایک لمحے کے لیے بھی طاہر کا انتباہ نہیں کوئا ہاپا تھی۔

اس نے اپنی زندگی کا سب سے افضلہ اچانک کیا تھا۔ لیکن اسے علم تھا کہ لا شوری
طور پر وہ طویل اڑ میں سے ایسے ہی کسی پیٹل کے لیے خود کو تیار کر ریتھی۔

○ ○ ○

اس روز بھی طاہر نے اپنا کامل تعارف لیں کر دیا تھا جس روز اس نے پووال کو
جان سے مارا۔

اس پووال کو جسم و قدم تھیست جان کر کامنی کو اپنی درندگی کا ثابت بنانا چاہتا تھا۔ کامنی
کے لیے طاہر کی اچانک آمد پووال کا اقل اور اس کا فرار۔ قدرت کے چیزوں کو تکمیل کے تین
مختلف ایک تھے۔

ایک احساس بھس نے ابھی تک اسے بہت حوصلہ رے رکھا تھا کہ اس کے ساتھ جو کچھ
بھی ہو رہا ہے اس میں کامنی کی اپنی ہی نہیں پر ما تما کی مرثی بھی شامل ہے۔

حالات خود بخوبی دینتے پڑلے چار ہے تھے اور وہ کاتب تقدیر کے اشاروں پر کہ ٹکلی کی

طرح عمل کرتی جلی جا رہی تھی۔

پووال کے قتل کی رات وہ بڑی طرح کہنئی تھی۔

اسے علم تھا کہ پووال کی لاش اگلے ایک دو روز میں بہر حال مل جائے گی۔ یہاں کے
دندنے والے گوہت جیسے بیٹے تھے لیکن راستے میں آنے والے کسی بھی بڑے پھر سے گل کر کاں میں
پہنچنے والی چیز سر کنارے اگ جایا کرتی ہیں۔

ان ندیں ناٹوں کے براوے کے ساتھ بہر کر آئے والی لاشیں اب سمول کی بات بن چکی
تھیں۔

لیکن

پووال کی لاش سمول کی بات نہیں تھی۔

مقامی پالیس افسران اسے اپنی طرح پہنچانے تھے کیونکہ گذشتہ دو سال سے وہ بخاری
منزہ میں خدمات انجام دے رہا تھا۔ اور مقامی انتظامی کے ساتھ اس کا کوئی شکوئی پھنسا آئے روز
پڑھنے پر رہتا تھا۔

کامنی کو اچ بھی یہ سوچ کر جھر جھری ہی آجائی تھی کہ اگر طاہر بر وقت دہاں نہ چکتی جاتا
تو اس کا انجام کیا جائے۔

شاید پووال کی جگہ اس کی سُخ شدہ لاش اور جیزی کے بعد کسی پھر سے کچلی ہوئی مل
جا۔

اس کے علاوہ کچھ مخفی نہیں تھے۔

وہ کبھی واپسی پر ساری رات ہمیں سوچتی رہی تھی کہ اخڑا طاہر نے اس کی مدد کیوں کی؟ وہ
تو ایک زیر تربیت تھجیب کر رہا تھا۔

اس کی بلاسے پووال اس کے سامنے کامنی کے جنم کے پوزے پوزے کی کردھا تو
بھی وہ اپنے ہاتھ کے تخت دلوں کے معاملات میں داخل تھیں کر کرلا تھا۔ یہاں بھی پووال
بہر حال کامنی سے بستر تھا۔

اسے حق حاصل تھا کہ اس کے ساتھ جو بھی سلوک کرے۔ لیکن اس نے کامنی کو بچالا
تھا اور اپنی جان داؤ پر لکھ کر پووال سے گمراہی کیا۔

اس روز کامنی کو یقین ہو گیا کہ اپنی طاہر کو اس سے مشتی تھا۔ صرف یہی ایک ایسا رشد
تھا جو اس حد کے پورے کرنا نہیں پہنچا تھا۔

طاہرہنے کامنی کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ خواری کیب سے فرار ہونے سے پہلے یہاں کی
بچوں کو ناتھا ہتا ہے۔

اس نے کامنی سے صرف یہی کہا تھا کہ وہ دونوں بیان سے بھاگ جائیں گے۔

ابھی تک اس نے کامنی کو اپنی اصلیت نہیں بتائی تھی۔ ابھی تک وہ کامنی کے لیے ایک
زیر تربیت غیر ملکی تحریک کا رئیسا۔

اس کا دل گواہی دے رہا تھا کہ اگر وہ کامنی کو اپنے آنندہ عزم اور اصلیت سے آگاہ
ہی کر دے سبھی کامنی اس کے خلاف پکننیں کر سکتے گی اور وہ اداکاری نہیں کر رہی تھی بلکہ دل و
دماغ سے مکمل بھروسی کے بعد اس نے طاہر کو اپنائے کے لیے سب پکھتیاں دینے کا فیصلہ کیا تھا۔
پھر طاہر جانتا تھا کہ صرف پوسال کی موت کا خوف کامنی کو اس کے ساتھ فرار پر مجبوں نہیں
کر سکتا تھا۔

یہ تو کامنی کے اندر سے پیدا ہونے والی کوئی انتہائی تہذیبی تھی۔ جس نے اسے اس
زندگی کا سب سے بڑا اہم اور خطرناک فصل کرنے پر آمادہ کیا تھا۔
جیسے۔

ان تمام حقائق کا دراک رکھنے سے باہ جو دا بھی تک اسے نہ کامنی کو اپنی اصلیت سے
آگاہ کیا تھا اسی اپنے عزم بتائے تھے۔ لیکن اس کی تربیت کا خاص تھا۔

اس بات میں کوئی نہ کتابتی نہیں رہ گیا تھا کہ اس نے زندگی میں چلی مرتبہ اس بری
طرح اپنے دل کے تھوڑے باتیں کھائی تھی اور کامنی کے سامنے کم از کم دی گئی حد تک خود کو کسل ہے
بر جھوٹ کرنے لگا تھا۔

جیسے۔ اس بات کو کبھی فرمائش نہیں کیا تھا کہ وہ اول آخر ایک نظریاتی ملک کا پاہی
ہے جسے اپنے ملک و قوم کی حفاظت کا فریضہ سنپا گیا ہے اور جس کے لیے کی خلفت سے کتنے
بڑا گنہ نہیں پیدا ہو سکتے ہیں۔

کامنی نے اتوار کی شام میں معلوں کے مطابق خود کو تیار کیا تھا۔

جیسے۔

آن اس نے اپنے پاس موجود ہر قابل ذکر چیز ایک بیگ میں منتقل کر کے یہاں سے
راہ فرار اختیار کی تھی۔

اس سے کسی نے یہ دریافت نہیں کرنا تھا کہ وہ بیگ لے کر کہاں چاہی ہے۔ کیونکہ

یہاں موجود افسوس کمزرا کثرہ زبردوسن سے کچھ نہ کچھ فریب و فروخت کرتے رہے تھے۔

○ ○ ○

بڑے اہمیت سے دو اپنے کوارٹر سے بہتری اور خراں خراں پہنچی سرک تھے۔ آجی۔
جہاں سے دو ایک مسافر بس کے ذریعے پہلے سوری کی خلاف سست کی طرف گئی پھر دہاں سے
زیر دشمن بیس تبدیل کرنے کے بعد سوری پہنچی تھی۔
اب کم از کم کسی بس والے سے اس کا سارا غلطانا ہرگز ممکن نہیں بھتا۔ کیونکہ اس نے
اپنی دانست میں ایسا کوئی نشان نہیں چھوڑا تھا۔
جیکن.....

آن خلاف معمول اس نے نہ صرف شوارہ بیٹھ پہنچی ہوئی تھی بلکہ اپنے شاہزادی بھی اب
تک تم رہتے تبدیل کر چکی تھی۔
وہ چلوں پہنچتے ہوئے اپنے بال بیٹھ پادھ کر رکھتی تھی۔ کیونکہ اس کے جی میں آیا
کہ ان لئے بالوں سے بجات حاصل کر لے۔ اب ان کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس نے ساری
زندگی اگر بھی جھک مارنی ہے تو بالوں کا راہ کیوں پائی پھر کرے۔
جیکن.....

ہر دفعہ کسی کا دیدیہ وقت نے اسے اس امر سے مانع رکھا۔
اسے اپنے بال بہت ہر جریغے۔
اس کی وجہ سے کسی معلوم نہ ہو سکی۔

آن اسے اپنے اس فیض پر بہت خوش ہو رہی تھی کہ اس نے اپنے بال محفوظ رکھے

تھے۔ اب تک دو ان بالوں کی مدد سے او تمیں مختلف روپ دھار کر چار پانچ بیس تبدیل کرنے کے
بعد سوری رات دری کے پہنچی تھی۔

اے اندازہ تھی کہ اگلے روز کا کامی کا سالانہ میلہ شروع ہونے والا ہے۔ شاید طاہر کو
بھی اس بات کا علم تھا۔ جب تا اس نے اتنے شاندار وقت کا اختیاب کیا تھا۔ جس بس سے دہ
ازی تھی اس میں موجود قریباً تمام مردوزن ملک کے مختلف بتوں سے یہاں میں کا کام کے میلے پر ہی
آئے گے۔

شہید سرداری کے پاد جوڑ "یازیوں" کی آمد کا سلسہ چاری تھا۔

کامنی نے بس سے اترنے تک نزدیکی ہزار کارخ کیا دہاں سے اپنے لیے گھر سے دہ
کا ایک چڑا اور پہچھا 110 کمی خیز کر کچھ اپنے پکڑوں پر ہٹکن یا اور مالائیں گئے میں ڈال لیں۔
اب د کامی کی بھگت، بن پہنچی تھی۔

ظاہر کے لیے اس نے الگ سے "پیٹا مبر" (زور کیز اپا جھوٹی) خرید لیا تھا۔ کیونکہ
یہاں انہیں سکی روپ دھارنا تھا۔
یازیوں کے ساتھ وہ بھی باول خواستہ ہی تھی کہ اس کے مندرجہ پہنچی تھی۔ مندرجہ
تھے جائے کی جائے اسے آئشرم کارخ سکیا اور "لقنخانے" میں آگئی جاں "کار سیدا" (کماہ)
لپکنا) ہو رہی تھی۔

وہ بھی ہاتھی یا تریوں کی طرح ایک قفار میں تھا اور گلاں اس اخبار کر رہے تھے۔ آئشرم کی سیدا
وار یا یاں جن کی جسمانی حالت ان کے کردار کی جعلی کماری تھی۔ مکرانی ہوئی تمام یا تریوں میں
ہاری ہاری لقونخیم کر رہی تھیں۔

کامنی اگر وال نے بھی یہی مانتا بھوانی۔ کیونکہ وصول کیا اور دچاچے ہوئے بھی
وال کے ساتھ ایک پہلا کاظم ہر جار کرنے لگی۔

اس نے لکل سے آج تک سوائے کافی چاکے یا ایک اونچہ سکٹ کے کچھ کھلایا تھا
تھا۔ لکن وہ جانتی تھی کہ اس کے لئے اپنی قوت ہائیں بھال رکھنا کتنا ضروری ہے۔ اسے بہر حال خود
کو تکرر سرت رکھنا تھا۔

اپنی آذ آغاز تھا۔

ایمی تو اس نے موت کی شاہرا پر پسلا قدام رکھا تھا۔

نجاتے ایمی اسے زندگی کے اس مل صراحت پر کئی سماں پانچ تھی۔

قسمت نے ایمی اسے کیا کچھ دکھانا تھا۔

اس کا دل ایک آئندھانے کے لیے نہیں پاہتا تھا۔

لیکن.....

اس نے کسی نہ کسی طرح سارا بھائیا (روپی) زہر مار کیا بھرپائے بھی اس لئے سے پہنچے
کے بعد طوعاً کریا مار دیکھ آجی تھی۔

یہاں ڈھونل ٹا خول اور کوس کی ٹھل میں بے شمار بھدی آوازوں نے اسے ایک لئے
کے لیے تو فوراً ایسا اور تبدیل کر کے داہم پلے جائے کے لئے کہا۔

لیکن.....

اپنی طبیعت پر جبر کر کے دوڑ کی۔

اے یہاں خاص و قوت گز رہا تھا کچھ سچے ہوئے وہ دوبارہ ملخت آشرم میں آئی اور
اپنا بیگ یہاں ایک لاکر میں رکھ کر اسے تالا گا کر واپس مندر میں لوٹ آئی۔ یہاں آشرم میں
یا تربیں کے لیے بہت سے کمرے اور لاکر موجود تھے۔ جہاں دوسرے شہروں سے آئے والے
مالی کا لام کے بھجت اپنا سامان محفوظ رکھا کرتے تھے۔

مندر میں اسی دھرنے کو چند نہیں تھی کسی نہ کسی طرح وہ ایک کونے میں بیٹھنے میں کامیاب

ہو گئی۔ جہاں دو دیوار سے تیک لٹا کر بے دم کی اور کریمہ بھری۔

بازو پر بندگی گھزی دیکھ کر اس کا دل ڈوبنے لگا۔ اس اذیت ہاک ماخول میں اسے
ایمی نہیں گھنے گزارنے تھے۔

اس کے ساتھ موجود تین چار موٹی موٹی عورتیں جو کسی دوسرے شہر سے آئی تھیں ہاری
ہاری اور تکھنے لگیں۔ او تکھنے ہوئے جب ان میں سے کوئی خرائے لیے لگتی تو اس کے ساتھ دالی عورت

اسے بازو سے چھوڑ کر چاہتی۔

شاید صورت حال کی نزاکت کا احساس ان سب کو تھا۔

لیکن.....

نیندا ان کے بیس میں نہیں تھی۔
کامنی کے لیے یہ بڑا بچپن تماشا تھا۔ وہ پوچھا سے زیادہ ان میں ایک بھی رہی اور ان کی
بیس سے بظاہر ہوئی رہی۔

جب بھی کوئی عورت اپا بک ہر بڑا کر آنکھیں بھوتی تو اس کی طرف دیکھ کر ضرور
کھیلے اندراز میں سکرا دیتی تھی۔ شاید وہ کامنی سے اپنی چوری کو چھپائے رکھنے کی درخواست
کرنی تھی۔ کامنی کی انگلیوں میں دور دوڑ کر نیندا کا نام و نشان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اسے حیرت اس بات پر تھی کہ وہ خوفزدہ کیوں نہیں ہے؟
حیرت انگلیز طور پر وہ خود کو مطمئن اور محفوظ ہو جاؤں کر رہی تھی۔ شاید طاہر کی محبت کی

ہر شاری نے اسے خوف سے بے بیاڑ کر دیا تھا۔

ایک لئے کے لیے ایمی بھی اس کے دل میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ وہ غداری کی
مرجع ہوئی ہے۔ مفرور ہے اور مجھے ہی اس کی فزاری کا علم ہوا۔ درجنوں ہر کار سے ٹکاری کتوں کی
طریقے اس کے تقابل میں نکلیں گے اور ایک مررتا اگر وہ ان کے قابو میں آگئی تو کامنی کے جسم سے
وہ ایک ایک بوئی اتار لیں گے۔

ایک بات تاریخ میں مددہ تھی۔
اس نے ”چاراہ“ سے روائی پر عیا نیصل کر لیا تھا کہ آخوندی لے جنگ زندگی کی بھج

ضروار لے گی۔ لیکن زندگی ”را“ کے ہاتھ نہیں گئی۔
یعنی جو تمگی کر جب سے اب تک اسے اپنا سروں پر متول خود سے اگلے ہیں کیا تھا۔

اب بھی اس نے گردے رنگ کے اس پوچلے کے پیچے اپنے کپڑوں پر پہنچنی جیکت میں اپنا پوتول
اس طرح پھیا کر رکھا تھا کہ چدیکنڈ کی مہلت ملنے پر اسے استعمال میں لا سکتی تھی۔

یہاں ہونے والی ”بھائیش“ اور ”کیرتن“ میں اسے ڈارا پتھی جیکیں تھیں۔ اس کے سر میں
درد ہونے لگا تھا۔

ایمی بھرپی کے خلاف یہاں رہنے سے اسے اپنا دن اونٹا ہو جاؤں ہو رہا تھا۔ اسے یوں لگا
جیسے خوارے آ لیا ہو۔

یہ تصور ہی اسے خوفزدہ کرنے کے لیے کافی تھا کہ اسے بخار ہونے لگا ہے۔ اپنی جگ

سے وہ بہت کر کے آگئی اور مندر سے باہر لگل آئی۔

○ ○ ○

آشرم کی دیوار کے ساتھ لگے شیشہ میٹا کے مینڈ بیکل کپ سے اس نے دو گولیاں اپنے سر درمیں افاقتے کے لیے لیں اور اس کے دو کروں کی بہترانہ نظرؤں سے خود کو پچھائی دوسری طرف چاٹے کے شمال پر جلی گئی جہاں پہلے ہی بہت ہی عورتیں اور مردوں کا پیار ہے تھے۔ ایک گلیاں میں جائے لیئے کے بعد اس نے گولیاں زبرد کیں اور دل ہی دل میں تدرے مطمئن ہو کر ایک کونے میں پیختہ رہی۔

یہاں ان یا تر یوں نے جنہیں آشرم یا کسی موٹل میں رہنے کے لیے جگہ بیٹیں مل گئی تھیں جا جھا آگ کے الاؤڑوں کو رکھ کر تھے۔

ایک ایسے ہی الاؤڑ کے پاس جس کے گرد پڑھہ میں عورتیں پنج اور مرد پیٹھے تھے وہ بھی جا کر جیونگی۔

اگ کے گرد پیٹھے سے اسے پکھے سکون ملا تھا اور اس پر نیند غلپ کرنے لگی تھی۔ ایک دو مرچ توارے اگھی خامی اونکھے بھی آئی۔ لیکن اس نے خود پر کنڑوں رکھا تھا۔

”بینی ایک جادو تم بہت بھی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔“
الاؤڑ کے گرد پیٹھے ٹھیک بہار میں سے ایک بزرگ نے کہا۔ جسے کامنی کی حالت پر شاید ترس آ گیا تھا۔

”شم کچھ دو اصل ہم لوگ بہار پیور سے جا گئے آ رہے ہیں۔ کل رات سے سفر میں ہیں۔ سیرے پیچ دیو (شهر) نے مجھے دبر دتی یہاں تھوڑی دیر آرام کرنے کے لیے بھیج دیا ہے۔ تو آنا نہیں چاہتی تھیں لیکن.....“

اس نے بڑی گرستمن حرم کی تھی کی طرح گردن جھکا کربات اور ہری چوڑو دی۔
”بینی اسی لیے تو کہ رہا ہوں تم ایک جادو تھوڑا آرام کرلو۔ یہاں تدرے سر دی کم ہے۔“

اس بزرگ نے کہا۔

”دھنوا موساتی..... اگر آپ کہتے ہیں تو۔“

اس نے دوبارہ اپنی بات ہاگمل چھوڑ کر اب موساتی کی تھی کی طرف دیکھا جو خود بھی اس کا ہمدردانہ نظرؤں سے جائزہ لارہی تھی۔

”ہاں ہیں..... کوئی بات نہیں یہاں سب اپنے ہیں۔ تمہارے ساتھ اور کوئی نہیں آپا۔“ اس نے کامنی کو قرے مطمئن کرنے کے لئے کہا۔

”گھر میں ہم دونوں ہیں یا بہار کے پشاڑی (باپ) یا مری ساں بیمار ہیں۔ ان کی پار ارتقا (دم) کے لیے یہاں آئے ہیں۔“

کامنی نے بوی گھوڑہ بہ کام مظاہرہ کیا۔

”بہگوان جھیں سکھ دے ہیں۔ تم جسیں یہیں بیٹیاں قسمت والوں کو ہی ملتی ہیں۔ جو اپنی ساں کی پار ارتقا کے لئے آگئی ہو۔“

موسیٰ تھی نے اپنے پہلو میں پیشی ایک موتی ہی لڑکی کی طرف جوان کی بھوتی نیزبی نظرؤں سے دیکھ کر کہا۔

ان کی بہوت سے ساس کے لبھ کی تھی سے صورت حال کا اندازہ تو کریا تھا لیکن وہ بھی شایدی ملنے والی نہیں تھی۔

”ان کی ساں بیمار ہیں۔ شاید آپ نے نہ انہیں۔ آپ تو کامالی کے آخر داد سے بھی تھک ہوتے ہیں۔“

بہوتے دل کی بھراں نالاں لی۔

”اچھا چھار سے من دیکھنا۔ بھگوان کے لیے لہس تو اپنی زبان بندر کریا کر۔“

ساس کو حصہ گیا تھا۔

اس سے پہلے کران میں باقاعدہ تو کارثہ دع ہو۔ کامنی نے وہاں لیٹ جانے لی میں خیرت کھی۔ کوئی کتاب موساتی ان دونوں کو دو اونٹ رہے تھے۔

”اگر میری آنکھ لگ جائے تو ملیر بھج پانچ بجے سے پہلے ضرور جگا دیتا۔ ورنہ سیرے پیاری پر بیان ہوں گے۔“

اس نے اپنی ناگلیں پیٹ کی طرف سینے ہوئے وہاں تھوڑی ہی خالی چکر پر لیٹ جانا ہی مناسب سمجھا درست سلسل جائے سے وہیار بھی ہو سکتی تھی۔

کامنی کی آنکو کب گئی?
چار کب بجے؟

اس کو کچھ یاد نہیں تھا۔

وہ جب ۹۰٪ اکر انہی توہاں پہنچے والی آگ کب کی بجھ چکی تھی۔ شاید سردی کے احساس نے ہی اسے گہری نیند سے چکا دیا تھا۔

جس صرف پر وہ سلی ہوئی تھی اس کے درمرے کوئے میں شاید بھگ کے نئے نئے دھت کوئی ڈھلی عربکا بھگت لیتا کچھ بڑا اپنے ادا۔

اس کے چاروں طرف یا تاریخوں کا تھوڑا بڑھنے لگا اور سب سے بڑا کریں کہ اس کی گمراہی ساری ٹھیکانے پر ہمارا تھا۔

شاید اس فلکی کی ساس بہو کے ہجرے نے شدت اختیار کر لی تھی اور وہ کامنی کو سوتا چھوڑ کر کہیں اور اپنے گئے تھے۔

کامنی نے سب سے پہلے گمراہی اور اپنے بازوں میں ہونے والے سکھن محفوظ رہنے پر بھکوان کا شرada ایک ایکی تک ان چیزوں کا محفوظ رہنا کسی بھرے سے کم نہیں تھا۔ یہاں تو دلکش ان ایسا نے کے لیے اس کا باہم دکانے سے بھی درست تکیا چاہا۔

وہ چونکہ جو توں سیست سوائی تھی اور جرتے بھی اس نے تمہوں والے چین رکھے تھے اس لیے ابھی تک وہ بھی اس کے پاؤں میں موجود تھے۔

کامنی درمرے تھی لے گا اٹھنی۔
اس نے سب سے پہلے اپنے خواں حال کے اور درمرے اسی لئے انھوں کر گمراہی ہوئی۔

اٹھتے ہوئے اسے یہاں لگا گیسے وہ پھر اکرو بارہ گرنے لگی ہو۔

چین.....
حرمت ایکیز ٹھوڑے پر اس نے خود کو سنبال لیا۔ شاید اس کی جسمانی کسرت دوزانہ کی تربت کام آگئی تھی۔ یوں بھی وہ ۹۰٪ مصروف اعصاب کی ماں لکھ تھی۔ کامنی پر چندی اکٹھاف ہو گیا کہ اسے بخاترا گیا ہے۔

پہلے تو اس نے دبارة ٹھیو سنا دا۔ کچھ پر جا کر دوائی لینے کا ارادہ کیا تھا۔ کیون پھر چلدی

ارادہ پڑل بیا۔

وہ کم از کم اب ان درندوں میں جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی۔

اکب مرتبہ پھر وہ ہمت کر کے اس چائے کے نیال بھکھی۔ جہاں اب پہلے سے زیادہ بھیڑ کی تھی۔

اس نے چائے کا گلاں دبابرہ لیا اور مندر کے شہل کی سوت چلانا شروع کر دیا۔ طاہر نے اسے جس بھکھ کی تھا تھی کی تھی وہ اس نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھیں۔ ایک بات اس کے لیے ضرور باعث ہٹھیان تھی کہ اس راست پر زیادہ رہ نہیں تھا۔ شاید شہل کی سوت جانتے والا یہ واحد راست تھا جو بھکھتوں اور بکھرات کی طرف جا رہا تھا۔
پوچھت، تیکھی۔

اچالا اندر ہر سے پر غالب آ رہا تھا۔

کامنی اگر وال خود کو سنبھالتی پڑا خراپی منزل کے خود کی تھیں تھی۔ اسے اندر ہرے کی بھکھی اسی چاروں میں سے اس قدمی مندر کے بکھرات دکھاتی دینے لگے تھے جس کی تھا اسی طاہر نے کی تھی۔ یہاں دو دروں تک کسی ذی نفس کا شانشان دکھاتی نہیں دے رہا تھا۔
اس نے دل بی دل میں طاہر کو خراج عسین پیش کیا۔ شاید اسے بندہ ازم کی تکریری کا بخوبی اندازہ تھا۔ شاید وہ جانستھا کر مندوں کے ان قدر بکھرات سے یوں لوگ بہت ذarte ہیں کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق دباؤ بدھوں میں بسرا کر لئے ہیں۔ یا مجھ پر بکھرات بھوت پر بیت کے سکن بن جاتے ہیں۔ اس لیے اس طرف رات کے اندر ہر سے میں تو کسی کے جانے کا سوال نہیں اٹھتا تھا۔

دن کے اچالے میں اس طرف کوئی "بھگل پانی" (حوالگی ضروری سے) فراقت کے لیے بھی اس خوف سے نہیں جانا تھا کہ جبادا کسی بھوت پر بیت کے پیچے پر ان کا بازوں آگیا کسی

بدر جنے اُنہیں دیکھ لیا تو ناراضی ہو کر کہیں ان کا "سر دنाश" ہی نہ کردا۔

طاہر نے جس طرح زمین پر کیکریوں والی کارے ان بکھرات کا لٹکتے سمجھا یا تھا یہی اسے سب کو دکھائی دیا۔

"کیا طاہر کا یہاں آتا جانا لگا رہتا ہے؟"

”کیا وہ ماشی میں بھی بیہاں آیا تھا؟“

”اگر وہ بیہاں آچکا ہے تو کس روپ میں؟ کیسے؟ کیسے ملک ہے یہ سچ کیوں؟“
اچاکس ہی اس کے ذہن میں مولالات پیدا ہونے لگے۔

”کیا طاہر صرف ایک تزیر کا رہی ہے؟“

”کیا وہ صرف بھارتی اٹلی جنس کا سمجھتی ہے؟“
مولالات نے جھپٹ لیا۔

”جیس۔“

اس کے دل دماغ نے ایک ہی جواب دیا۔

”تو مجھ پر کوئی ہے؟“

”بیہاں کیا کرنے آیا ہے؟“

”کیا اس کا خیال بھی تھا؟“

”اسے یاد آگیا۔ بھی بھی اچاک ہی اسے احساس ہوتا تھا کہ طاہر وہ بھیں ہے جو نظر

آن کی کوشش کرتا ہے۔

اس نے دشمن مر جنہی طاہر سے یہ بات کی بھی تھی۔ پھر سچا کرنی تھی کہ وہ اس سے

حقیقت خواجوڑا کسی وہم کا ٹھکار کیوں ہے۔

”کچھ بھی ہو۔...؟“

اس نے اپنے آپ سے کہا۔

”وہ کچھ بھی ہو۔ اب میر اس پر کھو دی ہے۔ میر اجینا مرتا اس کے ساتھ ہو گا۔“

قدرے مطمئن ہو کر اس نے اپنا یہ جو وہ اس طرف آتے ہوئے آشرم کے لاکر میں رکھا تھا اکارے ایک قدرے ہموار جگہ پر رکھا اور وہاں آئی پائی را کر بیٹھ گئی۔ وہ جس جگہ بیٹھ گئی وہ شاید اس شہر میں سب سے حفظ تھا۔ اس کے سامنے کی کوئی ہوئی دیوار سے اس طرف آنے والے راستے پر دور درجک صاف دکھانی دے رہا تھا۔ جب کہ سامنے سے آنے والے کو اس طرف کچھ دکھانی دینے کے امکانات نہ ہونے کے بعد تھے۔ کیونکہ وہاں دیواروں سے لئے والے متبل کے درختوں کی سوئی سوئی شاخوں سے لکھے گئے چوں نے ساری عمارت کو

ہاکل اس طرح چھاپا یا تھا جیسے فوجی اپنے سامان جگہ کوٹھن کی نظر دیں سے چھپانے کے لئے کیوں
فلاج کر لیا کرتے ہیں۔

بیہاں اٹلی پرس سے پہلے کامنی کو یہ احساس ہوا کہ اسے بخار نے آ لیا ہے اور وہ
قدرے میں حال بھی ہو رہی ہے۔
یہ احساس بڑا پریشان کر رہا تھا۔

بخار آئنے کا مطلب اس کے لئے یعنی مصیبت کفری ہوتا تھا۔ ابھی اسے ایک طویل
اے ابھی تک رس ترہتا تھا۔ اپنے خداں بھاں رکھتے تھے۔ ابھی اسے ایک طویل

بھج لڑنی تھی۔ وہ جاننی تھی کہ طاہر کے فراہم ہوتے تو ایر خسی ڈکھ لیج ہو جائے گی اور جب
اکھی روز وہ بھی اپنی دو یوں پر بھیں پہنچنے کی تو اس کے سختلے بھی ”لا“ کو پھاتی کا علم ہو جائے گا۔ جس
کے بعد چورپا اسی کا ایک طویل اور تکڑا دینے والا مکمل شروع ہوتا تھا۔

ان دونوں کو یہ اعصاب جھن جھک ابھی لڑنی تھی۔

بھج کے آغاز سے پہلے ہی وہ کمرور پر رہی تھی۔

اس کے نزدیک یہ کوئی نیک ٹھکون نہیں تھا۔ اس طرح تو وہ طاہر کے لئے بھی مشکلات
پیدا کر رکھتی تھی۔

بھیں میں۔

اس نے فوراً اس خیال کی رکھی کر دی۔ اس نے اپنے آپ سے عزم کیا تھا کہ وہ بھیسے بھی
ہو طاہر پر آجھی ٹھکن آئندے گی۔

اسے اپنی عین بھیں طاہر کی خاکت بھی کرتی تھی۔

وہ طاہر کے پاؤں کی رنجی بھیں بن کر کھی تھی۔

وہ جو کوئی بھی تھا؟

اب اس کا اپنا تھا۔ طاہر نے اس کے لئے جان کی بازی لگائی تھی۔ پوسال جیسے
در دمے سے اس کی حرمت اور زندگی دونوں بچائی تھیں۔ اب وہ کبھی اس سے الگ ہونے کا تصور
نہیں کر سکتی تھیں۔ یہ بھی گوارہ نہیں کر سکتی تھی کہ کوئی اس کی زندگی کے لیے خطرہ پیدا کرے۔ اس
کے ذہن میں ایک ترکیب آگئی تھی۔ اور وہ کسی بھی ایر خسی کی صورت میں اس ترکیب پر عمل ہوا

ہونے کا سوچ کر مطمین ہو رہی تھی۔

سچ کے پانچ ان رہے تھے۔

کامنی کو بیہاں بیٹھے بیشکل پانچ سات منٹ ہی ہوئے تھے جب اسے کھنڈرات کی طرف آئے والا اس راستے پر طاہر آتا کھائی دیا۔

○ ○ ○

طاہر کے خدو خال واضح نہیں تھے لیکن اس نے کامنی کو کچھ "سیف سکل" تاریخے تھے۔ اس نے تاریخا کروہ کھنڈرات کی طرف آتے ہوئے ہاتھوں سے کچھ نقصوس اشارے کرے گا اور کسی طرح کی دریٹ کرے گا۔

اس طرح بظاہر کسی اور دیکھنے والے کو ہاتھ مل کر دھج کو یوگا کر رہا ہے اور رات کی تھکاوٹ اتارنے کے لیے ایسا کھا شدروی بھی تھا۔

کامنی اس پر نظریں گاؤں اپنی بندج پر کھی کو کہا سے یہ بوتل چاٹا کر آئے والا طاہر ہی ہے۔

لیکن

اس نے پھر بھی اپنی تربیت کو نہیں بھلا کیا تھا اور بطور اختیاط اپنا پستول بالکل فائز بگی پڑھنے میں کھاوا تھا۔

کامنی کا دل اتنی زور سے ہڑک رہا تھا کہ وہ خود اس کے دھم کے کی آواز سن سکتی تھی۔ اب طاہر کے خدو خال بھی واضح ہونے لگے تھے۔ اس نے اپنے لئے کردہ "سیف سکل" کے مطابق بھگن کا ناشروع کر دیا تھا۔

"ادم چے چیخت ہرے۔"

وہ چلتا ہوا اب ان توںی پھوٹی سر جھوٹ کے نزدیک تھی گیا تھا جہاں سے چڑھ کر کامنی اگر واں اوپر گئی تھی۔

اپنا بیک اس نے مقامی یا تربیوں کی طرح کرے کے پیچے لٹک رکھا تھا اور اب وہ بالکل کامنی کے نزدیک آ گیا تھا۔

کامنی اسے اپنے نزدیک پا کر اس اوث سے بالکل کراچا بک سانے آ گئی تھی جہاں وہ

اب بکر ہی تھی تھی۔

"کامنی۔"

بے ساخت طاہر کے منہ سے اس کی ٹکل پر نظر ہتے ہی تھا۔

"طاہر۔"

کامنی پر قرار ہو کر آگے بڑھ گی اور دیوار اس سے پٹھتی۔

اچا بک ہی اس کا دل بھر آیا تھا اور بوجانے کے سے اس کی آنکھوں میں تھے آنسو تام بندشیں توڑ کر بہر لگتے تھے۔

اس کا دل بیدی کی طرح لرز رہا تھا۔

"نہیں کامنی۔ اب تم کبھی بھی رو گی۔ تمہاروں نے مجھے کمزور کر دے گا کامنی۔ نہ اس

ہو جاؤ۔ سب کچھ بھول جاؤ۔ اب سلامتی ہے۔"

اس نے آہت سے کامنی کو خود سے الگ کر دے ہوئے اس کا ہاتھ ختم کر دیا۔

اچا بک ہی اسے احساس ہوا اور کامنی کا ہاتھ بہت گرم ہے۔

"اوہ۔ چیزوں تو خدا آ رہا ہے۔"

اس نے کامنی کے ساتھی کی اس کی بچائی چادر پر پڑھتے ہوئے کہا۔

"بھیں۔ میں ذرا جنم گرم ہے۔"

کامنی جوڑ کو سنبھال چکی تھی۔

"خیر کوئی بات نہیں۔۔۔ نگر جو۔۔۔ میں جھیں پہنچیں ہوئے دوں گا۔"

یہ کہ کراس نے اپنا بیک کھولا اور اس میں سے دو دھکا بک پیٹ کھال کر اس کے سامنے رکھا اور تین چار مختلف حرم کی گولیاں اور کچھ بیکھل پر ڈال کر اس کی طرف پڑھا دیئے۔

"انہیں دو دھکے ساتھ بیک جاؤ۔"

اس نے کامنی کی طرف سکراتے ہوئے اس طرح دیکھا تو وہ بھی بے احتیار سکر دی۔

آنہوں سے بھگی اس سکراہٹ نے ایک لمحے کے لئے تو طاہر کو بھی بہوت کر کے رکھ دیا تھا۔

کامنی نے دچا جئے ہوئے بھی مجن س کے عجم کی قبیل میں کولیاں دودھ کے ساتھ میں
لئی اور باتی دودھ دا بیس رکھ دیا۔

”ارے بھتی اسے بھی پی لو۔“

طاہر نے کہا۔

”میں بھی پی سکتی۔ میں دودھ کی بھی بھیں پی سکتی۔“ یہ بھی بڑی مشکل ہے۔
اس نے کہنا چاہا۔

”اچھا دو گھنٹ میرے بیٹے پی لو۔“

طاہر نے اس کی بات کاٹ کر ایسے لجھ میں کہا کہتی نے بے اختیار اپنے اخراج کر منسے
لگایا۔

”بس اب اورت کہتا۔“

کامنی نے ڈپڈا پس زمین پر رکھے ہوئے کہا۔

”لیک ہے تھا راحص اتنا چھا۔“

اس نے ڈپے کو بلاتے ہوئے کہا۔

اور.....

اس کا گاہ قدام کامنی کو بہوت کرنے کے لیے کافی تھا جب طاہر نے باتی کا دودھ اپنے
حلق میں نظرل دیا۔

حیرت سے کامنی کی آنکھیں بھی بھی رہ گئیں۔

اس نے بھی خوب میں بھی صور بھیں کیا تھا کہ دنیا میں ایسے انسان بھی پائے جاتے
ہیں جو ایک دوسرے کے برتن میں کھانا کھالیں پہلاں تو محالہ نہیں اور تھا۔

”طاہر تم.....“

”کیا ہوا..... کوئی پریشانی والی بات ہے کیا؟“

”بی جھوٹا دودھ.....“

”اوہ تو یہ بات ہے..... دیکھو کامنی اول تو ہمارے نزدیک سب انسان چونکہ برادر ہیں
اس لیے کسی کا جھوٹا کھانی لئے سے کوئی لچھ جیں ہو جاتا۔ یہ سب فرودہ باتیں ہیں پھر جس سے

مجبت کی جائے اس کی ہر شے میں شہر کیا جاتا ہے۔
اس نے کامنی کی بات دوبارہ کاٹنے ہوئے کہا۔

اور.....

اپنے بیک میں سے کچھ بچل کا لئے کہا۔

”بیسب میں نے خاص طور سے تمہارے لیے خریدے تھے۔ میں جاتا ہوں تم شرق
سے کھاتی ہو۔ مجھے یہ بھی علم ہے کامنی کا اس وقت تمہارا بیان بالکل کچھ کھانے کے لیے میں چادر رہا
ہو گا۔ لیکن یہ مردی درخواست ہے کہ تم کچھ نہ پکھ ضرور زہر بار کرو۔ تمہارا تحدیر است رہتا ہے حد
ضروری ہے۔ یہ میں کسی خوف کے تحت جیسی کہر رہا۔ خدا کر اے اگر تم پار بھی ہو گئیں تو اس کا
مطلوب یہ ہرگز جیسی کہ میں جھیں اکیلے چوڑ دوں گا۔ اب جیسے ہی کم از کم میں تمہارا ساتھ میں
چوڑوں گا۔“

اس نے ایک ہاتھ سے سیب با قاعدہ جھیل کر اس کی طرف بڑھا لیا۔

کامنی نے کسی سحر زدہ معمول کی طرح آدمی سب لے کر آدمی سے دست دیا۔

”میرے خیال سے تمہارے لیے بھی سوت کا خیال رکھنا اتنا ہی ضروری ہے۔“

اس نے کہا۔

”اوہ کیوں نہیں۔“

طاہر نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کے سامنے اپناءنہ کھوں دیا۔

000

جنگل لا چھری و جلد سانیم
0333
2116358

دہلوں تین چار سو سو قائمی سے کم اگھیں سے ایک درسے کا جائزہ لیتے رہے۔
طاہر موسیٰ کرہا تھا کہ ابھی ابھیں کافی نہیں ہے۔ میں وہ اس سے برادرست کوئی سوال بھی نہیں
کرنا چاہتی تھی۔

"میرے خیال سے ہمیں پہلے کچھ باتیں کرتی چاہیں۔ کوئی وقت بہت کم ہے۔ جتنی
جلدی ہم یہاں سے لفٹ جائیں وہی ہمارے لیے بہر ہو گا۔"
طاہر نے لی سانس لے کر کہا۔

"کامنی۔ میں جانتا ہوں تم اس وقت کسی ابھیں کا خلاں ہو۔ چونکہ میر اعلق بھی
تمہارے قیچی سے ہے۔ جہاں بات تابی نہیں چھپائی جاتی ہے میں کامنی میں پہلے مسلمان
اور انسان ہوں اس کے بعد کچھ اور میں تمہاری تربیتی کو کبھی فرموشی نہیں کر سکتا۔ تم کوئی
بھی ہو۔ تمہارا ماضی کچھ بھی ہو۔ تم میرے لے اتی یہ سترم ہو۔ میرے دل میں کوئی بھی عفت
ماں لڑکی۔ ہاں کامنی میں تمہاری ابھیں ختم کر دوں۔ میر اعلق تمہاری حافظ حظیم سے ہے۔ اس
کیپک مکنچنے کے لیے میں نے تحریب کار کا روپ دھارا تھا کیونکہ مجھے ہر صورت میں اس کپک کو
چاہا کرنا تھا۔ تم جانی تھیں چاہتا کہ ہم ہتھیار بیج کرتے رہیں۔ ہم ہمارت کے تحریب کار کپکوں کو جوہا جوہی
تھی۔ کامنی تھے ایک درجھنے کی تھا کہ کچھ کے ساتھ کچھ کے ساتھ میں کس ذمہ داری کی تحریب کار کاری ہو رہی
تھی۔ کامنی تھے ایک درجھنے کی تھا کہ کچھ کے ساتھ کچھ کے ساتھ میں کس ذمہ داری کی تحریب کار کاری ہو رہی
تھی۔ میں تمہارے قیافے کی داد دہا ہوں۔ میں جانتا ہوں جیسیں اس سے پہلے میرے
حعلق مرف نکل تھا میں کل سے تم سب کچھ جانے لگی ہو۔ میں تمہاری اس جانکاری پر اپنے

اقرار کی ہمہ خوبی کر رہا ہوں۔ کامنی مجھے تھا تھا ہے کہ اب بڑا ری نام کا کوئی کپک پا تھیں رہا۔ کل
رات میں نے اپنے ساتھی کی مدد سے کپک کو تباہ کر دیا ہے کو اس سے اس دلیل کوئی فرق نہیں
چڑھنے والا نہیں ہے۔ یہاں اپنے درجنوں تحریب کاری کی تربیت دینے والے کپک قائم ہیں۔ میں
اب دلیل ہمارے پیچوں کو کپک کرنے سے پہلے ہمارے بے گناہ شہروں کے خون سے ہوئی کھلیتے
سے پہلے ہمارے بے بناۓ شہروں کو آٹھ آہن کی بند رکنے سے پہلے ضرور یہ سوچے گا کہ ام
اس سے سازور میں آٹھ ہزار کمیں اس کے دمکتی مہماں کی طرح ابھی اسے کمزور نہیں
ہوئے کہ اس کے ٹھم و ٹھم اور زیادتیوں کے سامنے بھیڑیوں کی طرح اپنے سرخم کرتے پہلے
جا سکیں۔ کامنی! تم نے ایک ہندو گمراہ میں جنم ضرور لیا ہے۔ میں براول گواہ دیتا ہے کہ
قدرت چھینیں آج یہی کہ دن کے لیے ایک پیغمبر ہر سے تقدیر کی آئی تھی۔ کامنی تھا تھا دن
کے لیے تم تباہ کہ ہمارا قصور کیا ہے؟ کیوں آڑ ڈین ہیں جیاہ کرنے پر ٹھاہے۔ ۱۹۴۷ء میں
ہمارے دو گلوے کر کے کیا اس کے حکمراؤں کا کچھ بخدا انہیں ہوا۔ کامنی! میں اس ملک میں تین
سال سے گھوم رہا ہوں۔ مجھے ہمارت کے ایک کوتے سے دوسرے کوئے تھکنے کر کے اور یہاں
بچھات بھات کے لوگوں سے ملے کاموں ملائے۔ براول یہاں کی خشت حالات زار پر خون کے
آن سورہ تھے جس ملک کی سائٹھ قیصر آزادی تباہی انسانی سکوتوں سے خود ہو۔ ہاں کے حکمران
جو اپنے ملک کی صرف پچھیدہ آبادی کے لئے تندہ ہیں۔ دون رات قل و غارت گردی کے جزوں
میں ہمارا رہے ہیں۔ براولوں کی تیاری پر کپڑوں روپے لائے دالے اس دلیل کو آٹھ کس سے
خطوڑ ہے۔ ہمارت سائز اور فوج کے اختصار سے سب سے بڑا لکھ ہے میں اس کے حکمران کس
جنوں میں اندھے ہو کر اپنے ہمسایہ چھوٹے چھوٹے ممالک کو ہڑپ کرنے پر ملتے ہیں۔ میں
لڑنے کا شوق نہیں۔ ہم جس دن کے ہیرو دکاریں دو تو سلاہی کاریں ہے۔ ہاں انسانی جان اپنی
جان سے زیادہ تکمیل کمی چلتی ہے۔ ہاں ذات پات مجید بھاڑا کوچنیں سب برادر اکے انسان
ہیں۔ ہمارا جیسیں چاہتا کہ ہم ہتھیار بیج کرتے رہیں۔ ہم ہمارت کے تحریب کار کپکوں کو جوہا جوہی
کرنا چاہیے میں سمجھ دیکھا جا رہا ہے کہ ہم اب اس کی آخوندگی کے حکمراؤں کو اس بات کی
سمجھ کریں ہیں آتی کہ ہم ان کے درسرے غربہ اور چھوٹے ہمسایہ دشمنوں کی طرح اس کے غلام
بن کر بیٹھنے سے مر جانا بہتر بھکتے ہیں۔ اگر ہمارے ایسے ہی ارادے ہو تو لاکھوں چانوں اور

صہتوں کی قربانیاں دے کر میں ایک خلز من حاصل کرنے کی کامی خود رتھی۔ ہم ہندوستان میں صدیوں سے اکثر رہے آرہے تھے۔ کامی! ہمیں جان بوجہ کر آگ میں دھکل جا رہا ہے۔ اس لگ کے حکمران ہم سے زیادہ قلم اور زیادتی اپنے لوگوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ انہیں پہنچ کے لیے پانچھیں دیتے۔ بیڑاں دے رہے ہیں۔ کیا ان بیڑاں کوں سے غریب ہتا کے پیٹ کی آگ بجھ جائے گی؟ ہاں کامی! میں بنواری کپ بجا کرنے آیا تھا۔ میں اپنا کپس تھا رے نیز عدالت میں چیز کرہا ہوں اور تم پچھوڑتا ہوں۔ انصاف سے تم جو بھی فیصلہ کرو مجھے تھوں ہے۔ کامی تھا رے پاس اپنا سروں پستول موجود ہے۔ جس کی کوئی باتی ہو جھیں اس کی حرم اور واطدہ کے کرہدا ہوں کہ اگر تمہارے نزدیک میں گناہگار ہوں تو ابھی مجھے گولی کر سفر خود ہو جاؤ۔ اس طرح نہ صرف تم ان لوگوں کو اپنی کفایت کا لینے والا سکونی بلکہ اور بھی بہت کچھ تھیں میں جائے گا۔ اور جہاں تک میر احتلق ہے میں خداۓ واحدی حرم کا رکھتا ہوں کہ میں تمہارے ہر فیصلے کو تقویں گا اور اس کے خلاف احتجاج نہیں کروں گا۔ کیونکہ مجھے تھیں ہے کہ تم ہر دل کی سے زیادہ انسان ہو اور انسانیت کے نا طتمہارے دل میں آدمیت کا احرام ہی ہو گا۔ Now Come on کامی! میں چار ہوں۔

○ ○ ○

یہ کہہ کر اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور کامی کے سامنے دوز افون ہو کر بیٹھ گیا۔ کامی کو چون لگا چیز اچاک کی نے جھجوڑ کرے گہری خندسے جگادیا ہو۔ دو بھی سکھ خود کو عالم ارواح میں جھوٹیں کر رہی تھی۔ طاہر کا کہا ہوا ایک ایک لظا شتر کی طرح اس کے دل میں بہت گمرا ارتہا چاہا رہا۔

اس کے لفظوں میں موجود چھائی نے کامی کو دنکر دیا تھا۔

کامی کا دل اس کے ایک لظا پر آمنا صدقہ کر دیا تھا۔

ج اگر کسی طاقت کا ہام قفاۃ آج خافت نے کامی کو سخر کر لیا تھا۔ وہ مظلوب ہو چکی۔

تھی۔

پیسے پیسے طاہر بول رہا تھا۔ کامی کے سامنے اس کی سابقہ زندگی کی فلم پل رہی تھی۔ گزشتہ دسال سے وہ مختلف تحریک کاری ترقیتی مرکاز میں خدمات انجام دیتی آرہی تھی۔

اس کی آنکھوں کے سامنے سیکھوں دوست گرد بھارتی اٹھلی بھیں۔ ایکجھیوں نے تیار کرنے کے بعد آٹش و آہن سے بیس کر کے پاکستانی سرحدوں میں دھکلیے تھے۔ ان میں کچھ پکڑے گئے پکھا رہے گئے اور پکھا کامیابی سے اپنا کام کر کے واپس آئے تھے۔ اس وصفتے اور زیادہ تباہ گن تھیں اور ان کے سامنہ تربیت یا قوت انسان تمارندوں کو میدان میں اتنا راجا رہا تھا۔

پاکستانی چیتاں اولن ٹرینز، بوس اور بازاروں میں دھماکے کی اطلاع ملے پر متعلق کیپ میں پھٹن ملایا جاتا تھا۔

شراب و کباب کی محلیں جمالی جاتی تھیں۔

اور.....

اسے کیا بنا دیا تھا ان لوگوں نے۔ اس نے کیا اسی لئے سائنس کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی کہ ایسے علم سے وہ بے گناہ تھوڑی کی جاہی کا سامان کرتی رہے۔ اسے اپنے بھائی سے گھن آرہی تھی۔

طاہر چاہا تھا۔

وہ بھائی کی کہدا رہا۔

یہ بھائی کے سچت تھے۔ جو دوسروں کو جداہ کرتے ہیں۔ جو دوسروں کی جاہی کا سامان کرتے ہیں انہیں زندگی رہنے کا حق نہیں ملتا چاہیے۔

اسی طرح دی میں میراں عمل قائم رکھتی ہے۔

انسان اور جاؤ تو میں کوئی ترقی تو ہونا پا چاہیے۔ کیا ضروری ہے کہ ہر بڑی چھلی کی طرح ہو براہمک چھوٹی چھلکی کو ہر پر کر جائے۔

زندگی پر سب کا حق یکساں ہے۔

سب کو جیتنے کا حق ملتا چاہیے۔

اپنی بھرپی۔ سے اپنے اصولوں کے ساتھ بیٹھنے کا حق!!

آج اگر اسے طاہر نے منصف کی کری پر بیٹھا ہی دیا تھا تو اس کا انعام پستول کی گولی نہیں کچھ اور رہا۔

اے یاد آگیا اس کی مردی کا منی کو مسلمان سکھیوں کے گروں میں زیادہ نہیں جانے دیتی۔

ان کے ہاں کسی نہ بھی تعریب میں تو اسے جانے سے زبردست روکا جاتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ جب کسی قاتل ہوتی تو اس نے ان ساری پابندیوں کو توڑا۔

”مودی آختم مجھے دہاں کیوں نہیں جانے دیتی۔“

اس نے ایک روز اپنی خونی سے پوچھا تھا۔

”ہر سے رام... ہر سے میں تو بھی ہوں گی۔“ تو ان ملنؤں کو نہیں جانتی یہ جادو گروتے ہیں جادو گر۔ یہ جھیں مارڈاں کے۔ تم پر ایسا کچھ مخت پھونک دیں گے کہ ہر جم ہمارے لائیں مجھی نہیں رہ جاؤ گی۔“ اس کی مردی نے کہا تھا۔

کامنی پر کسی نے کوئی مخت تو نہیں بھوٹلا۔ اب تھی کاجادو سرچاہ کر ضرور بولا اور اس کی مودی کی کمی بات تھی ہاتھ پر ہو گئی اب اسے کچھ آگئی کی یہ جادو نہ دے جیں جو ان کے ”بامبر“ (جادو کرنے والے) کی کرتے تھے۔ یہ تھی کاجادو تھا۔

جب اسے علم ہو گیا کہ تھی کیا ہے اس نے سرچیم خم کر دیا۔ اسے آج اس بات کا احساس ہوا کہ جس کو اس کی مودی جادو کا نام رہتی تھی وہ رام۔ وہ دنیا کی سب سے بڑی چاہی ہے۔ جب یہ چاہی کسی پر آئے کھاڑا ہو جائے تو دنیا کے قدر اس کے سامنے یقظ دکھائی دیتے ہیں۔ پھر سب سے بڑا رشت اور سب سے مخت حال ہی چاہی بن جایا کرتا ہے۔

اس نے بے اختیار اپنے دلوں ہاتھ طاہر کے کندھوں پر رکھ دیے۔

○ ○ ○

طاہر نے اس کے پیڑے کی طرف دکھا جاں ہر سو طہانت کا ایک گھر اسند رخائیں مار رہا تھا۔ یہ سند راب اس کی آنکھوں میں اتر آیا تھا اور ناٹھیوں انداز میں اس کی آنکھوں سے پچھے والی موتیوں کی لازیاں اس کے خوبصورت گالوں پر بہ کر ٹوٹ دی تھیں۔

”تم پچے ہو طاہر۔“

بھٹکل اس کے طلاق سے بھرا ہوئی آواز برآمد ہوئی۔

اور.....

اس نے اپنا سر طاہر کے پیٹ پر کاکا دیا۔

آنوس کی آنکھوں سے بھر جو نوں کی طرف پھوٹ رہے تھے۔ طاہر نے اسے فی الوقت دلاسر دیا متناسب نہ چنانہ چنانہ جاتا تھا کہ کامنی کے اندر کی ساری سیاہی ان آنسوؤں میں بہہ جائے اور اس کے دل پر پہاڑا بھاری پھر بہت جائے اور وہ پر سکون ہو جائے۔

اور.....

ایسا ہی جواہ۔

کامنی نے تھوڑی دیر بحد خود کو راہ کر لیا۔

اس سر جب طاہر نے اس کے آنسوؤں سے دھلے چہرے پر نظر ڈال تو کامنی اسے پہلے سے بالکل مختلف کھا کی دیتی۔

بالکل حصوص اور شہم سے دھلی ہوئی آنکھوں والی کامنی اگر وال کے پیڑے پر سکون ہی سکون دکھائی پڑتا تھا۔

”کامنی۔ تمہارا شکری۔ میرا دل کھٹا تھا جہاں افہم۔ میں ہو گا جس تھا رافیلا اس سے مختلف بھی ہوتا تو میں شرور تسلیم کرتا۔ اب میری بات ہوتا۔ بہت دھیان سے سننا کامنی کیوں کھکھ تھا را اگلی ساری زندگی کا درود ہا اس جواب اور یہ طبق پر ہے جو تم کرنے باری ہو۔“

کامنی تمہارے لیے تمام دروازے کھلے ہیں۔ اگر تم واپس لوٹنا چاہو تو تمہارے لیے ہر ٹکن آسانیاں پیدا کی میرا اکنی بھی جذبہ تمہارے پاؤں کی زخمی نہیں ہے گا۔ تمہارے لیے ہر ٹکن آسانیاں پیدا کی جائیں گی۔ اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ یہ کام اور دوسری تمہارے لیے غیر مخفتو ہے تو تم چہاں چاہو دنیا کے ہیں ملک اور کوئنہ میں چاہو میں وعدہ کرتا ہوں کہ جسیں بڑا زندگی دہاں بھکر کی رکاوٹ کے پیٹھا دوں گا۔ اگر تھی سمجھتی ہو کہ میں تمہارے قاتل ہوں تو میں دل و جان سے تمہیں قبول کرتا ہوں۔

میرا بالکل میرا اسماج تھا میرے لیے دیدے دل واکرے گا۔ وہاں ایک لمحے کے لیے بھی تھا جو آنکھوں نہیں ہو گی۔ تم پر کوئی دہا نہیں کامنی۔ کوئی دہا نہیں۔ تم جب چاہو آسانی سے کوئی بھی فیصلہ کر لیتا۔ فی الواقع میں یہاں سے فرا لکھتا ہو گا۔ کیوں کہ یہاں اب سب غیر محفوظ ہیں۔ جسیں زیادہ بہر انداز ہو گا۔

کامنی نے اس کی بات بڑی توجہ سے دیتی۔

وہ تو بہت پہلے فیصلہ پر بھی بھی تھی۔

اب تھا سے اپنے دل و جہاں سے صرف اس فیصلے پر ہر قدر تیقینی ثابت کرنی تھی۔
اور.....

اس نے ایک لمحے جگہ کے بغیر اپنے دل و جہاں میں ملے کر وہ فیصلے پر ہر قدر تیقینی
ثابت کر دی۔

"طاہر اب جتنا مرہ تمہارے ساتھ ہو گا۔ اسے میرا جہاںی فیصلہ نہ کھٹکا۔ میں نے یہ
فیصلہ تو بہت پہلے ہی کر لیا تھا۔ آج میں صرف اس کا دل و جہاں سے اقرار کر رہی ہوں۔"

اس نے پورے بیٹھنے کے ساتھ کہا۔

طاہر نے ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں میں جھانٹا جہاں ایک ہمیشہ کی چک اڑ
آئی تھی۔ وہ زیادہ درجک اس کے چہرے پر نظر نہ نکالا۔

اس نے کامنی کو اپا بھک "را" کی انٹریٹر کے روپ میں دیکھا تھا۔ کامنی کا کام بدا ہوا
روپ اس کے لیے چونکا دینے والا تھا۔

بے اختیار اس کی آنکھیں اس قسم لڑکی کے احترام میں بھک گئیں۔ ہے قدرت نے
ایک بڑے انعام کے لیے مختیار کر لیا تھا۔

"کامنی ابھی حسین ہو چکے ہیں کہ اور موافق بھی میں گے۔ میری صرف ایک ہی
درخواست ہے کہ تم جو بھی فیصلہ کرو۔ مکمل آزادی اور اختیار کے ساتھ کرنا۔ بغیر کسی جگہ کے بغیر
کسی دل کا اسکے۔"

کامنی نے اس بات کا جواب صرف نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے پر انتباہ کرتے
ہوئے دیں۔ شاید اس کی آنکھیں طاہر سے بچ جو بھی تھیں کہاں سے ان میں کہن جھوٹ دکھائی دے
رہا ہے؟

"میرے خیال سے اب یہاں سے نکلنے کی لفڑ کریں۔ زیادہ وقت شائع کرنا مناسب نہیں
ہو گا۔"

کامنی نے کہا۔

"تمہاری موڑ سائکل تھونا ہے۔ میں نے نمبر پلیٹ بدلت دی تھی۔"

طاہر نے اپنی رائے چھوٹی کی۔

"اس کا کبھی قصور بھی نہ کرنا۔ صوری اور ڈاہدہ دون میں ہمارا "کاؤنٹر سسٹم" بہت
مضبوط ہے۔ یہاں تک۔ آئی (کاؤنٹر ٹیبل جس کا انجمن) کریں جو گھی ہے۔ آج تک اس کی
کریٹ پر کوئی ہاکی نہیں کیا تھا۔ یہاں سے بھاگنے والے تم پہلے ٹھریب کارپیکس ہو۔ ابھی
تین ماہ پہلے ہی بلکہ دو ماہ کا ایک نوجوان کسی بات پر غیرت کا کرفیلہ اپریا میں آؤں رات کو ایک
ٹھنڈی کے دران کھکھ لے گیا تھا۔ جسے مونگیانے لگے ہوئے سے پہلے صوری سے گرفتار کر لیا تھا۔"
کامنی نے اسے موڑ سائکل کے استعمال سے سچھ کیا۔

"کون ہے یہ کریں جو گھی۔ میں نے نہیں دیکھا ہیں؟"

طاہر نے جنم اگلی سے دریافت کیا۔ کیونکہ کس کے قربانیاں افسران کو اس نے دیکھا ہوا
تھا۔

"تم نے اسے دیکھا ہے طاہر۔ تم نے اس کے ساتھ دلی سے یہاں تک کا سفر کیا ہے۔
وہ تمہارے ساتھ چکروری کے روپ میں سرکر کے آیا تھا۔ معلوم نہیں اس نے جھیل اپناریک
کمپنی ہتھا ہوا سمجھ رہا ہاں وہی کریں جو گھی ہے۔"

کامنی کا اکٹھاف نے اسے جان کر دیا۔

"اوہ، ایک گاؤڑ یہ وہ ذات شریف ہیں۔"

اس نے جنم اگلی سے کہا۔

"ہا۔ اور تمہاری اطلاع کے لیے یہی تاریخ کہ کریں جو گھی ابھی "سٹیف" ہے۔ اس
نے بھی" کہتی ہی کے کاٹہڑے کے ساتھ روپیں میں دوساری گارے تھے۔ یہ ٹھنڈی یہاں بے پناہ
اختیارات کے ساتھ کام کر رہا ہے اور ہمارے دہم و گمان سے بڑا کرچاک ہے۔ لیکن دیکھ لو کر
اس نے تمہارے ساتھ دلی سے یہاں تک کا سفر صرف جھیل چیک کرنے کے لیے کیا تھا۔ ایسے
"سر پاڑز" وہ اکثر دیا کرتا ہے۔ وہ کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔ اپنے آپ پر بھی نہیں اور بھی اس کی
کامیابی کا راز ہے۔"

کامنی نے اسے خبردار کیا۔

تمہارے خیال سے کیا "مکمل القدامت ہیں۔"

ظاہر نے اٹلی پس کی زبان میں اس سے دریافت کیا۔
کامنی نے اپنے ذہن پر زور دے کر اپنے علم کی حد تک اسے تمام ممکن اقدامات سے
آگاہ کر دیا۔

”ہوں ل۔“

اس کی بات کے غائب ہے ایک بھی ہوں طاہر کے نہ سے رہ آمد ہوئی۔
اب تک اس مندر میں وہ جتوں ایجنت بھی چکے ہوں گے۔ ہماری خوش تھی یا بھر
تمہاری ہوشیاری کو تم نے ایسے موفعے کا اتحاب کیا جب بہاں ہزاروں یا تریوں کی بھیزی میں ہو جگی
ہے۔ اب ہمیں اس بھیزی میں راستہ بنانا ہے طاہر! ۔
کامنی نے اپنا اندر بھاگ کر کیا۔

”نجیک ہے۔“

یہ کہ کر طاہر اس کے سامنے اکڑوں بینچ کیا اور زمین پر انکی کیدے سے لفٹ کیں۔ لگا
کہ سمجھتے ہو کر کیا کیا اور افراد میں ہے؟
اس نے کامنی کے ساتھ تن آپنی Option رکھ کر تھے۔ لیکن کامنی نے تینوں
ہانگور کر دیے۔

”مگر آخری راستہ بھی باقی پچتا ہے۔“

یہ کہ کر اس نے کامنی کو ہاتا شروع کیا کہ فی الوقت وہ ذیرہ دون کی طرف جانے کی
تجانے دوسرا سمت اختیار کریں گے۔

”تمہارا مطلب ہے ”پونا صاحب“

کامنی نے پوچھا۔

”ہاں۔“

”نجیک ہے۔“

کامنی نے صارکیا۔

اب انہیں بہاں قریباً ۳۰ کلو میٹر پہلی سڑک رکھتا۔ لیکن ایک مخفی راستہ قوارنہ تو جس
طرح کے ”جوابی اقدامات“ سے متعلق کامنی اگر وال نے بتایا تو اس ”جال“ سے بیرون کی تھیں کی

لے گئیں تھیں۔

کرتی مونگیا نے اس کی رائست میں اس امکان پر غور ہیں کیا ہو گا کہ وہ پہلی بہاں
لے لیں گے۔

اور

یہیں ایک ایسا بھاہر ”ٹلس پاٹس“ تھا جو ان کے حق میں جاتا تھا۔ طاہر جاتا تھا کہ
کامنی پیار ہو چکی ہے۔ مسلسل بہاں دوڑنے سے تحکما دیا ہے۔ اسے علم قاہمی گزشتہ دوراتوں
سے سوپنیں پائی۔ اسی دو تین گھنٹی کی نیز تھیس تھی جو اس نے بہاں لی تھی۔ پھر بھی وہ صورت حال
کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا۔

”چال کا تھی۔“

یہ کہ کر اس نے اپنا ایک بھی کامنی کے بیک میں رکھا اور اسے اپنے کندھے پر لکھا۔
کامنی نے رات بہاں سے خریدی ہوئی ”چاہبر“ (جلی چادریں) جن پر سکرٹ میں پر ہنگ کی
گئی تھیں ہیں۔ ایک چادر کھول کر اس کے کندھوں پر ڈال دی اور ایک پنی اسے اپنے سر پر
بادھنے کے لیے دے دی۔

اس نے ماچھے پر جلی پنی بادھنے ہوئے کہا۔

اب وہ اوقیانی کھل کر دوڑ ”جوانی مان“ کا پچاری دکھائی دے رہا تھا۔
کامنی نے اپنے بال کھل کر جب اپنے شاتوں پر لہرائے اور ماچھے پر بڑا سانگل کیا
تو گیری چوپے میں پنی کامنی کی طرف رکھ کر اسے ”نم رابائی“ یاد آگئی!! اس نے جرم رابائی کو
دیکھا تو نہیں تھا لیکن اس وقت جو روپ کامنی نے دھارا تھا اسرا ایسا تساویر میں بھی انکی ہی دکھائی
دیا کر تھی۔

روانگی سے پہلے طاہر نے کچھ قرآنی آیات کی طاولات کی تو کامنی کو عجیب ہی طرزیت کا
احساس ہوا۔

”یہ کیا پڑھا تھا تھے۔“

اس نے پڑھنے شروع سے پوچھا۔

”میں نے وہ آیات پڑھیں ہیں جو ہمیں کسی بھی سفر پر روانگی سے پہلے پڑھنے کی تلقین کی

گئی ہے۔ مارا ایمان ہے کہ اس کے بعد کوئی آفت مارا کچھ نہیں بجا رکھتی۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ
ہماری خود حفاظت فرائے گا۔

”مجھے بھی پڑھاؤ۔“

کامنی نے یہ کہ کہ طاہر کو چھڑایا۔

”تم۔“

طاہر نے جراں اور خوشی کے ملے بعلجذبات سے کہا۔

”ہاں میں..... مجھے پڑھاؤ طاہر۔“

کامنی نے مدد کے لئے بے کہا۔

طاہر نے ایک لفڑا اس کے متھے ادا کر دیا اور مرشاری کی عجیب سی بیعت کے
ساتھ اپنے ستر کا آغاز کیا۔

سورج ابھی بھل طلوع نہیں ہوا تھا۔

اس علاطے میں یوں بھی پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے دھند زیادہ جھانی رہتی تھی اور
سورج کو چھوڑ دیا کر رہا تھا۔

عمان اسکی سر دی میں لوگ گروہ اس سے ضروری کام کے لیے یہ بہار آیا کرتے تھے لیکن
آن چونکہ ”نالی کالا کا“ کے مندر میں سالانہ میلے چال رہا تھا اس لیے یہ اڑپوں کے جلوں ابھی سے
ٹھنڈش رو گئے تھے۔

یہہ لوگ تھے جو لفڑ شہروں سے نولیں کی مغل میں آتے اور یہاں سے نکلنے والے
مغل جلوں کا حصہ بن جاتے تھے۔

○ ○ ○

طاہر نے گذشتہ چار دوں سے جان بوجہ کرشمہ بھیں بنائی تھی اور چار دوں میں اس کی
دالوگی کے بالوں نے سارا چہرہ ڈھانپ لیا تھا۔ تھا جانے اس نے اپنے پاس وہ سقید شیشون والی
بینک کب سے اس دلت کے لیے چھپا کر کھی ہوئی تھی جو طاہر نظر کی بینک دھانی دیتی تھی۔ اس
بینک کو لگانے اور اپنے سر میں درمیان سے چیز کاٹنے کے بعد اس کی شاشت بڑی آسانی سے مکن
نہیں رہتی۔

اپنی دامت میں کامنی نے بھی اپنی شاشت ہاٹکن بنا دی تھی۔ اسے تو باقاعدہ اس بات
کی تربیت دی گئی تھی کہ اپنی شاشت کس طرح تمہیں کی جائے۔
روانگی پر جب کامنی نے اپنا پتوں طاہر کی طرف پڑھا تو اس نے لینے سے الکار
کرتے ہوئے کہا تھا۔

”جنیں کامنی۔ میرا کام اس کے بغیر بھی چل جائے گا تم اسے ضرور اپنے پاس رکھو۔ اگر
خدا غواست کہیں ایسا کوئی دلت آیا تو میں تم سے پسلے مردن گا۔ یہ سر اپنے آپ سے تم سے اور
اپنے اللہ سے وعدہ ہے۔ اب تمہاری حفاظت میرا اور اس فریضہ ہے۔ لیکن تمہارے لیے ایک بات
ضرور کہوں گا کامنی کہ نہ کسی ان لوگوں کو ہاتھ لگانا۔“

”ایسا بھی بھکن جیسی ہو گا۔“

کامنی نے رعد کی طرح کڑا کر کہا تھا۔
طاہر نے خود پتوں کو لوڑا ان لوگوں کے چک کیا اور اس کی کارکردگی سے مطمئن ہونے
کے بعد پتوں اس کی طرف پڑھا دیا۔

”Take it“

اس پر فیصل لجھ میں کہا۔

”جیک یو۔“

کہ کہ کامنی نے پتوں دوبارہ اس پوزیشن پر چھپا لیا جہاں سے دو اسے آسانی سے
ٹھاک کر استعمال کر سکے۔

دو ہوں اگلے پندرہ منٹ بعد ایک بڑے ہلوں کا حصہ بن پکھ تھے!!

شہر کے آخری کونے تک انسانوں کی بھیڑ گئی تھی اور اس بھیڑ کے درمیان سے راستہ
بناتے ہوئے گلکر رہے تھے۔

طاہر کو کامنی کی صحت کا احساس تھا۔ اس نے تھوڑہ تھکانی کو اپنے سہارے چلانے
کی بوشش کی تھی حالانکہ کامنی اس پر اب ایک لمحے کے لیے بھی بو جھوٹیں بننا چاہتی تھی۔

طاہر مطمئن رہو۔ میں بھیک ہوں۔“

اس نے بلا خرط طاہر کے عندر میں کو چھاپنے کے لئے کہا۔

دوں شہر سے باہر آگئے تھے اور اب اس پیارا کی پکڑنے کی پس کر رہے تھے جو راستے
میں آتے والے قربیاں کیارہ دیہاتیوں سے گزرنے کے بعد انہیں منزل مقصود پر پہنچا دیتی۔ جہاں
سے وہ حکومت اسٹر کے ذریعے پونا صاحب بھی جاتے جو کسون کا مقدس مقام تھا جہاں اس موبے کا
سب سے بڑا گوروارہ روانہ ہوا تھا۔

”مطمین رہتا میں ان جنگلوں اور پہاڑی سلسلوں میں بڑی بجک ماری ہے۔ کچھ
آئندیا مجھے بھی ہے۔“

کامنی تھی طاہر اس کے مختلط پریشان ہے۔ شاید اس لیے اس نے یہ فقرہ کہا تھا۔
”میں چاہتا ہوں کامنی۔“

طاہر نے اس کا کامنہ تھام کر کیا۔
دوں قریباً دو گھنٹے ایک دوسرے سے باہم کرتے اس پیارا سلطے میں پڑھنے طے
گئے۔ اس درمیان طاہر نے تم چار مرتبہ اپنی کھڑی میں نصب کیا اس کے ذریعے اپنی سوت تھی
ہونے کی صدقہ تی کری تھی۔ اب تک کامنی صرف اپنی قوت ارادوی کے مل بوئے پر جانی جاتی آ رہی
تھی۔

○ ○ ○

سورج نکل آیا تھا جس سے سردی کا زور کچھ کم پڑ گیا تھا۔

کامنی نے اپنا چلا اس سلطے میں داخل ہوتے ہی اتار کر طاہر کے کندھے سے لے
لیک میں ٹھوٹ دیا تھا اور طاہر نے بھی یہی ٹھوٹ دیا تھا۔

دوں ابھی تک ایک سرشاری کے عالم میں پڑھنے طے چار ہے تھے۔ اس درمیان کامنی
نے دو تمیں مرچ ایک دو گھنٹہ پانی اس بوتل سے اپنے ملٹ میں اٹھا لایا تھا جو انہوں نے سڑک کے
آنماز پر سوری سے خریدی تھی۔

طاہر جو سوں کرہا تھا کہ کامنی کی تھاں یا کم پڑنے لگی ہیں۔
اثنیں سفر کرتے قرباً پار گئے ہو رہے تھے جب اپا ایک اس نے کامنی کو لڑکڑاتے
دیکھا۔

”کامنی۔“

اس کے مندر سے بے ساختہ لٹکا اور اس نے دیکھا اور ایک کراسے زمین پر گرنے سے

پہلے قدم لیا تھا۔

سہارا سے کروہ کامنی کو پہاڑی کی اوٹ میں لے آیا۔ بیہاں سوائے کسی جنگلی جانور
کے اور کئی خوف نہیں تھا۔

طاہر نے اس کا بازو دیکھا تو اسے احساس ہوا کہ کامنی نے مسلسل پیول جل کر اپنے
ساتھ کھکھی زیادتی کی تھی۔

وہ بخار میں پچک رہی تھی۔

طاہر نے یہی سے چادر بکال کر اسے چادر پر بخدا دیا۔

”محافن کراز را پچک آ گیا تھا۔“

کامنی نے اپنے لہجے میں کہا چھے اسے اس بات کا انوسورہ ہوا کہ ایسا کیوں ہوا
ہے؟

طاہر کا دل بھر آیا۔

لیکن اس نے کمال خلیط کا مظاہرہ کیا تھا۔

”بیوہ اور گریٹ کامنی۔“

اس نے یہی کی زخمی کھوئے ہوئے کہا۔

یہی سے اس نے پچھا اور ادوبیات اور دو دوہ کا پیٹھ بکال کر کامنی کی طرف بڑھا۔

”کامنی تم چھا کھوئی برائے اس مرچ تھا اس ادارا دو دوہ پیٹھا پڑے گا۔“

”چھپ جا رہا تھا کیا؟“

کامنی نے اس کی طرف دیکھ کر عسکر تھے ہرے پوچھا۔

”یہی کھنلوں۔“

طاہر نے اندازہ کر لیا تھا کہ کامنی صرف اسے مطمئن کرنے کے لئے خکاری ہے ورنہ

اس کا اگر ایک درد مرد رہا۔

”اوے کے۔“

کہ کہ کامنی نے اس کی دی ہوئی گولیاں دو دوہ کے ساتھ ٹھکل لیں اور ایک ایک گھوٹ

کر کے خاصاً دو دوہ بھی نی لیا تھا پیٹھ پیٹھ کی طرف اس نے خالی کر دیا تھا۔

"کامنی سونے کی کوشش کرو۔"

ظاہر نے اسے زبردستی چادر پہناتے ہوئے کہا۔

"ظاہر مجھے نیندھوں آئے گی۔"

"کوئی نہیں آئے گی۔ ان میں ایک خواب آ در گولی بھی موجود تھی۔"

ظاہر نے اپنے زاویہ رہائش طبقہ کارہاوس کا رسیدہاں رکھ دیا تھا۔

کامنی نے اس کی طرف بکرا پاش نظر وہ سے دیکھا اور آنکھیں سوندھ لیں۔ ظاہر نے اسے کوئی خواب آ در گولی تو نہیں دی تھی جی ان کامنی پر تھا وہ اس بری طرح سوارتی کی موجودتے میں اسے گھری تینڈنے آتا۔

جب طاہر کو تیندن ہو گی کہ وہ کبھی نیندھوں کی وجہ سے اس نے طہران سے اس کا سراپا ہے زانوں سے اتار کر اپنی جیکٹ سے ناٹے سر ہاتے پر رکھ دیا اور خود اٹھ کر رہا ہوا۔

گوکر اس نے کھانے پینے کا پکھڑ خرچہ کر لیا تھا میں اسے کامنی کی محنت کی نکر گئی تھی جس کے لیے خدا کا بندوں سے کرنا ضروری تھا۔ سوری کا جو تھا اس کے دوں ہاتھ اس کے مطابق بیہاں زیادہ سے زیادہ ذین ہو گئے اور ملکہ میر کا بیریاں کوئی کافی ہوتا چاہیے تھا۔

○○○

کامنی کو سہا چھوڑ کر وہ پیازی کی پیچھی پڑا گی۔ اس کا اندازہ بھی ثابت ہوا۔ بیہاں سے بکھل ڈینے والوں میں کے ناتے پر درخوش کے جنڈیں مگر اس کو کچھ نظر آ رہے تھے۔

انپیں جیب سے کانڈہ کا ایک گلزار کالاں کارہاوس نے کچھ لکھا اور اسے کامنی کے نزدیک دوسرے بیک کے پیچے رک کر دبے تھے میں چلتا پیازی کے دوسرے طرف اڑ گیا۔

اگلے بکھل پندرہ منت بعد وہ ایک درخت کی لوث سے گاؤں کا جائزہ لے رہا تھا۔ جلدی اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ گاؤں نہیں کوئی سرکاری حکم کا ریسٹ ہاوس ہے جس کے ساتھ پکھوٹے چھوٹے گھر ہاتے گے ہیں۔ شایدی کوئی "پکنک جیسی" تھی۔

اس نے کچھ سوچ پھے ہوئے اثاثت میں سر ہلایا اور یہ اندازہ لکھنے کے بعد کوئی سست زیادہ گھوٹکہ رہے گی اس طرف سے آگے بڑھنے لگا۔ اب وہ ایک بڑے ریسٹ ہاؤس کے عقب میں پہنچا جس کی چمنی سے لفٹے دالے دھوکیں اور کھلی کھڑکی سے ہمارا ہوتی تازہ کھانے کی

خوبیوں اسے احساس دلایا تھا کہ اس کا اندازہ بالکل صحیح ہے اور اس کی بھروسہ کامیاب رہی۔

یریت ہاؤس شاید اگر بیوں نے ہوایا تھا اور وہ آخری مرتبہ اس کے مقب میں موجود جھاڑیوں کی منفاتی کر کے کئے تھے کیونکہ اب وہاں گھاس کا ایک بکھل سا کھائی دے رہا تھا۔ چونکہ یہ راستہ زیر استعمال تھیں تھا اس لیے شاید اس طرف کسی نے مغلی کا درہ ہیں بھی نہیں دیا تھا۔ بکھل کی سی بھرتی سے اگلے چند منت بعد وہ اس کھلی کھڑکی کے پیچے پھیل گیا تھا جس سے استعمال ایکنیز خوبیوں آرہی تھی اور پہنچنے والے کھانوں کی بھاپ باہر لانے کے لیے شاید یہ کھڑکی کھلی گئی تھی۔

کھڑکی اس کے سر سے بکھل ہنچارٹ بندھ گئی۔

اچل کر طاہر نے اس پر ہاتھ جھانے اور ہاتھوں کے مل پانچا جسم سرت کرنے کے انداز میں اپر اٹھا لیا۔ اندر ایک سفید پوش ہمراہ اٹالی پر کھانا سجرا تھا جس سے اس نے اندازہ لگایا کہ یہ وہ در سے کرے میں موجود "صاحب گوں" کے لیے کھانا لے جا رہا ہے۔ چونکہ یہرے کی پشت اس کی طرف تھی اس لیے وہ آرام سے اندر کا لفڑا کر تارہ۔ اس نے دیکھا کہ یہرے نے ایک گیبی تھی رکھت کی۔ ٹالی پر کھی شیخوں کی بوٹے سے اس نے اپنے لیے پہلے ایک پیگ تیار کیا اور اسے طلق میں اٹھانے کے بعد وہ اور پیگ تیار کر کے ٹالی پر رکھے۔

اپ وہ اپنا منصاف کرنے کے بعد اندر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔

طاہر پرچی سے سب کھوکھ رکھ رہا تھا۔

جیسے ہی یہرہ اور ہاں سے لٹلا اور اس کے عقب میں دروازہ بند ہوا در سرے علی ٹھے طاہر

ہاڑوؤں پر اچل کر اندر آ گیا۔

اس نے سامنے موجود درج سے ڈل روپی، ٹھکن، پیچھے اور سامنے چو ہے کے نزدیک دھری ہٹلیا سے ہیرے کا تیار کردہ چکن اور دوسرا المظہم ہماں ہے ایک سٹل کے بڑے سے برتیں میں ڈالا۔ اس نے اس سارے سامان کو کھڑکی پر رک کر باہر بکھل کر اور ہاں سے فرار ہو کر

درخوشوں کے جنڈیں میں غائب ہوئے بکھل تھیں منت کا وقت بھی نہیں لگا تھا۔

کامنی کو سوچنے کی وجہ ہوئے دیکھنے والے کو اسے تھے جب اس کی آنکھ کھلی۔ پہنچنے سے

اس کا جسم اس طرح بیگ رہا تھا جسے وہ بانی کے دب میں پہنچی ہو۔
لیکن

جسم کے سارے سامان ٹھکے سے وہ بہت بہر گھوس کر ری تھی شاید بخار اڑ کیا تھا۔
کیونکہ اسے اب بھوک لگی ہوئی تھی۔

گورن گھما کر اس نے دیکھا طاہر عائب تھا اور وہ پڑ بڑا کراٹھی پیٹھی۔ اس کے سامنے
ہر سے بیگ کے پیٹھ کے کافر کو نکال کر اس نے بے چینی سے نظریں دو دوائیں اور مٹھن ہو کر
گھری سانس لے کر چیندی کا غیر پر لکھا تھا۔

”میریں گھر رانگیں۔ آپ کے قریب کا بندہ دست کرنے گیا ہوں۔“
ایک غوثی حکماہت اس کے ہوتھوں پر پک گئی۔ اسے اپنے چھٹے پاب غفرانے کا
حکم۔

سانے دری بولی سے دو گھونٹ پانی اس نے حلق میں اٹھایا جو جنک ہو رہا تھا اور اب بھی
بول کر بیگ سے بیک لگائی ہی تھی جب عقب سے طاہر ندواد رہوا۔

”کھانا حاضر ہے میڈم۔“
اس نے موب بیروں کی طرح پھنس ڈھل روئی کھن چیز سب کچھ ایک ایک کر کے
اس کے سامنے رکھ دیا۔

”اوہ مائی گاؤ۔ تم کہاں گئے تھے طاہر کہاں سے لائے یہ سب کچھ۔“
”بے انتیار وہ طاہر سے لپٹ گئی۔“
”پہلے کھانا ہمارا تھا۔“

طاہر نے اسے خود سے آہنگی سے الگ کیا۔
اور

اس کے بعد دونوں ایک ہی برلن میں کھانے لگے کامنی کے لیے یہ بھی زندگی کا پہلا اور
روح کی گمراہیں بیک اڑ جانے والا جو پڑھا۔ گرم گرم گھن نے اس کی ساری قوانین داہیں لوٹا
دیں۔ کھانے کے دوران طاہر اسے اپنے اس کارنائے کی تھیلات سے ہرے لے لے کر آگہ کر
رہا تھا۔

”اب اس سے پہلے کہ ہوش میں آئے کے بعد ہرے صاحب اپنے برلن کی خاش
شروع کریں۔ ہمیں بیاں سے روپ چکر ہو گا جائے۔“

کھانے کے خاتمے پر اس نے ڈھل روئی اور باقی چیزوں سے بیٹھے ہوئے کہا۔
”ہا۔ اب میں بالکل تیار ہوں۔ صحیح تھا کہ ساتھ میں کتنی ہوں۔ تم کوئی بوج
ڈال لے بغیر۔“

کامنی نے بڑے عالمدہ کہا۔
اور.....

دوفون عازم ہڑھوئے۔

انہوں نے چاہ کچھ کھانا برقرار سمت اس طرح نمکانے لگایا تھا کہ اس طرف سے
گزرنے والے کسی شخص کو دیکھا تی نہ دے۔

یوں بھی اس راستے پر کسی انسان کا گزر کرمی عرب ہوا ہو۔ کامنی اب خود کو مکمل فتح حاصل کر
رہی تھی۔

شام ہر طبقہ سک ان کا سفر جاری رہا۔

اس دوران طاہر نے تمام نمازیں ادا کی تھیں۔ کامنی وہی تھی سے اسے نماز پڑھنے وہ بھتی
اور ہر نماز کے بعد اس کے فرائض اور دیگر مہادات سے حلقل دی ریافت کرتی۔

موری سے رواجی اور اگلے دروزج پور پتھے پر اس سرک بیک بختی کے بعد جو انہیں پوچھا
صاحب کی طرف لے جاتا کامنی نے اس سے صرف اسلام پر ہاتھیں کی تھیں۔ وہ کریمہ کریمہ کارا
سے مختلف سوالات کرتی آئی تھی۔

ان سوالات میں اس کے لا شکوری گھریلو تربیت کی بنیاد پر تم یعنی داہی بہت سے
ٹھوک رہبہات اور جس کا پہلو نمایا تھا۔

برت طبیہ ^ع کے ابتدائی و اتفاقات سے وہ بے پناہ متاثر رکھا تھا وہ ری تھی اور
اسے اب تک ارکان اسلام سے حلقل میں آ گئی ہو چکی۔ اب اس نے اپنا موضع طاہر کا لکب
نالیا تھا۔

”مجھے را سانس لیتے دو اور کچھ سوچنے کا موقع دو۔“

طاہر نے سڑک کے نزدیک بیٹھنے پر کہا۔
کامی خاموش رہ گئی۔

دونوں نے اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق بیان سے گزرتی ایک چیزی کا روکا
اووریا ہاتھیاں بیوی کی حیثیت سے سڑک تے پونا صاحب سے کچھ فاصلے پر ہی اتر گئے جہاں پرنا
صاحب بیک بیٹھنے کے لیے انہوں نے جان بوچ کرتیں چار چینیں تبدیل کی تھیں۔
”وپر کے بعد وہ بیان بیٹھنے کے تھے۔

اب طاہر پکڑا ہائھ کر ترسیم سنگھ اور کامی اس کی عکسی ہیں جو کہی جو ایسی منت
اہنے سہارنپور سے بیان آئے تھے۔

گوردوارے کے لئے کرے انجمن نے ”پر خدا“ کہا اور ”سراء“ کے لیک کرے میں
الہیمان سے بینے گئے۔ طاہر جو گذشتہ ۳۰ گھنٹے سے مسلسل سفر میں قاد و خود کو پہلی مرتبہ قدرے
پر سکون حسوس کر رہا تھا۔ اسے الہیمان اس بات کا بھی تھا کہ دیوارہ کامی کا پیش پیر پیش بڑھا تھا۔
الہیمان ایک پریشانی تھی کہ ابھی بھی انہیں کوئی ڈھنگ کا کرہ توہین ملا تھا۔ گوردوارے کے آشرم میں
کل کرہ خالی نہیں تھا۔

○○○

کرچیں پہاڑیں اس وقت ذریعہ دون میں اپنے بیان کے سالانہ درباری تقریبات میں
شرکت کرنے آیا تھا۔ تقریبات کا آغاز اگلے روز ہوتے جا رہا تھا اور اسے بطور خاص مدعاو کیا کیا
تھا۔ حالانکہ گزشتہ ۲۴ ہفتاں سے وہ مختلف نوبت سے فراخنس کی ادائیگی کی وجہ سے اپنی پہنچ سے
بیرون پوچھ دیا گیا۔ ”پر خدا۔

وہ شام ۷۔ ٹھیٹھی شدید بارش میں بیان پہنچا تھا۔
چکراتا سے بیان تک مسلسل اور مولانا دار بارش ہو رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے اگر
اس کی جیپ کا ذریعہ درپڑ سکریں پر چلتے والی کورڈ کی تو دونوں اندر ہے ہو جاتے۔ مولانا دار بارش
کا چاہو جوں پرانی ان کے چاروں طرف شیشوں پر پہنچتا تھا۔
بھگوان کا مظہر تھا کہ جیپ میں بڑی دلچسپی ہوا تھی۔ جس کی وجہ سے سامنے وہ سکریں قدرے
ساف ہو جاتی اور انہیں کچھ دوڑ کا مظہر رکھا کیا دینے لگتا تھا۔
جیپ کی رفتار قدرے کم تھی۔

یہ اختیاط کا تھا ضاتھا۔

تیز بارش اور برلنی ہوانے بیہر کے سارے ماحول کو بند کر کے رکھ دیا تھا اور جیپ کی
طاقوت روپیں لاہسیں جن کے ساتھ اس طلاقے کے میکی تھاںوں کے پیش نظر بادر نام اضافی لاہسیں
لکھی گئی تھیں۔ بھی زیادہ درجے کا مظہر واضح کرنے میں ہا کام و کھاتی دے رہی تھیں۔
ایک تو اس سڑک پر سڑست لاہسیں بھیں تھیں اور اوپر سے موسم کی بلا خیری نے سارے

ما حل کو بکار رکھا تھا۔

وہ راست جو مہول کے مطابق ایک گھنٹے میں طے ہو جایا کرتا تھا۔ اس وقت گھنٹوں پر پہنچا جلا جا رہا تھا۔ خدا خدا کر کے دبلا آخڑا فیرز نیک گھنٹے میں کامیاب ہوا۔ اگر وہ ہر یہ دس منٹ لیت ہو جاتا تو شاید اس شاندار ڈرٹ سے محروم رہ جاتا جو اس کی پہنچ کا "روائی ذر" تھا جس کا انتشار سارا سال بیان کے جو صحیح افسران کیا کرتے تھے۔

آج انہیں بطور نامن موڑ سے پہلے کامیاب پہنچ کی جی۔

کرتی بھائی نے آفیزہ میں کے ہال میں محنت ہی آتمدان کے نزدیک کریں سنپال لی جسی اور اب ایک موبیل ہے اس کے سامنے کامیابی سے بنا جام پہنچ کر رہا تھا۔ اس کا ذرا راجح راجحی تک جیپ سے اسی پر پڑی دیوبنی پر قتا۔

یہ اس کا فرض تھا کہ جب تک کریں صاحب جیپ سے باہر رہیں وہ جیپ کے اندر موجود ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے کریں نے اس کی حالت پر حجم کھاتے ہوئے اسے لٹراتے چائے پہنچ اور کھانا کھانے کی رخصت ضرور دے دی جسی۔

یہ الگ بات ہے کہ یہ رخصت آدمیے گھنٹے سے دو حصائی گھنٹے پر جیٹ ہو جی۔ کیونکہ اس کے ذرا راجح راجحی کی طرح ہمت مردی الگ ری جسی اور وہ دوسرا جو انوں کے ساتھ ہرم پہنچ میں مشغول ہو گیا تھا۔

جب وہ شراب پہنچے اور کھانا کھانے کے بعد نیند سے بوجھل آگھوں کے ساتھ جیپ کی پہنچ اور بیلس مسلسل چیک کرنا شروع ہو چکا تھا۔

قریباً ایک گھنٹے سے کرتی بھائی کی جیپ میں موجود ایک لیس پر اس کا سیٹ ان کاٹا۔ سمجھو کرم سوداں کے ساتھ رابطہ کی کوشش کر رہا تھا کہ اسے بیان گزرنے والی قیامت سے باہر کر کے۔

لیکن

جیپ پر اس کی مسلسل "بیل کا ناظر" بیل کا ناظر کو جواب موانع دوسری طرف سے ہونے والی ٹھوں ٹھوں کے اور کچھ بیٹھنے آ رہا تھا۔

اب پریشان ہو کر سمجھو سوچ رہا تھا کہ کرتی بھائی کو اس کے بیان میں ہمیں کوارٹر کے

ذریعے ہی مطلع کر دے کیونکہ اس کے پاس سوا اس کے اور پارہ کا بھی کوئی نہیں رہ گیا تھا۔ بخوبی و کرم سودا نے چند روز پہلے ہی "بزاری کچپ" رپورٹ کی تھی۔ وہ سیاحتی سے بڑی سفارشوں اور زور آزمائی کے بعد بیہاں آیا تھا اور یہاں آنے کے اگئے ہی روز اس نے اپنے گھر والوں کو کہا تھا کہ وہ دیوبنی میں کام کرنے کے لئے اس کے گھے سے باہمی ہے۔

اگر وہ دیوبنی ایک ہفتہ سیاحتی میں رہ جاتا تو شاید زندگی بھر اپنے گھر والوں کو کندھل سکتا کیونکہ بھر اس کا تھاں نہ تھاں بیاں میں خانہ ہوتا۔ سیاحتی کے خاتمہ پر پہنچ سے پہلے اس نے یہاں سے تھلکی میٹتی کا کہا تھا۔ بھر والوں کو کندھل سکتا۔

لیکن بھاری ماؤشن ڈریجن کے ایک جو نیز افریکی حیثیت سے وہ اس سے پہلے یہاں اور لندن میں قیام کر کچا تھا۔ اس نے اسے امید گھنی کر دیا۔ دوسرا بھاری جو انوں کی طرح اُتھی جلدی گھرانے والا تھا۔

اس کی تو تربیت ہی وہی شدائد کا مقابلہ کرتے ہوئے دھرتی میں کی رکھتا کرنے کے لئے کی تھی۔

جس روز اسے سیاحتی کا حکم ملا تھا جس سود کے علاوہ کھنچی کے ہر جوان کا پچھہ لکھ کیا جگہ سمجھو سودا ایک جوان کے پاس جا کر اس کا حوصلہ پر حاصلہ اور اس کا ایک بار پار کہہ دیا تھا کہ ان کا تھلک پیازی ڈریجن سے ہے اور انہیں کم از کم بھارتی آری کی ایک مثال بن کر رہتا ہے۔

لیکن اس کے جوان جانتے تھے کہ سمجھو صاحب کو حالات کی گھنی کا احساس نہیں اور ان کی ساری دلیل تھی کہ بھوت سیاحتی کا لئے ہی روز اتر جائے گا اور

ایسا ہی ہوا واقعی جب وہ اپنے کھنچی کے دس جوانوں کے ایک بیکھن کے ساتھ ایک کاٹ پوٹ پر بیکھنے کے ذیلت اتوا سے یہاں لگا چیز کی نے اسے برف کے چمٹ میں دھمل دیا ہو۔ سامنہ بیکھنی کو اس کے سامنے کچھ بیٹھنے لگتی تھی۔

پہلے سے تیار کردہ خصوصی گرم فوئی یونیفارم پہنچنے ہوئے۔ سمجھو سودا اس کے جوانوں کو سروی اپنی بہنوں میں سر ایت کرنی گھوں ہو رہی تھی گوکران کے چمٹ کا ایک بیکھنی ہے۔

ہاتھوں میں دستانے اور آنکھوں پر عینک لگائے جس کے شیشوں سے باطہر ہوا کے آنکھوں بچ جانے کے امکانات نہ ہوتے کہ برادرتے وہ سب اپنے کندھوں سے گئیں لٹکائے جب تک کاپڑ سے باہر نکلے تو ستنان سے بھیل سچا بچا اگر دوچی۔
شاید یہی ایک جگہ اسی حقیقتی جہاں بھیل کاپڑ لینڈر سکا تھا۔ انہیں اب ایک دوسرے کے جسم سے ری یا نہ کرنے کا پہنچا پوست تک بچنا تھا جو یہاں سے قریباً ایساں گز دودرا درقد مرے اونچائی پر ہی ہوئی تھی۔

میرحسود کے اندازے کے مطابق ابھی مجھ کے دل بجے تھے۔ لیکن سردی سے یہاں گزرنا تھا یہاں۔ بھر جنم خلائی کی کوئی رات ہو رہی ہو۔ سب سے آگے دھوکہ مل رہا تھا۔

اسے اپنا ایک ایک قدم ہزاروں من بوچل جھسوں ہو رہا تھا۔ بڑے بڑے کیلوں والی خوشی بوٹ پہنچے وہ برف کے فرش پر ایک قدم مرکھتے تو دوسرا قدم زمین پر گز پڑا تھا۔ قدم مکالنے پر انہیں خasaar لگا گا پڑتا۔

ان کی پوست والوں نے شاید ان کے استقبال کے لئے اور اپنی اس برف کے جنم سے رہائی کی خوشی میں کچھ ہوائی تھے کہ نکد وہاں موجود جہاںوں کو اسی بھیل کاپڑ پر سوار داہم جانا تھا جو انہیں یہاں لے آیا تھا۔

کماٹ پوست پر ایک ماہک فرائض انجام دیتا ایک جنم کے برابر اذیت برداشت کرنے سے کچھ دیا دوچی تھا۔

سردی کا یہ عالم تھا کہ یہاں بھیل کاپڑ کے امین بن کے جاتے تھے مبارادہ دوبارہ شارٹ ہی نہ ہو سکے اب بھی پائٹ بھیل کاپڑی میں موجود اور مستحق تھا۔ اسے علم تھا کہ دوتوں کماٹروں کو ایک دوسرے کوچارن سوچنے میں پدرہ میں مٹت لگ جائیں گے جس کے بعد دہاں موجود جہاں اسکے چھپتے میں ہر یہ دل پدرہ مٹت لگا دیں گے۔

بھیل کاپڑ کے لئے پوری رفتار سے چل رہے تھے اور انہر کا محل خاصاً رام رہ ہو رہا تھا۔

کماٹ پوست کی طرف سے کے گئے "استقبال فائز" کا دوسری طرف پچھے اور ان

طلب لایا گیا یا بھر دوسری طرف موجود ہم نے بے ہے آئے والوں کو "ویں کم" کرنے کے لئے ان کی سمت اچاکھی کو لے دیا تھا شروع کر دیئے۔
دوتوں پوچھوں کے درمیان بھیل سوگ کا قابلہ ہوا گا اور دنوں طرف سے ایک دوسرے کی کوئی حرکت پوشیدہ نہیں رہتی تھیں۔ دوسری طرف سے آئے والے قاتمے میجر سودا اور اس کے پہاڑ جہاںوں کو بیکھا کر کھدکا ہو دوسرے قاتمے بھیزمن بھیز ہو گئے!
میرحسود کے لئے یہ بڑی پریشان کن مور تھا تھی۔
کوئی اچھا بھگوں نہیں تھا۔

انہیں یہاں ایک ماہ گزارنا تھا اور ان کی آمد کے ساتھ ہی یہ سلطنت شروع ہو گیا تھا۔ زمین پر لئے لئے اس نے زور دار آوارگی اپنے کماٹ پوست والے ساتھیوں کو گھی لیاں ہجاتھوڑا کر دی۔ جن کے "استقبال فائز" کا درمیان نے قباط مطلب بھجو کر ان کی طرف قاتمے شروع کر دی تھیں۔

پوست کماٹر کے لئے بھی یہ مور تھا پریشان کن تھی۔
اس نے فوراً اپنے جہاںوں کو قاتمے کر دی کامیں دیا اور انہیں گھایاں بکتے ہوئے پوست کے حکومت کوئے سے مفید جہالت اکار کر دوسری طرف، درمیان سے قاتمے دو کے کی درخواست کرنے لگا۔

درمیان کوشاںیاں پر ترس آکیں کیونکہ پاچی چھوٹ کے بعد ہی قاتمے کر دی۔
میرحسود نے زمین سے اٹھ کر اپنے جہاںوں کا جائزہ لیا اور بھگوان کا ٹھراوا کیا کہ وہ سب کھوڑتھے۔

لیکن کماٹ پوست والوں کی کمی آجی تھی کیونکہ قاتمے کا آغاز ہوتے ہی بھیل کاپڑ کو اس کا پاکٹ بھگا لے گیا تھا۔
اسے کمی احکامات ملے تھے۔ یہاں سب سے اہم چیز بھیل کاپڑ تھی۔ جس کے ساتھ انہیں چان کو بھی اہمیت نہیں تھیں کیونکہ رالٹکا میں واحد طریقہ تھا
پوست کماٹر نے اپنا سر پیش لیا۔

میگردد اسے اور وہ اپنے جوانوں کو گالیاں دے رہا تھا۔ بیکل و پوست نیک ہنچے اور
بادل خواست ایک درس رے کو خوش آمدید کہا۔

میگردد کئے اس کی آمد کے ساتھی مصائب کا آغاز ہو گیا تھا۔ انہیں دورانیں دا
جوانوں کے لئے موجودہ اسی پست پر ۲۰۰ جوانوں کے ساتھ گزارنا پڑیں جن میں سے تین ہمار تھے۔

و دونہ نیک بیکل کا پڑا انہیں لیے گئیں آیا کیونکہ انہیں بھک اور مسی دوسری طرف سے
”سیفِ کل“ نہیں طاقترا۔

پوست کا ٹھار کی حالت ماجحت کے بعد خدا غذا کر کے تیرے روز بیل کا پڑ آیا اور
پوست کا ٹھار اپنے بیکار اور زخمی جوانوں کے ساتھ ہوا تو دلسر استھان کرنے
کے قابل ہوئے درستہ انہیں گزشتہ ۲۸۷ مکتوں میں بیکل ۵ کئی موہن فیض ہوا۔

○○○

یہ آغاز تھا.....!

میگردد کواس طلاقے میں تین ماگزیں نے تھے۔ یہ سوری اس کے لئے جان لیا تھا
اس نے چیزیں تیسے روئے پہنچتے بیہاں ایک ماگزی اور دو اپنی کے لئے ہاتھ پاؤں ہارنے لگا۔ اس
کی خوشی تھی کہ وہ میگر جزل سالگ رام کا دادا تھا۔

جزل بیچ کو اور زخمی موجودہ اس کے سرخے اپنی تمام تر سماں بروئے کارا کر سے قرباً
دو ماہ بعد برف کے سچنے سے نجات دلائی تھیں۔ میگردد کو خوشی تھی کہ پانچ قرب میں اس
نے جواہیلی میں اور کمائی کووس کے تھے تھے اس کے کام ۲۰ گئے اور وہ بیہاں بیانی کی پہ
ڈپوشن پر آگئی۔

بڑی سوچ پیار کے بعد اس نے کریں بھایہ کے لئے ایک بھی سکھل دیا تھا۔!
کریں بھایہ اس وقت نایابین ستر کے پڑے ہال کرے میں اس آر کشرا پر ایک لاوی
کے ساتھ اس کر رہا تھا جو بلور خاص آج کی اہم قرب کے لئے بیانی گئی تھا۔
کھانے کے بعد ڈپے گانے کا درجاتا۔

یہاں تمام افران کی بیکات اور دوسری خواتین بطور حاضر مدحوبی جاتی تھیں۔ ان میانی
جانے والی خواتین میں سے ایک کے ساتھ وہ بھی آر کشرا کی بھائی دعویٰ دعویٰ پر ناق رہا تھا۔ ہال میں

چاروں طرف رنگ عی رنگ بکھرے پڑے تھے۔

ثراب کے شے میں دھت تمام چھوٹے ہلے افران اپنی بیکات اور مہمان خواتین
کے ساتھ وہ بھی کے عالم میں ہلچ رہے تھے جب تک کچھ تباہی کی وجہ کریں کریں بکھرے پہنچا۔

”مر سر“

اس نے دو تین مرتب کریں بھایہ کو خاطب کرنا چاہا۔
لین

کریں بھایہ تو اس وقت ہواں اڑ رہا تھا۔ اس نے کیپٹن کی طرف دیکھنے کا تکلف بھی
نہیں کیا۔ اس کے ساتھ ہنا پہنچے والی کی حالت بھی کریں بھایہ سے کچھ مختلف نہیں تھیں۔
کیپٹن کو کچھ ساگی۔

اس نے آگے پڑہ کر کریں بھایہ کا کندھا چیچا کرائے اپنی طرف خاطب کیا۔ تو جوان
کیپٹن کی اس حرکت پر کریں بھایہ نے اس کی طرف پہاڑ کھانے والی اندرول سے دیکھا اور اس سے
پہنچ کر اس کے مند سے مخفیات کا طوفان لڑا کے۔ تو جوان کیپٹن جو اتفاق سے شے کی حالت میں
نہیں تھا تو اس کی پہاڑ۔

”اکبر جنگی سرا“

”What“

کریں نے قدرے پہنچتے ہوئے کہا کیونکہ آر کشرا اب پورے زور و شور سے دھیں
بکھرے نے کا تھا تو جوان کیپٹن کوچھ نے میگر جو اسے سوچاں کی تھیں کہ کتاباز داہد اس اس دلادیا تھا
کہ اس نے تمام احتیاطیں بالائے طاقہ رکھ کر پانچ اس کے کانے نے زندگی لے جا کر کیا۔

”مر ابواڑی کیپے سے ایک بھی تھا ہے۔ میگر دو آن لائن۔“

کریں بھایہ کو زور دار بھکالا۔

”کم آن۔“

اس نے تو جوان کیپٹن کو باہر آنے کے لئے کیا۔

اور کیپٹن کے تعاقب میں چلا وہ درسے ہی لئے ہال سے باہر تھا۔

”Sir! This way“

کیٹھن نے واڑیں رہم کی طرف اشارہ کیا۔
ٹالین ہیڈ کوارٹر کی دوسری منزل پر واقع واڑیں رہم سیڑھیاں اس نے قریبا
بھائیتے ہوئے ٹلکی حصہ اور اپدھون ایک کرے میں کھڑے تھے۔

”بڑا ری کچپ بلاو۔“

واڑیں آپ پیر کو جوان کیٹھن نے ہدایت کی جو انہیں دیکھتے ہی اخڑنا کھڑا ہو گی
تھا۔

”لیں سر۔“

کہہ کر آپ پیر نے اگھے ہی لمحے لائن ملادی۔ دوسری طرف سمجھو سو، بھی بے چھٹی سے
اس کاں کا خاتمہ تھا۔

اس نے ایک بڑھ شانگ کے بینے بٹواری کسپ میں گزدے والی قیامت سے اسے منصرہ
آگاہ کرتے ہوئے اگلی بدلیات طلب کیں۔

”لیے گا۔“

کرٹیں بھالیجے اتنی زور سے فون پر چالایا کر کیٹھن اور آپ پیر کام کر رہے گئے دوسری طرف
سمجر سود کی بھی شایدی کی حالت ہو گئی ہو گی۔

کھین

اس کا خون ایک لمحے کے لئے ضرور کرٹیں بھالیجے کے اس لمحے پر کھول اٹھا۔ اس
صورتحال کا ذہن درود ہیں تھا۔ اسے تو دیوئی سنبھالے بھکھل چار پانچ دن ہوئے تھے۔ اگر پیاس
تحریک کا رسپ میں بھی دشمن اٹلی جس کی کوئی تحریک بکاری ہو رہی تھی تو اس کا وہ ذہن درود ہیں تھا۔
بہر حال یہ ذہن درود کرٹیں بھالیجے پر عالمکھوتی تھی یا پھر سمجھ پڑھاں پر جس سے اس نے چارچنج لیا
تھا۔

ٹھن چاروں میں آتی یہ سب کچھ ہوتے سے رہا.....!!

بٹواری کسپ کی بھائی کی خبر نے کرٹیں بھالیجے کا سارا نشہ ہر دن کر دیا تھا اور وہ قدر سے
پریشان بھی دکھائی دیجئے لگا تھا۔

شایدی سے یہ بھی احساس ہو گیا تھا کہ اس نے سمجھ سود کو بھری میں ڈاٹ پاؤ دی ہے۔

جو خود سمجھ جرل کا داماد تھا اور سنیاری میں بھی قریباً اس کے پر ابر ہی تھا۔ اگلے درختن مادو دلخیش نہ
کرٹیں بخشنے والا تھا۔
بیک وقت کی سوچیں اس کے دماغ میں جنم لے دی تھیں جواب بیدار ہو چکا تھا۔
”میں آرہا ہوں۔“
اس نے مختصر سے پیغام بے کر کریں پیچے رکھ دیا۔
”این پر ابلمر سر۔.....Any Problem Sir.....“
نچا جی ہوئے بھی نوجوان کیٹھن کے منہ سے یہ بات کلک گئی۔
”نپر ابلمر۔“
کرٹیں نے اس کی طرف سر کر تھا لیکن غالی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور بے پیچے ڈگ
بھرتا کرے سے باہر آ گیا۔
کیٹھن اس کے تعاقب میں باہر آیا تھا۔

"کہن، بریکنے تیر ملبوڑہ نے تو اس کا دھرمن ختنہ کیں کروادیا۔
اچانک ہی ایک سوچ اس کے دماغ میں پیدا ہوئی۔

اور.....
اس کے پیشی وہن نے اس کے حق میں رالی بھی علاش کر لے۔
بنواری کپ کے سیکرٹی سلم میں غار پہنچ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ دہا کی
اسکی واردات کا تصویر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مگر سوہنی دماغی حالت اگر صحیح تھی تو اس کی اطلاع کے
مطابق اسلیک کا ذخیرہ جانا ہو چکا تھا۔ فون سنتے ہوئے کرٹی بھائی کو دھا کوں اور جیت پکار کی آوازیں
ستائل دے رہی تھیں۔

ابھی اسکے سکی تجزیب کاری کے گمان پر تو خور کرنا مناسب نہیں چاہتا تھا۔
اس کے دہم و گمان میں یہ بات نہیں آئتی تھی کہ اس ایسی بی کے اس ایم ڈی تین تھیں
سیکپ بیک و مین کی رسمی مکن ہو گی۔ یہاں کے قول پروف ناظم میں کسی کا مکس چانا کارے دارو
تھا۔ یہاں توہن تجزیب کار تریت کے لئے جاتے تھے جنہیں نے پہلے درسرے سیکپوں میں
تریت حاصل کی ہوا اور جو بھارتی اٹھلی صن ایجینسیوں کے نزدیک قابل اعتماد ہوں۔ اگر کوئی غایزا کا
برادر است یہاں آتا چاہو تو کمزی چھان میں کے مرالی سے گز کرائے سے یہاں آتا پڑتا تھا۔

کرٹی جو یہاں کے سکپ بی کے سلم کا ذمہ دار تھا اور کایاں آدمی تھا۔ وہ ہر سے
آنے والے ایجنت کے ساتھ ایک طویل سڑک کے اس کی کھلی چھان میں کے اور خود مطمئن

ہونے کے بعد ہی اسے بنواری کپ میں داخل ہونے کی امدادت دیا کرتا تھا۔ اگری رنجوں ٹھالیں
موجود تھیں کہ "را" کی طرف سے خصوصی تریت کے لئے بیسے گئے تجزیب کاروں میں اکٹو
کریں نے راستے ہی میں پہنچنی کر دادی تھی۔ اس پر اکثر ایجینسیوں سے ان کی توتوں میں بھی ہوتی
رہتی تھی لیکن تھی فیصلہ بہر حال انہی کامانات چاہتا تھا کیونکہ کسی بھی اٹھلی صن ایجینسیوں کا کوئی بھی الگار
اپنے کسی بھی ایجنت سے تخلی کوئی بھی خلافت دیئے کوئی نہیں ہوتا تھا۔ ان حالات میں کسی ڈبل
ایجنت کا گمان بھی بدلنے نہیں تھا۔

کرٹی بھائی چاہتا تھا کہ کرٹی مونگیا نے کسی پر اقتدار کرنا تو سیکھا ہی نہیں تھا۔ وہ
ہر کرے میں اپنا ایک جاسوس ضرور کرتا تھا۔
ہر سے گراؤپ میں ایک درسرے کے علم میں لائے پختہ رہ ایک درسرے کی جاسوسی پر
ایجینسیوں کو کاڈیا کرتا تھا۔

ان شکریوں کی روزانہ رپورٹس کا دخود خدا جائزہ لیتا تھا۔ کیا چال جو اس نے کسی بھکپ
سے تخلی کیلی پورٹ نہ پڑھنے کی بھاتی تھی کیوں کی ہو۔ ہر ایجنت پر اس کی ظفر ہو اسکی تھی اور وہ اچانک
عی کسی ایجنت کو اپنے کمرے میں بلا کر اس کا محل فیضی تھویر کر لیا کرتا تھا۔ معمولی سائک
گزرنے پر کسی امور اور جیسا کیا روز بیان کے لئے معمولی بات تھی۔

انکی بہت کم شایلیں بھی تھیں کہ اس کپ میں تریت کے لئے آنے والے گراؤپ کے
تجزیب کار تریت حمل کرنے کے بعد پوری تعداد کے ساتھ باہر لٹکے ہوں۔ عموماً ان میں سے ایک
دو کم ہی ہوتے تھے۔

یہ وہ قسم تھے جنہیں معمولی بھک پر کرٹی مونگیا کے حکم پر بار دیا جاتا تھا۔ ان میں
سے اکثر کوئی بھائیوں میں خوف و ہراس بیدا کر کے اپنیں اپنے گاؤں میں رکھنے کے لئے عموماً ان
کے ساتھیوں کے سامنے بڑی اذیتیں دینے کے بعد ہلاک کیا جاتا تھا۔
بھکی بھی خوف و ہراس کی خفاظا ہی رکھنے کے لئے ایک ایجنت کی ملی چھادی جاتی تھی۔

ان حالات میں اس تجزیب کاری کے کیا مکامات رہ جاتے تھے؟
ایسی موقع نے اسے گرا کر دیا تھا۔ لے دے کے اس کے ذہن میں ایک ایسی نام
بنا پر گروں کر رہا تھا۔ پر ضرور بر گینہ تیر ملبوڑہ کا کیا دھرا ہے کیونکہ اب وہ ملبوڑہ کے لئے

ہاتھ ملے تا جو اس کی خوبی رخصت ہے اس سے کسی بخوبی سے بچے کے لئے تھی

آخوندہ ملے تا جو اس کی خوبی رخصت ہے اس سے زیادہ پرانا کھلاڑی تھا اور اس کی غیر موجودگی میں بھی
بیان اس کے دقا و دمک خوار موجود تھے۔

کہنیں ایسا تو نہیں کہ ملبوثہ نے ان یہ کی مدد سے یہ کام کروایا کیونکہ انکو ازی کہی کی
رپورٹ پلے کیسی ہی ہواب اس کے لئے بھارتی آری میں کوئی بجتی نہیں بیجتی اسے ضرور
بھرا رینڈہ تر من پر بھج دیا جاتا۔

میں بھکن ہے اب بریکنڈہ ملبوثہ اسے مردانے کی کوشش کرے؟
پکوچی بھکن ہے۔

ای سوچ نے اس کی ریڑھ کی پہنی میں خوف کی لبردروادی۔ اگھے قیلم وہ تو جوان
کیپٹن سے طاقت ہے۔

”کریں کھر سے رابط کراؤ..... جلدی۔“
”لئے سر.....“

تو جوان کہنیں کہ کرتیا بھاگاں ہوا دپارہ رکریشن ہال کی طرف چلا گیا، کریں کھر کو
حلاش کرنے اور اسے کریں بھادیں بچانے میں بھی اسے انہی مراد سے گزرا پڑا تھا جن سے
وہ پہنچ از رچ کا تھا۔ کریں کھر قہر شراب کے نئے نئے دھنے تھا۔

”کیا صیبت ہے یار..... اس سالے کو کیا ہو گیا۔“
اس نے اپنے کوس میٹ اور بے تکلف ساتھی کریں بھادی کے عقلیں ایک موٹی سی گاہی
نھاش اچھا دی۔

کہنیں دل ہی دل میں اس صیبت سے جلد از جلد پچھاگارے کی دعا میں مانگ رہا
تھا۔

”لئے بھادی..... یار کوئی سے ہے مجھے ملنے کا.....!“

”ایک پٹی.....“

”Something is wrong.....“

بھادی کے بات کرنے کا انداز اتنا بھی تھا کہ کھر کوئی بے اس ہونا پڑا۔

”ہوں لے لے.....“

اس نے حسب عادت رہلاتے ہوئے استھان پر فلووں سے بھادی کی طرف دکھا۔

”مجھ فوراً اسکوٹ چائے..... بیان سے ہزاری تک جانا ہرے نے خطرے
سے نالی بھیں۔“

اس نے بھادی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیوں؟ کیا ہوا؟“

کریں کھر نے بے جھنی سے دریافت کیا۔

اور.....

جواب میں کریں بھادی نے اس کو پختھر ساری بات تھا دی۔

”اوہ ماں کا گاؤ..... اوہ ماں کا گاؤ..... یہ کیسے گھن ہے۔“

بے جھنی کے لہجے میں کریں کھر کے مند سے بے ساخت لگا۔

”نیکو تو میرے لئے جو پر بیٹھا ہے۔“

اس نے اپنے دوست سے کہا۔

”آل ریڑھ میں بن دوست کرتا ہوں۔ دوست وری (Don't Worry)

کریں کھر نے اپنے دوست کی حوصلہ فراہم کی۔

اگھے تم پار منٹ بعد اسکی ایسی (کماٹوز) کے دس جوان دو چھوپ سیست اس

کی خاکت کے لیے تیار ہو چکے تھے۔

”گذلک.....“

کریں کھر نے اسے دھر رخصت کیا۔

وہ کریں بھادی کو خود رخصت کرنے اس کی جیپ مک آیا تھا۔

○ ○ ○

کماٹوز نے اس کی جیپ اپنے درمیان رکھی تھی۔ ایک جیپ اس کی خاکت
کے لئے آگے اور ایک اس کے پیچے آ رہی تھی اور ان میں مستعد کماٹوز کسی بھی مکمل صورتحال کا
متقابل کرنے کے لئے بالکل تیار رہتے تھے۔

شدید بارشِ محمد کر دینے والی سردی اور گہرے ہادلوں ہی وجہ سے انہوں نے یہ قابل معمول سے زیادہ وقت میں لٹکایا تھا۔

کرلی بھائی پر کوچپر کپ کے گرت سے پچھے قابل پر رک گئی اس نے ہمایاں سے کماٹ دز کو رخصت کر دیا کیونکہ وہ اپنے کسی بھی دشمن کو اپنے اوپر ہمیزی پہنچنے کا موقعہ دینے کے لئے تیار تھیں تھا۔

جپب ہیسے علی دروازے تک پہنچ دیاں ہو جو دسکرٹی کے بوكلاے ہوئے جاؤں نے اسے گھرے میں لے لیا۔

”کیا ہوا؟“
یکیا ہورتا ہے۔“

کرلی بھائی نے ذیوری کے چالاں دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔
”سر امیگن کچکچو ٹھنڈاں کا۔“
شاپریلی لیکر شارڈیاں بھر کیں ہو کاں۔
ایک نوجوان لٹھنی نے کہا۔

”کم آن۔“

کرلی بھائی چادھ جاں دروازے سے اندر واٹل ہو گیا جاں ذیوری دون سے آری فائزہ
ہے گیٹ کے جوان جو کچھ دی پہلے علی ہیماں پہنچتے تھے۔ اس ذیوری کی آگ بجائے میں کوشان
تھے۔ میگر سود یہاں سو جوڑا اور خاصا پریشان دکھائی دے ما تھا وہ بھاگ کر ہر ٹھنڈ کے پاس
چانتا درسے ہدایات چاری کر رہا تھا۔

کرلی بھائی کو اس طرف آتے دیکھ کر وہ تیزی سے اس کی طرف بکا۔
”سوری سر۔“
”ویری سوری۔“
ہمارے تو وہ دیکھاں میں بھی نہیں آسکتا تھا۔
اس نے کافی افسوس ملے ہوئے کہا۔

”بریگیڈیر صاحب کو اطلاع دے دی؟“

کرلی بھائی نے اس کی بات کا جواب دیئے کی وجہے اپنا سوال داشت دیا۔ وہ جانتا تھا
کہ کل سے بریگیڈیر میمبر ہوتہ کی چیز ختم ہو رہی ہے اور وہ ذیوری دون اپنے گھر بھی پہنچ کر رہا تھا کیونکہ
اس نے آج ٹھنڈی کرلی بھائی سے فون پر پیٹھوں لیکر کی تھی۔
”Not yet sir“
(ابھی نہیں جانتا)

میگر کرم مدد نہ ہے تھا۔

”راہیٹ۔“
”یہ کوں کی کیا پوزیشن ہے۔“

اس نے رہلاتے ہوئے سوال کیا۔

”ابھی سکل تاہو لوگ Safe ہیں۔“

میگر سود نے جواب دیا۔

”ہوں لیں لیں۔“
ذور ا تمام ہی کوں کو گیرے میں لے لو۔
کمرے سے باہر لٹکتی کی اجازت نہ دیا۔
میں یہاں کے حوالمات دیکھتا ہوں۔“

○ ○ ○

یہ کوں میں ایک طوقان بد تیری چاہوا تھا۔

وہاں موجود ہجڑی بعب کاریے جانے کے لیے بے محنت تھا کہ یہ دھماکے کیسے ہیں؟ لیکن
کسی کی ہست نہیں تھی کہ کمرے سے باہر گل کے۔ اس بات سے بھی خوفزدہ تھے کہ کہیں یہ جاہی
ان سکندر کلکتی جانے کے بیکن لٹھڑو پر سے کچھ قابل پر موجود ہر کوئی تاز میں بوس ہوئے انہوں نے
اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور ہماں سے ابھی تک رفیوں کی تیج پاکار کی آزادی بھی آتی رہی
تھیں۔

اپنے بیکل دالوں نے شاید رفیوں کو کمال سرخ نہ لٹھا کر پھر دیا تھا۔
یہ دلوں پر یہ کیس گوکر غاستے قابل پر تھیں۔

ٹھنڈیں۔

خوف دہراں نے یہاں بھی ڈیرے ہمالیے تھے۔ ان کا بس نہیں چلا تھا کہ دیواریں
توڑ کر کل جائیں۔

ابھی ان میں چر سی گوئیاں ہو ہی رہی تھیں جب انہیں اس طرف بڑھتے جاؤں کی
قدموں کی وحکم سنائی دی۔

میگر سود دیا بھیجاں جاؤں کے ساتھ با تھیں میگا فون پکارے ہماں پہنچ کیا تھا۔ اس
کے ساتھ موجود تھوڑے جاؤں نے دلوں پر یہ کوں کا پہنچے حصار میں لیا تھا اور میگر سود نے باری
باری دلوں پر یہ کوں کے سامنے کھڑے ہو کر میگا فون پر تمام لڑکوں کو اطمینان سے اپنے بستروں پر

لیے رہے کی براحت کی تھی اور حکم دیا تھا کہ جب تک اعلان نہ کیا جائے کوئی اپنے کمرے سے باہر نہیں لٹکے گا۔ سعورت و مکار کے جوان باہر آنے والے کو بھیر کی وارنگ کے کوئی سے ازادی سے گے

تمام خوبی کا درکام کرائے بستریوں میں دبک گئے تھے۔

الیکٹریس کا لامپ اونٹلیں ہو چکا تھا۔ انتقام سے ایر پھی طور پر اپنے ہنزہ زد سے کچھ نہ کچھ بندوبست کر لیا تھا۔

○ ○ ○

میں ہو رہی تھی جب یہ ہنگامہ فری وہاں

ای دوڑاں بر گینہ نہ ملبوترة سمیت ڈریوں سے فوج کی دہزی کپنیاں ہیاں پہنچیں۔ کریں بھالیں کو بر گینہ نہ ملبوترة کے گیب دھریں بولوں کے جواہات دیتے ہوئے ہیں ان گدھاتھا چیزیں ابھی اس کا دماغ ٹھٹھے سے پھٹ جائے گا اس کے لئے اپنے آپ پر قابو رکھنا تک من درہ تھا۔

پبلیٹ ملبوترة کی خلیل پر نظر پڑتے ہی اس کا پارہ چڑھ گیا تھا کیونکہ ملبوترة نے اس کا گریوٹی سے صاف کرتے ہوئے تین چار طریقے فرخے اس انداز میں اس کی طرف اچھے تھے جیسے وہ اٹلین آری کا لالائی ترین آفیسر ہے اریے سب کچھ اسی کیا دھراہے اور اگر وہ یہاں ہوتا تو شاید اس حادثے سے بچ جاتے۔

کریں بھالیں خاموشی سے سر جھکائے اس کا طور پر داشت کر رہا تھا جب اردوی نے سمجھ سودگی اطلاع دی۔

” بلااؤ۔ ”

کریں بھالیں دکھا۔

” خوبی کا داری ہوئی ہے سرا۔ ”

سمجھو کرم مود نے اندر اٹلی ہوئے پر دو توں ایڑیاں بجا کر انہیں احرم دینے کے فرمان کی طرف سے کوئی سوال کیا بغیر کہا۔

” What..... ”

بر گینہ نہ ملبوترة نے قرباً چیختے ہوئے کہا تھا۔

” کیا کہہ ہے ہو کرم ”

کریں بھالیں کے مت سے بے اختیار گلگا۔

” سر..... میں نے دو توں یہ کوئی کی کتنی کی ہے..... کرو جبرا ۸ سے دو توں لوکے سیم اور طاہر غائب ہیں جبکہ ان کا تیرسا تھی مرتضی مردہ حالات میں وہاں موجود ہے۔ شاید دو توں نے فراہم ہنے سے پہلے اسے گاہکوٹ کر رکارہالا۔ ”

سمجھو کرم ۳۶ نے مختار پورٹ ٹھٹھ کی۔

” دیگمات۔ ”

ملبوڑہ کو اس کی بات سن کر اپنے صراحتی کی خواص نے اپنے ہاتھ میں بگڑی چڑی بچھے زور سے اپنے داشتے دھری بیڑ پر مار دی تھی۔

” اوہ بھگوان؟؟؟ ”

یہ ساخت کریں بھالیں کے مت سے نکلا۔

” کم آن۔ ”

ملبوڑہ نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کریں بھالیں کو پورا کھانے والے بھائی میں دیکھتے ہوئے کہا۔

دو توں وکرم کے غائب میں قرباً ہماگتے ہوئے بیرک کے کرو جبرا ۸ مک پہنچتے جہاں ایک چار پائی پر ملتا تھا کی دوست اور الیت سے بھی مروہ آنکھیں ان کا من چاری حصہ۔

دو توں نے باری باری جب کہ اس کا جائزہ لیا۔ صاف دلخالی دے رہا تھا کہ اس کی صوت مم کھٹے سے واضح ہوئی ہے۔

” لڑکوں کے لئے فواریک قاست کا بندوبست کو..... خبردار ان سے کوئی بد تھیزی نہ ہونے پائے..... کسی لارکے سے کوئی بھکری تھیں کرے گا۔ یہ حالمہ بیکھر لی دالے خود ہی دیکھیں گے۔ کرائیں مونگیا تھوڑی دیریک بھکی جائیں گے۔ تم خوبی کوں کا خیال رکھو۔ لیکن انہیں یہ بتانا کر بھل کر سرکش شمارت ہونے سے یہ حادثہ ہوا ہے اور ہاں..... کوئی خود سے جان لے

تو اگ بات ہے تم کی کہنی ہوئے کہ یہاں کیا ہوا ہے محتق کی سوت کی خیر یادوں لائوں کے
غائب ہونے کی خیر کی کہنی میں چاہیے۔ میری بات بھی گئے ہیں۔ کسی کو بھی نہیں۔
اس نے میر سود کی ادراست ہدایت دیں۔

کرٹل بھائی پر سکتی ہی کیفیت طاری تھی۔

ابھی تک ملہرہ نے اس کی طرف رکھتے کامیں لفڑیں کیا تھا۔

"ای یورپیں مگواڑ اور مشاق کی لاش یہاں سے لے جاؤ۔ مجھے اس
کی پوست مارٹر پورٹ کل سمجھ۔ بہ صورت مل جائی چاہیے۔"
اس نے اپنے ساتھ موجوں ملٹین سے کہا۔

اور۔

کچھ حیرہ ڈالیات دیجے کے بعد وہ زیگی کی طرف واپس لوٹ گیا۔ کرٹل بھائی سر
بکھائے اس کے تعاقب میں آ رہا تھا۔

"آئی ایم سوری کرٹل یعنی میں ڈچان کو ایک لمحے کے لئے لفڑا دوں گیں کر
سکا۔ انکو اڑی رپورٹ آنے سمجھ۔ تم اپنے آپ کو Suspend سپنڈ سمجھو
البنت کو اڑی کھل ہوئے تھک ڈی دوں سے باہر بیٹھ جائکے۔"

آفس میں پہنچنے والی اس نے کرٹل بھائی کے سر پر ٹائم بی چلا دیا۔

کرٹل بھائی کو یہ لگا چیز کی نے پہنچا ہوا سسہ اس کے کافوں میں اٹھیں دیا
ہو۔

اس کے سارے خواب پکنا چور ہو گئے تھے۔

آج زیگی میں ہمکی سر جسا سے اپنی ہڑیت کا اتنی شدت سے احساس ہوا تھا۔

"رائیت سر۔....."

اس نے سنبھل کر ایسا جوڑتے ہوئے ملہرہ کے ہم پر صادر کیا۔

○ ○ ○

بر گینڈر ملہرہ کے صورت حال کھتے میں زیادہ دریں ہوئی اسے جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ یہ
سب بکھان دلوظیوں کا کیا دھرا ہے جو کرٹل بھائی کی خصوصی بیکھش ہے۔

اور..... جب کرٹل بھائی کو اس بات کا علم ہوا کہ یہ سارا کیا دھرا طاہر اور سلیمان کا ہے تو
اس کے بے اختیار پانی سر پیٹھ لیا۔

اس نے اپنی فرمی زندگی کی سب سے بڑی غلطی طاہر کو ہزاری کسپ میں بلا کر کی تھی۔
یہ کھاں نے Out of the way کیا تھا۔

آن سمجھ ایسا کہیں نہیں ہوا تھا کہ اس کسپ میں براہ راست کی سوت سے کوئی ایجت
بھرتی کر کے بیٹھ دیا جائے۔ یہاں آئے والے نہ موس اس سے پہلے ایک دو کپسون کی یا تر اکر کے
آتے تھے۔

یہ تو اس کا جونون تھا۔
یا پھر..... بر گینڈر ملہرہ کو بخدا کھانے کی خدمت جس نے اسے چاہ کر کے دکھ دیا۔

اب اس کے پاس ہوا ہے پچھتا دے کے اور کچھ نہیں تھا۔
اس نے ساری زندگی پر داعی گزاری تھی۔
لیکن۔

یہ داعی جو اس کے دام پر گما تھا اس کی سایہ اب بر گینڈر ملہرہ اس کے منہ پر ملے
چکا۔

کاش اس نے بواری کسپ کے پروٹول ہی کا خیال رکھا ہوتا۔ یہاں کے طے شدہ
اصول و ضوابط ہی کی پابندی کر لی ہوتی۔

اسے مٹے والی روپیں کے مطابق ٹھیم اور طاہر نے فرار ہونے سے پہلے اپنے ساتھ
محتق کو گدھا کر مارا الا تھا۔

کرٹل بھائی جانتا تھا کہ محتق کو انہوں نے اپنے "سورس" کی جیش سے ان کے
کمرے میں رکھا ہوا تو اپنی کیا بات تو چیزیں کہ دو دوں اس حقیقت سے آگاہ تھے۔

ان کی باتات ہی الگ تھی۔ ان کے کسی اٹھی بھنس کو بھی محتق کی اصلیت کا علم تھا جس
کے ذریعے انہوں نے اپنے ایجت اپنے ڈنن کے "نیڈر در" میں واپس کئے تھے۔

دل ہی دل میں بے اختیار اس نے اپنے دشمنوں کی منصوبہ بندی پر انہیں خزان چھین
لیں گیا اور اس موقع نے اسراز کر دیا کہ تباہے ان کے کئے ایسے ایجت ہیں جو بے نقاب ہو۔

چکے ہیں اور جن کو بخیر کر رہیں اتنی بھی ابھی استعمال کر رہی ہے۔
اچاک اس کے ڈہن میں ایک اور خدشے نے سراخایا۔

”کہیں کامی اگر وال کوان لوگوں نے چاہیں کر لیا؟“
ابھی تک اس کی ملاقات کامی سے نہیں ہوئی تھی حالانکہ اس وقت کچپ میں ہوا
چاہیے تھا۔ میں مگر تھا کہ وہ دوسرے دون چلی گئی ہو۔

اسے یاد آگیا کہ آج چھٹی کا دن تھا اور کامی حسب مول ایک روز پہلے ہی شام کو
بھاں سے کہیں اور پہلی جیسا کرتی تھی۔

دو خیز

○ ○ ○

بھاں کے پیشتر ان شکر زکاری مول تھا کہ وہ چھٹی کا دن نزدیکی شہر میں اپنے عزیز دوں
کے پاس بہر کیا کرتے تھے وہ اس بات کے پابند تھے کہ اپنی آمد و رفت سے آفس کو مطلقاً رکھیں
کیونکہ کمی و قلت ان سے رابطہ کی ضرورت میں آسکتی تھی۔
”کیا کاشی مسول کے مطابق اپنی اگلی منزل تکمیل کرنے کا خواستہ اور میل فون نمبر دے کر گئی
ہے۔“ اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔

اور..... بہت سچے کے بعد اسے یاد آیا کہ اگر روز اس نے کسی بھی رجسٹر
میں کاشی سے متعلق بچھوڑا چاہا ہو۔

مکن ہے کہ اس نے بخوبی احمد میں لے کر جادا ہوا کیونکہ وہ کوئی بھائی کی چیزیں
ہے اور اس کی طرف سے ایک خاص من پر کام کر رہی تھی۔
پر دو کوں کے خلاف کریں یا ہمیں نے اس کی ہر چیز معاونت کی تھی اور اس کی اکثر
مودودیت (Movement) آف دی ریکارڈر کمی چاہی تھی۔

اچاک اسی ایک دوسرے نے اسے لڑا کر کھدیا۔
”کہیں کامی اگر وال قاسی مکمل کا حصہ نہیں بن گئی۔“
اگر ایسا ہو گیا ہے تو بخوبی ای کوئی ملاحت اسے کوئت مارٹل سے نہیں بچا سکتی کیونکہ
اس نے پوسوال کی ملاحت کے ہاد جو کاشی اگر وال کوان کو طاہر کے ”کوئی کیس“ پر کاہدا تھا۔
اسے یاد آگیا کہ جب کاشی اگر وال کے کوئی کیس سے متعلق بخوبی اس کی تو اس

نے اس پر سخت رہی انگٹ (React) کیا تھا اور کرشل بھائی پر کی طرف سے قائم رہنے کے بعد اپنا احتجاج دریکارڈ پڑانے کے لئے اس کی فائل پر دیوار کس دیجئے تھے۔
کرشل بھائی بیان کے صول و خواہ کے مطابق اس بات کا پابندی تھا کہ وہ پرسوال کے احتجاج کر لیا کارڈ پڑانے کی اجازت دی جائے۔ اس کی خدمات کی ذمیت ہی پہنچائی تھی۔
اپنے پر شبان خلوں میں گھراہ آفس کے درمیے کر میں میٹھا تھا جب اپا انک
سائنس کارروائی مکان اور پر گینڈ بیر میٹھوڑہ سکھوڑی کے تین جوانوں کے ساتھ اندر گئے۔ آیا۔
”اپنے آپ کو گرفتار بھجو۔“ (اپنے آپ کو گرفتار بھجو)

اس نے اندر واٹھ ہوتے ہی چکمان لیجھ میں کہا۔
”What کیا؟“

کرشل بھائی نے لے لے گیب سے لجھ میں دریافت کیا۔
”لیں کرشل بھائی۔ بدھتی سے تم گردن بکھ پچے ہو۔ گردن بکھ تھاری یعنی بنواری کچپ سے گل بک کے کچپ کا نثار کی اطلاع کے حمراں ہے مرض کر دوں گا کلامی آگر وال ان دونوں کے ساتھ فراہو ہو گی۔ ایسا سچا جارہا ہے کہ نکدہ وہ بخیر اطلاع کے غائب ہے اور سب سے بڑی بات کرشل بھائی کو وہی چدمت پہلے اس علاقوں میں کل رات سے مٹی پر آئے والی ایسی ایسی جی (کامٹو) کے ایک سکھن کو ایک لاٹ لی ہے۔ لاٹ چوک کسی فوجی آفسر کی نظر آ رہی تھی انہوں نے ہمیں اطلاع دیا تھا ضروری سمجھا اور بیان سے جاتے والے تمہارے ساتھیوں نے لاٹ کو بچان لیا ہے۔ جانتے ہو تو کس کی لاٹ ہے؟“
اس نے کرشل بھائی کی آنکھوں میں برادرست سمجھا۔

”بھائی ہم اگی سے اس کے من کی طرف دیکھ دیا تھا۔“
”کیٹھن پوسوال کی۔ ساتھ نے کیٹھن پوسوال کی لاٹ اور اس کی موت کا کارن ہے گردن کی کوئی ہوئی پڑی۔ جسم پر تھدے کے ثاثات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی موت کس طرح ہوئی ہے۔ جنم رہے ہوں۔“

اس نے اسے قبرت اور فتح سے کھو لئے ہوئے کہا۔
اور۔۔۔ کرشل بھائی کو ساتھ سوچ گئی۔

میٹھوڑہ کا کہا ایک ایک لفڑی ہجڑوے کی طرح سطل اس کے سر پر ضرب لگا رہا تھا۔
اپنے سر کے ساتھی سارے دجدو کے ترخے کا احساس ہوا۔
یہ احساس بذات تھا یا احساس تھا۔ جو کچھ بھی تھا۔ اس کے لئے بڑی جان
لیا کیفیت ہے رہی تھی۔
اسے پاہا دل ڈھٹا جھوٹ ہوا۔

بر گینڈ بیر میٹھوڑہ کی آواز دوڑ کسی کتوں سے آئی جھوٹ ہے آئی جھوٹ ہے جو رہی تھی۔
”ڈم اٹ۔“

میٹھوڑہ نے فتحے سے بھرے ہوئے جب عادت اپنی چڑی کے سامنے ہڑی میڑہ
زور سے باری کر لی بھائی کو یوں لگا پھیک کی نے اس کے دماغ پر ہجڑوے سے ضرب لگا ہو۔
”گرفتار کر لو۔“ Arrest him

اس نے اپنے گارڈز کو سمجھ دیا۔
اور۔۔۔
باہر گلکی گیا۔

○ ○ ○

کرشل بھائی نے کسی طرح اپنے قدموں پر کھڑے اور کہا۔ سارے کارپی سپتوں ان کے
حوالے کیا اور کن قدموں سے چل کر باہر ہٹری جیپ پکھا۔ اسے کچھ احساس نہیں ہو رہا تھا۔
بھگوان جاتے اس کے بدن میں تھی تھی کہاں سے آگئی تھی جس نے اسے انکا کھرا
رکھا اور اپنے قدموں پر چلا گئی دیا۔ ورنہ کرشل بھائی تو یہی بھگرہ تھا کہ اب وہ شاید ساری
زندگی کے لئے اس کریں اسٹر کر اپنے قدموں پر پہن کرنا ہو گے۔

اپنے دماغ کے ساتھ ساتھ کرشل بھائی کو اپنے دجدو کے مظون ہوئے کامی احساس
ہونے لگا تھا اور وہ سہیں سچھا تھا کہ شاید اسے اب ہمارت ایک لی ہو جائے۔
کسی ہجڑوہ معمول کی طرح چلا اور سامنے کھڑی مٹڑی پولیس کی جپ میں الی یہی پر
بینچے گیا۔
اس کے ساتھیوں نے بہر حال اس کے لحاظ کو خاطر رکھا تھا۔

جب میں پختے کے بعد اس نے سوچا کہ جو کچھ بھی ہوا بہت برا تھا جن ان میں وہ کس طرح شامل کیجا ہارہا ہے؟ پوسال کی موت! کامنی اگر وال کا غائب ہونا! ان سب باقیوں سے آخر کا کیا تعقل ہے؟

اس نے کوئی جرم بھی کیا۔

اپنے علم کی حد تک اس نے اپنی دلیلی سے کوئی نہیں کی۔

اس کا خیر ملکش تھا۔

لیکن..... لمبڑہ نے اسے گرفتار کروادیا۔

اپنے اکس کا خون کھوئے تھا۔

اس نے دل میں اپنے بیٹے، دن کو گایوں سے فواز اس سوق نے سے خاصا حوصلہ دیا تھا۔ اس کا خیر ملکش تھا اور یہ سوچ کر لمبڑہ نے اپنی دلیلی میں آری کی عزت کو بھی داؤ پر لگ دیا۔ مضمون کرنے کے لئے کافی تھی۔

”دیکھوں گا..... دیکھوں گا۔“ جمیں لمبڑہ..... بنالوجہ پر کورٹ مارشل اکٹھیں شا نہ کر دیا تو امام کرتی بھائیہ نہیں ہو گا۔“

اس نے دات پیٹھے ہوئے کہا۔

شاید اس کی واڑ کو بلند ہو گئی تھی کیونکہ جھیلی بیٹ پر پیٹھے ہوئے لفظیت نے کہا تھا۔

”اپنی پارا بلمبر سر.....“

”شتا۔“

کرتی بھائیہ نے پورے جلال سے کہا اور لفظیت خاموش ہو رہا۔

○ ○ ○

کرتی بھائیہ اس اڑکر پیٹھا تھا۔

اس نے گز دس سات ماہ سے کوئی چھٹی نہیں کی تھی۔ اپنی چھٹی والے دن بھی وہ دلیلی پر موجود رہتا کیونکہ وہ یہاں کا سکونتی اخراج تھا اور اپنی خصوصی تربیت اور مزاج کی وجہ سے اس میں کہہ دیا۔ بہت حساس بھی واقع ہوا تھا۔

آج تک اس کپ میں ایک بھی اسی ایجنت نہیں آیا تھا جسے مرحد سے وصول کرنے کے

لئے دھو دیا ہے۔

وہ راجبت کے ساتھ طویل سر کیپن چکر دتی کی دلیل سے طے کیا کرتا تھا۔

اس کے جربے نے اسے بتایا تھا کہ سڑک اساتھ اپنے ہم سفر کی بہت سی خوبیوں اور

خامیوں کا آٹھ کار کر دیا گرتا تھا۔

اور..... ایسا ہی ہوا۔

اس نے یہاں موجود ہر زیر تربیت گزیب کار کا کمل با سوراخ اپنے کمپنیوٹر میں ریکارڈ کیا

ہوا تھا۔

یہ اس کی عادت تھی کہ ایجنت کو حاصل کردہ مقام کے کپ میں پہنچانے کے بعد وہ اپنے

تل بورے پر اس سے حاصل کردے معلومات کی بنیاد پر اس سے متعلق اپنے تمام تربیتی اس کی

فائل کے ساتھ اپنے کمپنیوٹر کی پاراداٹ کو تخلی کر دیا گرتا تھا۔

تربیت کی بات ترقی کی کہ ان دونوں لذکوں سے متعلق ایسی بحث اسے کوئی شک بھی نہیں ہوا

تھا۔

اسے بتایا کیا تھا کہ طاہر براد راست اس کپ میں آ رہا ہے اور ایسا پہلی مرتبہ ہوا تھا

لیکن وہ طاہر سے متعلق ملکش تھا۔

اگر وہ تھی پورت کو دیج تو طاہر کو یہاں گھستے سے پہلے گولی مار دی جاتی کیونکہ یہاں

یہ سمجھا جاتا تھا کہ بڑا کپ کی دیواروں میں ہو اور جو پہ بھی کرتی مولیا کی مرضا کے بغیر وہاں

نہیں سکتی۔

روزانہ اسٹرکٹر کی طرف سے اپنے زیر تربیت گزیب کار سے متعلق لکھ جانے

والے ریمارکس کا دہ بخور جائزہ لینے کے بعد اپنے مطلب کا ہر ریمارکس متعلق ایجنت سے متعلق

اپنے پاس کمپنیوٹر میں موجود معلومات میں شامل کر لیا کرتا تھا۔

اس کی پڑتھی تھی کہ وہ اگلے روز قریباً چھ ماہ بعد ہمار پر گیا تھا کیونکہ اس کے جانے

لئے ایک خاندانی مسئلہ بھی حل نہ ہوا تھا۔

سہار پر اس نے رات بیکھل قیام کیا تھا اور ایک فوجی نیکی کا پتہ میں جزو یہ دون آرما

قائم سات بجے تک کیا تھا۔

اس کا حل قریب ایشان سے تھا اس نے بھی کاپ کی کھولت اسے حاصل رکھی تھی۔
بہاں سے اس نے جیپ کے ذریعے دامیں جانا تھا جو وہ اگلے روز بیساں چھوڑ گیا تھا کیونکہ بڑا ری
کیپ سے متخلص ہوا تھا اس ڈیروں میں ملی تھی جس اسے علم ہوا کہ کوئی رات کو کل یہاں کوئی افراد
تری میں واپس جانا پڑا اور..... بریکنہ بیر بلمہر تھے کہ اس سے حلق شیز نگ آرڈر زندگی ہیں
کچھے ہی وہ بسا پہنچنے والے ایجاد کر کے

شایخان لوگوں کا سہار پڑا اس سے رابطہ بھیں ہو گا تھا۔

کرگیوں کی نے ول عی دل میں ایک موئی ہی گالی سہار پر تیل فون ایکچھی کوئی جس
کی ہمہ باتی سے اکٹھا اس کی بین کے گمرا فون غبار پر بتا تھا اور اسی فون پر ان لوگوں نے رابطہ کی
کوشش کی ہو گی۔

ایک لمحہ شان کے بغیر اس نے بریکنہ بیر بلمہر تھے سے رابطہ کیا۔ اسے جر ایں بھی ہو رہی
تھی کہ بلمہر تھے کہاں سے آگیادہ تو رخصت پڑتا۔

”معاملہ خاص سیر یں لگاتا ہے۔“

بھی سوچ کر اس نے اسی طرف رابطہ ہوتے پر بلمہر تھے نے تھنھر الفاظ
میں بیساں پوئندے والی قیامت کا حال سنادی۔

”اوائلی گاؤ“

فون پر بیکھل یا الفاظ اس کے منہ سے لٹکتے تھے۔

”am coming“

اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

جیپ وہ خود پھاڑ رہا تھا زاریکو اس نے بچھلی سیٹ پر سخار کھانا تھا اور سارے راستے
ڈرامیوں ”ہنوان چالیسے“ خوف کی مالت میں ہے جسے جانے والے اشلوں پر مختہ آیا تھا۔

بیساں پھٹکتے پر سے بیکھل لیعنی آیا تھا کہ وہ زندہ ہے وہ نہ تھا لئے اسے موت کا درد کا
لگا رہا تھا۔ وہ خود بیان کارت ڈرامیوں کا گرامی تھا کہ وہ اسی اس کی جانے کے کی جگہی
کرو چکا ہوتا۔

لیکن.....رام رام..... اس نے کان چھوٹے ہوئے کہا۔

اکی خطرناک ڈرامی جگہ اس نے اگرچہ قلموں میں نہیں دیکھی تھی۔ اس سے پہلے تو
وہ قلموں کی اس ڈرامی جگہ کی کسرے کا کمال ہی سمجھا کرنا تھا۔
لیکن..... آئنے لیعنی آگیتھا کو اتنی ایسا ہوتا تھی ہو گا۔
بریکنہ بیر بلمہر تھے سے ساری صورت حال؛ اسی بریکنہ لینے میں اسے بیکھل چکرہ میں
منٹ لگے تھے اور اسی منٹ اس کی کس کی جاگہ کن حالت کا جائزہ لینے میں گزارے تھے۔
اب پہاڑ کی اقدام کی جیاری کرنا تھا۔
قریباً آدم حکم ختم کر دے اپنے پانچ بیرون اور قابل اعتماد تھیوں کے ساتھ جو سیدھے
لباس میں تھے۔ وہ گاڑیوں میں کپ سے باہر جا رہا تھا۔
ڈیروں دونوں سے باہر جانے والی سڑک کے اسی سرکشی پر جہاں سے دوسرے گیئیں مخفاد
ستھوں پر پھری تھیں وہ رک گئے۔
اپنے چانچلوں ساتھیوں کو اس نے ایک گاڑی میں خصوصی پہلیات کے تحت سوری روادہ
کر دیا اور خودوں ہیں کھڑا رہا۔
جیسے ہی کہ اس کی نظروں سے اچھل ہوئی دوسرا کار میں وہ ”پٹا صاحب“ کی طرف
روات ہو گیا۔

اس کی منزل ہا معلوم تھی۔
اس کے ساتھیوں اور افسران کی میں علم تھا کہ وہ سوری چارہ ہے لیکن ”پٹا صاحب“
کی طرف جانے کا فیصلہ اس نے بنواری پر ہی کر لیا تھا۔
یا آگلیات کا سے آخری لمحے تک اسے خیر رکھنا تھا۔
یا اس کی اترتیت تھی۔
وہ تمام حالات میں کسی پر اعتماد یا اعتمادہ قائل نہیں تھا اور خصوصی حالات تھے۔

○ ○ ○

پٹا صاحب سکھوں کا بڑا گور دوارہ اور مذکوری خاتم سے یہی ایہت کا حال تھا۔ بیساں
بھارت کے کوئے کوئے سے سکھیا تھی آیا کرتے تھے اس نے سارا سال ہی بیساں میں کہاں سا
رہتا تھا۔

دولوں کا رخ گردوارے کی طرف تھا۔
کامنی نے اس دورانِ بخوبی امنا زاد کر لیا تھا کہ دراصل بخارا سے فیض بکھڑا ہو چکا
ہے جب تک کامنی کا پیر پیر ناریل نہیں ہو گیا وہ پریشان رہا۔ خدا جانے اس نے کون ہی امتحان
پائی تھک اسے کھلائے تھے جوہوں نے کامنی کی بخارا سے جان چڑا دی تھی
لیکن کزوری عورت کا تھی۔

”میرا تم تک سمجھے ہے اور تم میری تو چاہتا تھی کامنی۔“
اس نے طبلے پلے کامنی کے کان میں سرگوشی کی۔

کامنی نے فتح کراس کی طرف دیکھا اور یہ اختیار کسرادی۔

اس کی اواسی اور جان لیوا سکراہ اس نے ایک مرچ تو طاہر کو ہاگر کر کدیا تھا، دامغا زدہ کر
سکا تھا کہ اس وقت کامنی کس ان دھمکی آگ کا اندھا صحن تھی ہوئی ہے۔ اس کے اندر گون تی جگ
چاری ہے اور کس شدت کی تفت پھوٹ کشا کشا ہے دہ!!
اس کا کامنی چاہتا تھا کامنی کی ادائی خدمت وجہے۔

وہ چاہتا تھا کامنی کے اندر پھونٹے والا درد اس کے ساتھ شیر کرے
لیکن بہت کچھ چاہنے کے باوجود وہ کچھ کرنیں سکتا تھا۔

اس نے اپنے کامنی سے کتنی ہی سر جب پوچھ لیا تھا۔

”کامنی تمہارے دل پر کوئی بوجھ تو نہیں!“
”تمہارا خیر تھیں ملامت تو نہیں کر رہا!“

”کہیں ایسا تو نہیں کہ تم سرف میرے لئے یہ سب کچھ کر رہی ہو۔ تمہاری اپنی مریضی
اس میں شامل نہیں ہے۔“
لیکن کامنی نے بھی اس کی بات تال دی۔

کامنی نے طاہر سے حمزوی دیر پسلے ہی کہا تھا۔

”طاہر۔۔۔ میں غلامی پسند نہیں کرتی۔۔۔ خلاف فطرت کوئی نہیں مجھ پر اڑا اڑا ہوئی
جیں سکتی۔۔۔ میں اپنی نجمر میں ایسی ہوں کہ زبردستی کوئی کام نہیں کر سکتی ہوں نہ کوئی مجھ سے کہا سکتا۔

کامنی یہ حقیقت
ہے مجھ پر بکھلا گویا ہاڑ فیضیں کیا جا سکتا۔ تم اسے میری کمزوری ہی بکھلو۔
بھیجے 27 آن میں اس بات کی بھج نہیں آری کر میں نے تمین سال بھک یہ تو کریں کس طرح
کی بس میرے لا شعور میں بھیجن ہی سے اپنے دھرم اور حقیقی روان کے تعلق جو باتیں میری تھیں
بھیج دیتیں تھیں ریتیں میں نے اگر کی اپنے دھرم کا اپنے سماں کو۔۔۔ اس کے درجی روان کو دل سے
تو جوں ہی فیضیں کیا۔۔۔ میرے پاں کوئی ایسا بیان کو فیضیں ہے جس میں ہاتھ تو قتل کرتے میری باتیں کا لیعن
کر سکو۔۔۔ لیکن یہ خیال بھی کسی دل میں نہ لانا کہ میں معاشرتی رفتہ ہی یا کسی اور حرم کے دباو کے
حتح تھپر سے ساتھ جا رہی ہوں۔۔۔ ایسا میں نے اپنی ریتی سے اور بہت سوچ بیچار کے بعد کیا
ہے۔۔۔ اگر بھی یہ کچھ بات کرنے کا وقت آگیا تو فیضیں یہ بابت کر کے دکھادیں گی۔۔۔

○ ○ ○

طاہر کو کامنی کی ان باتوں سے بہت حوصلہ ہوتا تھا۔ وہ یہ جانتے تھا کہ قدرت شاید
اعجی بھی اس کے سبز کا امتحان لے رہی تھی کہ اس کے اندر سچائی کے لئے پیا ہونے والی طلب کہیں
وقتی تو فیضیں

اور۔۔۔ جب وہ اپنے امتحان میں پوری اتری تو قدرت نے اسے طاہر سے کہا
دیا۔۔۔

”میرے خیال سے فیضیں اب پتا طبیعتہ میں کر لیا چاہیے۔۔۔“
اس نے طاہر سے کہا۔

”اوہ ماں۔۔۔“
طاہر کہیں اور سوچوں میں کام تھا۔

دولوں نے اپنے کیروں بیاسوں سے نجات مانگیں اور اسے چند منٹ بعد طاہر نے اس کی
مدت سے اپنے سر پر سنتی رنگ کی گہری اس مثالی سے باندھی تھیں۔۔۔ نسل درسل سرداروں کی اولاد دیا
ہو۔۔۔

کامنی اس کی طرف دیکھ کر بجا اختیار کیا۔۔۔
بوجھی ہوئی واڑھی اور گہری کے ساتھ اب دہ مکمل سکھ کے روپ میں اس کے سامنے
 موجود تھا۔۔۔

”اگر تم اپنی نہ دل مٹاوڑ اور گپڑی باندھے رکھو تو شاید میرے لئے بھی تمہاری
بیجان شکل ہو جائے۔“

کامنی نے کہا۔

”واقف.....“

طابر نے اس کی طرف دوپٹا اور چادر پر حالت ہوئے کہا کیونکہ اسے بھی اب ایک سکھ
مورت کے روپ میں ستر کر رہا تھا۔

اب دونوں نوچیاں تکمیل میاں بیوی کے روپ میں گردوارے کی طرف جا رہے تھے۔
چہاں پہلے عیسیٰ سے سچکروں پر اروں کی تعداد میں لکھ کے خلف کوں سے آئے ہوئے کوئی موجود
تھا۔

گردوارے کی سرائے میں کمرہ حاصل کرنا کار وارد تھا کیونکہ بیہاں کے کمرے عموماً
بکر رہتے تھے اور یہ تھی بھی ہوٹلوں کے بھائے بیہاں نہ ہمیرے نوچکے نہ ہی تھے۔

”بہت روشن ہے بیہاں۔ کمرے کا صول مسئلہ ہے جائے گا اور ہوٹل میں نہ ہمیرا ماحاسب
نہیں.....“

پہلے پہلے طابر نے عنیدی غافل کر کیا۔

”فلکنیں۔۔۔ پچھے بندوبست ہو جائے گا۔“

کامنی نے پر یقین لیجئے جسے حجاب دیا۔

” وجانی تھی ان کا بیہاں ایک درود رہنا ضروری تھا۔ طابر کی طرح وہ خود بھی اٹھا پڑیں
کی تربیت یافت تھی۔ وہ جانی تھی طابر نے فرار کا سب سے خطرناک حرپہ
(Deception) رکھ کر استعمال کیا ہے۔“

”را، کا کاؤنٹریل“ جب ان کے تعاقب میں ارگر دکے شہروں کی خاک چھان رہا
ہو گا تو وہ بیہاں ”را“ کی میں ہا کے پیچے گھومنگا بیٹھے تھے۔

کامنی نے کہا تھا کہ بھلکے بھلکے بھلکے بھلکے تھے۔

بھر جاں یہ دھر کے کی چال تھی جب طابر اپنے سکھیاں میاں سے ٹھل رہا تھا۔ اب اس کا اور
کھل کا مقابلہ تھا جو ”اسیں تھی“ کے اسی کھلپ کا سکھیوں کی اچھاریں تھیں۔ بہت سے دیگر اشائیں

خوبیں کاملاں کی تھیں۔۔۔ بھی طابر کے فرار کا پتے لئے بھتی بنا لیا ہے۔۔۔
کامنی اگر وال اعماز کر سکتی تھی کہ طابر کے ساتھ اس کی موجودگی کا کیا مطلب لا
چاہے گا؟ اور ہبہ کو جو بھی ہوگی تو وہاں کیا قیامت ہیں آگئی ہوگی۔

وہ خوب پہلی اچھی طرح نہیں بول سکتی تھی۔۔۔ لیکن کچھ سکتی تھی جبکہ طابر کو پہلی بولتے
و کہ کر اسے یوں لگا جائے وہ ان ہی میں سے کوئی ہو۔۔۔ اس سے پہلے وہ دونوں آپس میں ہندی اور
اگر بڑی بولتے آئے تھے جب وہ طابر کو پیلی کا باشدہ کھڑکی تھی۔۔۔
دل یعنی دل میں اس نے طابر کی تربیت کرنے والوں کو داد دی وہ خود کو بہترین پروفیشنل
ثابت کرنا آرہا تھا۔

دونوں بہت سے درسے یا تریوں کی بھیڑ سے گزر رہے تھے جب چاکری ان کے
ساتھ پڑھی ہوئی ایک بڑی ہوت لڑکہ تھا۔۔۔

کامنی۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ زمین پر کرتی طابر نے اسے اپنے بازوں میں خام
لیا اور اسی ایکشن میں بھیڑ سے کھال کر ایک کونے میں بڑے سے درخت کے پیچے لے آیا۔۔۔

بڑی ہوت کوئی جو جان بینا بھی اس کے ساتھ ہی چلتا آیا تھا
طابر نے ہوت کوئی کوئی نہ لانا دیا۔۔۔ وہ ہوش میں ہی تھی تو تم لے لے ماں لے کر اسی
نیمی۔۔۔

”بھنداو دی بھی۔۔۔“

”اس کے تعاقب میں آئے والے جو جان نے کہا۔۔۔“

”کیا ہوا تم اس بھی کو۔۔۔“

طابر نے سوال کیا۔

”بس پھر سا آگئی تھا۔۔۔ میں اب بالکل بھیک ہوں۔۔۔“

بڑی ہوتے کہا۔۔۔

تو جوان جو اس کا یعنی تھا اس نے اپنا تعارف تو جوٹ ٹکڑے کے ہام سے کہا ہے طابر نے
اسے اپنا نام تکمیل کر دیا تھا۔۔۔

تو جوان اپنی ماں کے لئے کوئی ذرکر لینے پڑا گیا تھا اسی اثناء میں بڑی ہوت نے

جس کے پھرے پر بڑی کے ساتھ ساتھ ایک بیب طرح کا فور اور بے نہیں بھی موجود تھی ان دلوں سے باتم شروع کر دیں۔

ظاہرنے اسے پہلے سے تیار شدہ Cover Story ساتھی اور بتایا کہ اس کا والد امرتسر کارپئے والا اور مال بھی بخوبی کی ہے جبکہ وہ سہارنپور (جوپی) میں بیوی اور ایک بیٹی میں ہے۔

کاشی اگروال کا تعارف اسے اپنی تھی (بیوی) کی حیثیت سے کروایا تھا اور بتایا تھا کہ دونوں کی چونکہ محبت کی شادی ہے اور تین عکس نے منت مان رکھی تھی کہ اگر ان کی شادی ہوگئی تو وہ "پونا صاحب" اپنی تھی کے ساتھ جا کر "متخلصی" گا اور اب وہ اپنی منت میں بیوی کرنے آئے تھے۔

بڑی گھوت نے اپنا نام سردار اس بتایا تھا۔ اور طاہر جبران تھا کہ اس نے اپنے نام کے ساتھ "کو" کا لکھ کر کوئی نہیں لکھا جو تمام سکھ مورثیں لکھتی ہیں پھر وہ خود یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ جیسے کاشی اگروال کا قائم حکمی کرنے کے لئے سے ہے اور وہ اسی کی بیوی ہیں جیکل ہے لیکن ہے اسکے بھی کوئی ایسا یہ مسئلہ نہ ہوا۔
لیکن اس کا جوں بڑھنے لگا تھا۔

اسی اشاعت میں نوجوان تھے چھ سات سن سو فٹ روپکس کے لے آیا تھا اور اس نے دلوں کے لئا کار کر کے باد جو دیک ایک ڈیائیں تھا دیا تھا۔
"مال تھی اپنی بات کی بڑی پیکی ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ حتیٰ میک ہو لے پھر پھر میں کے لیکن"۔

اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔
"پیلاس کا باب دو ماہ پہلے سورج کا شہر ہو گیا۔ کاش وہ زندہ ہوتا تھا اسے نہ تو اس کی خواہیں تھیں پونا صاحب آئے کی۔ میرا من اس کے بعد سے قلائقیں اب آئیں ہوں اس طرح اس کی آتما کو شانتی تولی جائے گی"۔

اس نے اپنی بات کے خاتمے پر ایک لسی آہ مجری۔
نوجوان تھے کبھی کبھی اس ہو گیا تھا۔

"یہ مر اس سے چھوٹا پڑھے ہے..... دو اور دہاں اپنے بیٹی میں ضروف رہ جے ہیں۔ اسے کافی سے پچھلیاں کروائے لائی ہوں..... تین چار دن کی بات ہے۔ ہم نے اس کے بارپ کا "اکھڑا صاحب" کا بھوگئے رکھتا ہے بھر پلے جائیں گے..... اس نے کافی اور طاہر سے کہا۔

طاہر نے گھوسی کیا تھا کہ اس بڑی گھوت میں ضروف کی ایسی بات ہے جس کی وجہ سے اس کی جھیٹی جس بارہاڑا سے چنکاری تھی..... آئیں سڑے میں پلے ہیں۔" نوجوت تھے نے کہا۔

"لیکن ہمارے پاس تو یہی کرہ عین نہیں ہے..... ہم کہاں رہیں گے۔"

کاشی اگروال نے نوجوت سے کہا۔
"کوئی بات نہیں ہے..... ہمارے پاس ہے۔ ہم نے کل یہ بک کر دیا ہے۔ رب جہزہ غرق کرے ان جھوٹے سیدا داروں کا وہ گورہ کے گھر میں بھی رہوت لے کے کام کرتے ہیں۔ مجھے تو چونکہ تھا وہ تو اس نوجوات نے جانے اپنیں کہتے پیسے کے کر کرہ لیا ہے۔"

بڑی گھوت نے کہا۔
"اوہ ماں جی..... آپ کو تھی مر جو کہا ہے پھٹان کیا کریں۔ یہ بھارت دیش ہے یہاں پیسے سے بھگوان بھی ال جاتا ہے۔ آپ کرے کی کیا بات کرتے ہیں۔"

نوجوت تھے اپنی ماں کا بازو دکھل کر کہا کہ وہاں سے مجاہد ہوا۔

"آپ پھٹان کریں دیر جی..... ہمارے کرے میں تو دس آؤ رہ کتے ہیں۔ چار پاؤں میں دس دہاں قاٹو رکھا لیے تھے میں نے۔ کوئی پانیار بیکی ال جا ہے ہاں۔ دیکھ دیکھ دا گورہ نے آپ کو طاریا۔"

○ ○ ○

دلوں نے دل ہی دل میں اللہ کا لا کھلا کھرا کھرا دیکیا اور اب دلوں میں میلے کے ساتھ پلے سڑائے میں ان کے کمرے بنتے آگئے۔
واقعی یہ سڑائے کے بہترین کروں میں سے ایک تھا۔ انجی باتھردم کے ساتھ بالکل کسی

فور مبارہوں کا کمرہ دکھان لے گئے رہا تھا۔

طاہر اور کامنی نے اپنے بیک دیں رکھ دیئے اور خود اسی کو نے میں درجے گدے پر آئی پائی مار کر جینے کے

آپ نے ابھی تک شاید ناٹھی بھی جس کیا

اس نے دونوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

طاہر نے اٹھتے میں گروہ بڑا دی۔ اسے یوں لگا جیسے قدرت کو ان کی حالت پر رام آگیا ہے اور فوجوں تکمیل کردے میں دراصل ان کے لئے بھی مدد آئی ہے۔

”دراصل ہر ہی حق کی طیعت تھیں جس

طاہر نے کچھ کہا تھا اس کی فوجوں تکمیل کیا تھا۔

”ویرجنی آپ بے گلہ ہو گئے۔ آپ سے لکھنے میں جانے کے لئے کون کہ رہا ہے لکھی اسی کرے میں آجائے گا۔ ابھی دیکھیں میرا پچھار (کمال)۔

یہ کہہ کر وہ باہر گلکیا۔

”وہ گروہ اس کو بھی عزیز رہے۔ آپ کا میتا بڑا ہونہا رہے۔

کامنی اگر وال نے سردار اس سے کہا۔

”واہ گروہ نے بھی میں ایک سکھ دیا ہے تھا۔ درستہ ان کے باپ سے پسلے کی مرگی ہوتی۔ اب بھی یہ توہن مجھے زبردست زندگی کے ہوئے ہیں درستہ اب جیسے والی کوئی بات نہیں رہ گئی۔“

اس کی آواز خاصی تھیں ہو رہی تھی۔

شاید بے چاری اپنے سو لگیہ خانہ کو یاد کر رہی تھی۔

”ماں تھی۔ ماں کی لیالی خانہ ہے۔ وہی جانتا ہے کہ پسلے اور کے بعد میں جانا چاہیے۔ شاید اس نے آپ کو ہم سے ملانے کے لئے ہی بھاں بھیجا ہے۔ میری ماں تھیں ایں۔ بھیجن میافت ہو گئی تھی۔ آپ یہ بھی کہ آپ کے تین بھنیں چار ہیں۔

اور ہاں بھاں سے قارئی مونکاپ کو ہمارے گھر جانا ہو گا۔“

طاہر نے پاس پھینکا۔

بڑو گی جوڑت نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر شفتت سے ہاتھ بھر تے ہوئے دعا یہ
لے گئے کہا۔

”پتھر... واہ گروہ تیری بھی عزیز رہے۔ تمہاری بڑو گی سلامت رہے۔ تم
بچا گا آؤ تو ضرور میرے غریب خانے پر آتا۔ زندگی رہن تو کبھی بھی آجائیں گے۔“
کامنی نے سکھ کا سائبیں لایا ورنہ جس خلوص سے طاہر نے اسے دعوت دی تھی اسے خطرہ
بیدار ہونے لگا تھا کہ کہیں دہاپتی یا ترا ادا ہو ری چوڑو کر ان کے ساتھ جانے کے لئے ہی جا رہا ہو
جائے۔

کامنی خاصی کمزوری بھروس کر رہی تھی۔
لیکن۔۔۔ اپنی قوت ارادتی کے مل بوتے پر اس نے ابھی تک خود کو محدود اور قائم کرنا
ہوا تھا۔

وہ بھن چاہتی تھی کہ طاہر اس کی جس سے کوئی پر بیٹھنی یا بڑھو جوڑس کرے۔
بڑو گی تھی دیر بعد جب طاہر نے ایک کامنی پر اپنی تھی ماں کا ایک رسیں دیکھ رہا تھا پھر کہا تھا
نو جوڑت سکھا ایک سیدوار کے ساتھ کر کر میں را خلیں ہوا۔
سیدوار اسے پہنچنے ہاتھ میں ایک بڑے ہلاکی تھے جوڑ دوسری بڑے نو جوڑت سکھ
نے اخخار کی تھی اور سارا کرکو طوہ پوری کی خوبی سے پہنچا تھا۔

”چکا بیاتی۔۔۔ بر تن یادے لے جانا۔۔۔“
اس نے سیدوار کو دوں دوں کے دو دوٹ جانتے ہوئے کہا۔

”پڑاں کی کیا ضرورت تھی؟“

بڑو گی بیگ (سکھوں کی ایک قسم) نے جو ہی اس سیدوار کی تھا دوں توٹ اپنے
چلے کی بھی جس میں دلائے ہوئے کہا۔

بہاں معمول کے مطابق کسی کو کرے میں لکھر پلائی نہیں ہوتا تھا البتہ مریض اور
بڑھے سماقتی تھے۔

اور۔۔۔ نو جوڑت سکھ نے شاید اسی صورت حال کا نکہ اختما تھا۔ دونوں نے اسے
تازہ ناشتے پر غذا کا کھرا کیا۔ طاہر نے جلدی ادا زہ کر لیا تھا کامنی ناٹھتہ زبردستی کر رہی ہے۔

و تو اپنی تربیت کے مطابق آئندہ کے لئے بھی اوٹ کی طرح اپنے سدے میں اناج
بند کر رہا تھا جن حالات سے وہ گزر رہے تھے ان میں جانے دوبارہ کیا کھانا نصیب ہو گا جبکہ کافی
بدولی سے اس کا ساتھ دے رہی تھی۔

"کھاپر تو کیوں نہیں کھائی۔"
سردار نے بھی شاید اسے توٹ کیا تھا۔

"کھاؤ بھر جائی می کھاؤ بے پرداز ہماں پانچار راجھ بے
نوجوت سنگھ نے جو طاہر کے مقابلے پر ڈاہوا تھا اپنی ماں کی ہاں میں ہاں ملائی۔
کافی سکر کر دیں

اس کی اداں سکراہت نے طاہر کو ایک سرچہارہ کاٹ کر کھو دیا تھا۔
"درائل اس کی طبیعت رات سے پکھڑا کیا آپ فلریز کریں۔"

○ ○ ○

تحوڑی دیر بعد وہ گوردار سے میں جانے کی تیاری کر رہے تھے !!
طاہر نے اتنی طاہر کافی اگر وال کا پنیر پچھوڑ کیا تھا اور وہ یہ جان کر پھر پریشان ہو گیا
خاک کافی کو بخارا رہا تھا اس حالت میں اسے گوردار سے میں لے جانا خطرے سے خال
نہیں تھا۔ انہوں نے اپنی دانت میں فرار کا وہ راست اختیار کیا تھا جس پر کسی کی نظر کم تھی جاتی تھیں
یہ بھی تو نہیں تھا کہ لوگ اس امکان پر عین نظر کے ہوئے ہوں

"ماں جی یہی تھی کی طبیعت خراب ہو رہی ہے اسے بھلی چھڑنا پڑے گا۔
یا پھر تو جوست قدر اہم کرتے پہلے مجھے یہ دو ایساں قولا دے۔"

اس نے ایک کافن پر کچھ گولیاں اور جگش لکھ کر دیئے
"ویری آپ کیا ذاکر بھی ہو
اس نے نئے پر نظر لائے ہوئے کہا۔

"تموڑا بہت میں نے ایم بی ایس کے دو سال مکمل کر لئے تھے لیکن
پھر پڑھائی کی وجہ سے شادی ہو گئی۔"

طاہر نے مکراتے ہوئے کہا۔

"کمال کی بات ہے میں اسی لایا"

اس نے طاہر کے اپنی طرف بڑھتے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کیا جس میں ہوس کے تن
توٹ موجود تھے اور طاہر کے پکارنے پکان ہر بے ہاتھ باہر چلا گیا۔

"آپ پر پیشان ھوں میں بھیک ہو جاؤں گی"

کافی اگر وال کو طاہر کی پریشانی کیا تھے جاری تھی
"جسیں بھیک ہوں ہونا کافی میں جسیں خراب ہوئے تھیں وہوں گا"

اس نے کافی کے سراپے زانوپر رکھتے ہوئے اسے دہاڑو شروع کر دیا
"تم بہت قسمت والی ہوئی ایسا پتی واگرہ وہ کوئے"

بڑی گھوڑت طاہر کے چند بندوقت سے بہت حاثر دکھائی دے رہی تھی۔
"میں قسمت والی ہوں تاں ماں تی"

کافی اگر وال نے بھیب سے لبھ میں کہا۔
اور طاہر کوں لگائیں کی نے پوری وقت سے اس کے دل پر گھونس مار دیا ہو۔

بڑی گھوڑت نے آگے بڑھ کر کافی کے بدن پر ہاتھ بھیڑ رکھا اور طاہر جر جان رہ گیا۔
وہ قرآنی آیات پڑھ دی تھی
کافی کی حراثی طاہر سے بھی روچھ دی تھی۔

آہستہ آہستہ کچھ تقریباً آیات پڑھ کر اس نے کافی پر پھونک ماری اور کہا۔
"رب نے چاہ تو میں تو حکیمی بیدنی بھیک ہو جائے گی۔"

دو ہوں جر اگی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے دو ہوں نے توٹ کیا کہ جب وہ قرآنی
آیات پڑھی وہی تو ایک خاص حرم کی چک اس کی آنکھوں میں اتر آئی تھی
"ماں تی آپ کیا پڑھ رہتی تھیں؟"

طاہر نے نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھ لیا۔
"پیٹاں سب کا کام پڑھ دی تھی اس کی بانی" (کلام) کسی بھی زبان میں پڑھو

اپنا اثر تو ضرور دکھاتی ہے؟"

سردار اس نے بڑے طہران سے کہا۔

دونوں ابھی سمجھا گئی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ طاہر کو کچھ سمجھا آرہی تھی اور کامی کو اپنی قدر سے اطمینان سے محسوس ہونے لگا تھا۔
ابھی وہ کوئی نگاہ سوال کرنے نہیں دی دیکھتے جبکہ بوجت سُکھدا یحییٰ کا لفاقت لیے اندر اٹھا۔

ہوا۔

”آپ شاید یہی بات کو مجیب سمجھیں کیونکہ آپ پڑھنے کے لئے یہیں ایک من مال تھی سے اگر دم کرو تو تو ضرور آرام آ جائے گا۔ ہمارے تو سارے گاؤں میں مال تھی کام مشور ہے۔ قرآن شریف پڑھ کر دم کرتی ہیں اور بیماری بھاگ جاتی ہے۔“
اس نے دونوں کی کوئی بات نہیں سے پہلے ہی کہا۔

”میں ملم ہے۔“
کامی نے آہستہ سے کہا۔

”دوں کے دیکھتے دیکھتے طاہر نے پہلے ایک اچھش چار کیا اور اپنی مبارت سے کامی کو لکایا کہ اسے ایک لمحے کے لئے بھی تکلیف کا احساس نہیں ہوا۔“
کامی کو ہر قدم پر طاہر کا نیاروپ دیکھنے کو ولی ہاتھا۔

تمن گولیاں اس نے الگ الگ حجم کی کامی کو کھلا کیں اور اسے آرام کرنے کی تھیں کرتے ہوئے لادا جالا کامی سماحت جانے کو بھتھی۔

”بیٹی بھیک کہتا ہے تو تم میں آرام کرو۔“ میں بھی جہاں ہوں تمہارے پاس۔ شام کو کمی (سکھوں کی مدرس کتاب) کو گرفتہ صاحب کے ایک اٹھک کا ہام ہے (صاحب کا پانڈ (حادث) کرتا ہے۔ شام کاروبار اس (دعا) کر لیں۔“

سردار اس نے کہا۔

”بیٹے آپ کی مریضی۔“

کامی نے طاہر کی طرف دیکھ کر کہا۔

”تم دونوں چلو۔ ابھی ”رول“ (مسلسل اٹھکوں پر ہے کو کہتے ہیں) ہو رہا ہو گا۔“
میں اب بیچ کاروبار اس میں آ جاؤں گی۔“
بڑوگی گورت نے کہا دونوں سے کہا۔

”اچھاں جی۔“

”نوجوت تکمے کرنے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔“

”Take care“
اپنا خیال رکھنا۔

طاہر کو اپنی پشت پر کامی کی آذان سنائی دی۔

○ ○ ○

دوں ایک درسے سے بے تکلی سے ہاتھی کرنے کرتے گو رو دارے کی طرف جا رہے تھے۔ گو رو دارے کی بڑے دروازے پر انہوں نے اپنی جو جتنا اتنا کروکن حاصل کیا اور تکلی پاؤں اندرا گئے۔

پونا صاحب گو رو دارے کے گھن میں دوں پانی کے تالاب کے میں درمیان بینے اس راستے پر چل رہے تھے جو سگ مرر کے تھروں سے جیسا کیا تھا۔ یہاں سکھوں یا تری آ جا رہے تھے۔ ان میں سکھوں کے ساتھ سماحت دوسرے ہرم کے لوگ بھی شامل تھے۔
گو رو دارے میں داخل ہونے پر سب سے پہلے بوجت تکمے نے نشان صاحب (سکھوں کا مقصد چھٹا) کو باخچہ جوڑ کر پہن کیا۔

وہ چونکہ طاہر کے آگے جل رہا تھا۔ لیے طاہر بار بار اس کی طرح پر نام کرنے سے محظوظ رہا۔ البتہ گو رو دارے کے میں مال میں اسے بھی نوجوت تکمے کی طرح گو رو گرفتہ صاحب کے سامنے کچھ پیسے پیچک کر رہا تھا۔ پڑا کر سا اس کے پارہ ٹھیک تھا۔

دوں اب بڑے مال میں پہلے سے موجود ہر اڑوں پر اڑوں کے درمیان جگہ بنا کر بیٹھ گئے۔

گرفتہ باری باری اٹھک پڑھ رہے تھے۔ اور طاہر کا ذہن مسلسل نوجوت تکمے کی بڑی میں اپنکا ہوا تھا۔ اس نے قرآن کی جو آیات پڑھیں تھیں۔ حادث کا الجھ تارہ تھا کہ وہ کچھ گورت نہیں۔
چھوڑو گوکن ہے؟

شاید ان بد قسم سلطان عمرتوں میں سے ایک جو قسم ہند پر فتوکری گئی تھیں۔
اسے فی الوقت اپنے سوال کا ایک ہی جواب ل رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے ذہن سے یہ

خیال جھک دیا بہ کامی اگر وال سے متعلق سوچنے لگتا۔ اس نے اپنی دانت میں تو کامی کوہترین وزدی تھی اور امید بھی تھی کہ اب وہ محنت مند ہو جائے گی۔

لیکن ایک سوچ بار بار اسے پکو کے دے رعنی تھی کہ کامی اگر وال کے ساتھ کہیں وہ کسی زیادتی کا مرکب تھیں، ہرہا۔ ہرہا سے کامی کی مختلک اور اس کا بھر بیاد آتا تو اپنے اس خیال پر شرمدی ہوتی کہ اس نے اس عظیم لذی سے متعلق ایسا سچا ہی کیوں ہے؟ وہ تو اس کی سوچ سے بھی زیادہ مغلی تھی

بات پکھنے بھی رہی ہو اس کا دل گواہ دے رہا تھا کہ اپنی مستقبل کی پانچ سال میں وہ اپنے اس مزبوری مال کو شامل کر سکتا ہے اسے امید تھی کہ شاید وہ اس کی پکھمد کر سکے۔

یہاں ہر فردا دیپلے سے گی قدر اس نکراہ جا رہا تھا اور اپنی باری آتے پر "گرو گرفت صاحب" کو "سمیں فوائے" (سر جھکانے) کے بعد پھر کسی مناسب بندج پیش کر کیتنے سنن لگا کیتنے شروع ہو گیا تھا

اپنی پر سوز آوازوں میں ہار موسم بھاگتے ہوئے سردار صاحبان اپنے دہبی گیت کاہے تھے۔

دنوں انہی بندج پیش تھے جہاں سے "گود گرفتہ صاحب" کی پاکی وحدانی دے رہی تھی۔

طاہر کبھی بھی نئے آنے والوں کو گود گرفتہ صاحب کے سامنے رکھاتے دیکھنے لگا۔ اس وقت بھی اس نے غیر ارادی طور پر گرو گھنی بھی تھی جب اسے ایک سکو کے پیچے قرار میں سر پر بستی رکھ کاپڑ اسراوں بال پاندھے کیٹھن چکر دی کہرا دھانی دیا۔

اس نے دو تین مرتبہ آنکھیں بچکا کر شاید یہ تصدیق کرنا چاہی تھی کہ کہیں وہ کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا؟

لیکن جلدی اسے تصدیق مل گئی کہ یہ خواب نہیں بلکہ آج کی سب سے تیخچاپی تھی کو کوہ بچکر دیتی کے ساتھ زیادہ نہیں بھاگتا تھا کہیں وہ نہیں میں ایک مرجب پس ساتھ نہے والی کسی بھی اعتماد نہیں کی شاخت پر مشکل ہی سے ہو کر کھا تھا۔

"تم بالا خرپیاں بھی آئی گے"۔

اس نے بھی سانس لے کر دل ہی دل میں کہا اور انھوں کھڑا ہوا کیونکہ اور اس "شروع ہونے والی تھی"۔

گرنچی کی آواز گور دوارے کے پڑے ہاں میں گونج رہی تھی اور چاروں طرف حمل سکوت طاری تھا جو اس کی آواز سے آواز طاری کسب نے گاہا شروع کر دیا۔ طاہر کو یہ سب کچھ تو زبانی خفہنیں تھا لیکن پھر بھی بہت کچھ یا خود رہتا۔

اس نے تو جوست سکھ کو ایک لمحے کے لئے بھی احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ ان رسمات سے اپنی ہے۔

اس دو ماں اس کی نظریں بے چنی سے چکر دتی کے تعاقب میں لگی رہیں لیکن یہ سلسلہ زیادہ دری جاری نہ رہ سکا کیونکہ چکر دتی اب بھیڑ کا حصہ بن چکا تھا۔ اس ہاں میں بڑا دل لوگوں کے پیشے ہی نہیں تھی۔

ایک کونے میں سکھ گور تھیں تھیں جبکہ گور دوارے گور دوارے میں پیشے ہوئے تھے اور اس کا یہ عالم تھا کہ یہاں آج ہونے کو جگہ بیٹھنے تھی۔

دنوں نے اور اس کے خاتے پر بڑی زور دار ادازیں "بے کارہ" پلڈ کیا تھا۔ اب بھیڑ میں پکھ بے چنی کے آڑ دکھانی دنے لگے تھے شاید "کرا پرشاد" تھیں کیا جا رہا تھا۔

بڑے بڑے لوہے کے دول جو دنی کی کے طوے سے بھرے تھے کہ تو جہاں سوادار لے کے چھمٹلے چل رہے تھے۔

اپنے سامنے گزرنے والے کے دنوں پھلے ہوئے تھوڑا پر وہ سمجھی بھر کر گولے کی طرح بنا ہوا طلود کو دیجے جو بڑی تھیت سے ہر کوئی کھا رہا تھا۔ یہ لوگ اپنی الگیوں اور تھیلوں سے چنگا گیا اپنا زبان سے چاٹ لیتے تھے کیا جمال جو یک قدر بھی زمین پر گرا۔

ان دنوں نے بھی بھی گل دھر لیا اور ایک دسرے کے تعاقب میں باہر آگئے اس دو ماں طاہر بے چنی سے تھج کا جائز مختار ایکن پکھ دتی اسے کہیں نہیں آیا۔

اس نے دل ہی دل میں بحکمت ملی بھی تیار کرنی شروع کر دی تھی اس نے دل ہی دل میں بحکمت ملی بھی تیار کر کیا پکھ دتی یہاں اکیلا ہے؟ اب ایک سوال کا جواب چاہیے تھا کہ کیا پکھ دتی یہاں اکیلا ہے؟

ایسا بیان ہے تو مگر حق تھا جن ایسا ہو سکتا تھا کہ اس نے اپنے ساتھیوں کو سوری اور زیر وطن کی طرف روان کر دیا ہو تو خود کی حکمت امکان کو نہ میں رکھ کر اور آگیا ہو پھر اس نے سچا پہلوتی کے اکیلے ہونے سے کیا فرق پڑے گا؟

○ ○ ○

"را" کا اپنا ایک "بیٹ دک" تھا اور وہ لوگ کسی پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔ ایسا مگر یعنی حق کرو وہ اپنے ایک ہونچار آفسر کو اس طرح کی غیر ملکی ایجنت کے ہاتھوں فرو ہو کر سرحد پار کر جانے دیں

ظاہر جاتا تھا کہ وہ مسلمان کے گھر جنم لینے کی وجہ سے مسلمان ہے ایک کافی ہندو
گرانے میں جنم لینے کے باوجود ہندو دین تھی

اس کے ساتھ درمیش سچائی کو پالنے کی تجویز ہو جو روتھی تھی اور جب اسے موقعہ ملا اس نے اس سچائی پر لیکر کہا۔

ظاہر جاتا تھا کہ وہ مسلمان کے گھر دیا کیا تھا اس کی نادیدہ طاقت نے اسے روک دیا کیونکہ اس کی ایمانی غیرت کا تھا اسی بھی بھی تھا کہ وہ ان حالات میں کافی آگوال کرو کر نہ دے

اس نے یہ بات سلیم سے کہا تھا اس سے پوچھا تھا کہ وہ کیا الگ اعلیٰ اختیار کرے؟
اور اس کی طرح پوشش ایجنت سلیم نے ایک لمحہ تو قف کے پیغمبر کا تھا۔

"ظاہر زندگی میں سب کچھ پیشہ وار انتظامی تھی سے نہیں کیا جاتا بعض چیزوں اور محاملات ان سے بہتر ہوتے ہیں۔ ہماری سوچ سے بھی بہتر اس میں اپنی دشاخت سے
رسکی جائیے جو ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا لگتا ہے کیا تم یہ بچاؤ گے کہ یہ فرم سے
چھوٹ جائے؟"

"تھی"

ظاہر نے مضبوط اور دبوک لجھ میں کہا تھا۔

"پھر جاؤ اور آگری لئے بھی کافی کے اختیار پر اتنا نہیں کی کوشش کرو اندر تھا رہا
ماں دن اصر ہو"

سلیم نے مدرس تھا۔

اور اس نے ایسا ہی کیا۔

○ ○ ○

ایسا بیان ہے تو مگر حق تھا جن ایسا ہو سکتا تھا کہ اس نے اپنے ساتھیوں کو سوری اور زیر وطن کی طرف روان کر دیا ہو تو خود کی حکمت امکان کو نہ میں رکھ کر اور آگیا ہو پھر اس نے سچا پہلوتی کے اکیلے ہونے سے کیا فرق پڑے گا؟

یعنی بات اس سے آکے چلی گئی۔

مگر اس کے لئے بھاہر کی ملکی باتیں تھی اس کے لئے بھاہر کی ملکی باتیں تھی

کافی آگوال ساری زندگی سوری میں اس کی بخاطر روتھی اور وہ اپنے ملک بھی چکا ہوتا۔
اس کی تربیت بھی بھی تھی

اسے تو اپنے کام سے مطلب تھا اس کی طرف سے ہائی سب کی وجہ میں چاہتا اس کا کام ہوتا چاہیے تھا جو ان دلوں
نے کامیابی سے کر لیا تھا

یعنی بات اس سے آکے چلی گئی تھی۔

اٹھیں دکھانے دیا تھا۔

طاہر اور نوجوت کرے میں داخل ہوئے تو وہ نہ انے اور کپڑے تبدیل کرنے کے بعد اپنے بال سکھا ری تھی۔ بال اس کے شانوں پر دھراتے تھے پر کپڑے ہوئے تھے ایک لمحے کے لئے تھا تھا کس ساتھ نوجوت سنگھی ششدروہ گیا۔

کامی آگر وال اُبھیں کسی قدیم مندر کی دیواریں کھاتی دے رہی تھی۔ اس کے اندر موجود چائی ہے اب تک جھوٹے بہروپ نے دبار کھاتا تھا اس کے پھرے پر جگی تھی جس سے اس کا حسن دوچند ہو گیا تھا۔ روتوں پر اس کی آنکھوں نے ایک جیسا جنون پھونک دیا تھا۔

”ست مری اکاں۔“

نوجوت سنگھ نے روتوں ہاتھ میتے پر پابند کرے پہنام کیا اس کا پہنام کرنے کا اندازہ پالک پیار بول جیسا تھا۔

کامی نے بھی جواب میں ”ست مری اکاں“ کہا تھا۔

”میں ماں تی کو دکھنا ہوں اور لکھ کا بنو بست بھی کروں۔“

اس کے جلوہ حسن کی تاب نہ لکھا کہ شاید نوجوان نوجوت سنگھ نے وہاں سے ہٹ جانا ہی مناسب چاہتا تھا۔

”کیمی طبیعت ہے اب۔“

حرزوڈ طاہر نے دریافت کیا۔

”بے قلوب ہو..... اب شاید تمہیں ہر یہ نہ لکھا تو درستی کی ضرورت پڑتی نہ آئے۔“

کامی نے بالوں پر گلے پانی کے قطروں کو جھوکا دے کر گرتے ہوئے کہا۔

”سوری کامی..... ٹھن یہ سوری تھا۔“

طاہر بھی سکرا دیا۔

”اور خود تم..... تمہیں کیا نہ کی ضرورت نہیں۔ تم بھی تو گذشت دو راتوں سے میسیت میں پڑے ہو۔“ میں جاتی ہوں تم کتنا سوئے ہو۔

کامی نے گدے پر دھری چادر کو تھیک کرتے ہوئے اس کے پیٹھی کی جگہ بنا لی۔

”آج شام ڈھلنے پر میں یہاں۔۔۔ لکھ جانا چاہیے۔“

”نوجوت یہاں۔۔۔ یادِ تھاری بھائی کی طبیعت لمیک نہیں۔ اس کے لئے تو اُتر کرے یہی میں لے آتا۔۔۔“

اس نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

”ویرتی بے گل جو جاؤ۔۔۔“

نوجوت نے حسب مایل گردن پھلانی۔

دو ہر ہو چکی تھی جب وہ اوس کے باہر نکلے اب اُبھیں اپنے کرے کی طرف جاتا تھا تھا نوجوت سنگھ کی ماں بھی اوس سے واپس آجھی تھی۔

اس درجنان کا تی گھری نیند سوئی رہی۔ طاہر نے اسے دوامی نیند آؤ دکوئی بھی دے دی تھی وہ جاتا تھا کہ کامی کے لئے تن چار گھنٹے کی نیند کتنی ضروری تھی۔

جب روتوں کرے میں پچھے تکامی کی بیدار ہوئے بکشل چند منٹ گزرے تھے انھیں سکردار اس واپس نہیں لوئی تھی۔

کامی پر غدوگی اپا اپا تھی طاہری ہوئی تھی اب آنکھ کھلے پر اسے احساں ہوا کہ طاہر نے جان بوج کرے خواب آؤ رہا دی تھی تاکہ وہ تھوڑی دیر کے لئے سو سکے۔ کامی بیدار ہوئی تو اس کا بدن پہنچنے سے شر ابر تھا اور بخار کا نام و شان بھک نہیں تھا۔ اس مرج طاہر کی دی ہوئی ڈوز پالک کامیاب رہی تھی اس نے اعاذه لکھا کہ طاہر واقعی محل ڈاکٹر تھا۔ اس سے پہلے اگر اسے کمل شفائیں ہوئی تھیں تو اس میں طاہر کا کوئی قصور نہیں تھا اور اس محل بے آرائی اور مستقل بھاگ دوئے دو اور اپنے کمل

اس نے اپاٹکی کامنی سے کہا۔ یعنی کرچ و تکیا کے عقل پر جھکیں جائیں۔

"کیوں..... اگر کوئی ایرپلٹی نہیں تو رات یہاں طہر جاتے ہیں۔ طاہر بری
بیماری تو قابل برداشت ہے خدا غواص مستقل بھاگ دوڑنے جسیں بیار کردیا تو میں کیا کروں گی
مجھے تو تمہارے ختنی داؤں کا بھی علم نہیں۔"

کامنی نے کہا۔

"پے فکر رہو..... میں بیمار نہیں ہوں گا۔ اور ہوا بھی تو اپنی دوا کا خود بن دوست کر
لوں گا۔"

طاہر نے اس کی بات کوئی میں اڑا دیا۔

کیس..... ایک پانسی کامنی کے دل میں ایک قمی۔ وہ اٹلی چنی آفسر تھی اور
جانی تھی کہ طاہر نے اپاٹکی کوئی ایرپلٹی نہیں بلکہ اس کے لئے خود اس کی کوئی وجہ نہیں ہوگی۔
اس سے پہلے کوہہ جریدہ کوئی بات کرے سردار انہر اپنی

"پاؤں پتی ہوں میں ہی۔"

کامنی نے کھڑکیوں کی طرح آگے بڑھ کر سردار اس کے پاؤں پھرے۔

"جیتی رہو..... جیتاں مانتے کوئی شادو کے کیا حال ہے تیری
محنت کا۔ معاف کرنا پڑتی میں جیتی پھر کرچلی گئی تھی۔"

سردار اس نے متا بھرے لے چکیں کہا۔

"پرماتمانے بڑی کرکاروں میں ہی۔ نمیک ہوں۔"

کامنی نے کہا اس کے ساتھی دروازہ کھلا اور اس سرچنہ تو جوت تکھایک اور سودار کے
ساتھ اندر را خلی جو اتحا۔

"لوہاں ہی۔ بھر جائی۔ ویری تکڑا جائی۔"

اس نے بڑے مودب دشیر کی طرح کوئی بھاٹ جاتے ہوئے کہا۔

سودار نے الٹو ٹھلی ہوتے ہی اپنی "جیتی" بھائی جی جواب میں طاہر نے خامی بلدر
آواز سے کہا تھا۔

"واہے گورمی کا خالص۔ واہے گورمی کی جی۔"

"بھائی گھنٹے کے بعد رتن لے جانا۔"

تو جوت تکھے نے سیوا دار کی ٹھیک گرم کرتے ہوئے کہا۔

"نمیک ہے مہاراج۔"

سیوا دار اسرا دب کرتے پاہر کلکیں گے۔

سب نے اکٹھے لٹکر کھایا تھا۔ جس کے بعد وہ ہیں لیٹ کے۔ سسل بھاگ دوڑ

سے طاہر جلدی خود کی غالب آگئی اور وہ نہ جا جائے ہوئے بھائی کا منی اور مال بھی کے اصر کرنے
پڑ گئی۔

طاہر کی آنکھ کھلی تو سورج ڈھل رہا تھا۔ تو جوت تکھے غالب تھا اور کامنی میں ہی کے
ساتھ کمرے کے ایک کوئے میں ٹھیک اخبار کا مطالعہ کر رہا تھا جو شاید تو جوت تکھے نے اسے لا کر دیا
تھا۔

طاہر قدرے گھبرا کر اٹھا کیوں نکل وہ تمین گھنٹے سسل سوتا رہا تھا۔ ایسا کامنی کی وجہ سے ہی
میکن ہوا تھا کیونکہ جا گئی ریت تھی۔

میں جو اپنے کوئے اس کے لئے کامنی کو اکٹھے کر دیا اور دبارہ کپڑے پول کر دوسرا
گھوڑی پاندھلی اور پھر اس نے کامنی کو اکٹھے کسے مخصوص اشارہ کیا۔ جس کا مطلب سمجھ کامنی نے
اثبات میں سرہاد دیا۔

اور..... ذہن میں طشدہ پہاں کے سطاق اس نے ایک مرتبہ بھر کامنی کا پیر پر
پیک کر کھا چکا۔

"اوہ ماہی گاؤ۔"

اس نے پیر پر جگی طرف دیکھتے ہوئے طاہر پر پیشانی سے کہا۔

"کیا ہوا پھر؟"

سردار اس نے پہلے جھلی سے پوچھا۔

"ماں جی شکرنا۔ میں تو نہیں چاہتا پر مجھوں ہے تھیں آج رات تھی ڈیہ دو دن با
سوسرا کو اپس جانا ہے۔ اس کی طبیعت نمیک نہیں۔ کھن۔ محال میز دار و خراب نہ ہو جائے۔"

طاہر نے کہا۔

اس کی بات سن کر سرداراں بھی پریشان اور مفہوم ہی ہو گئی۔
”پنجاچی مری خی..... دل تو نہیں چاہتا کہ تمہیں جانتے دوں میں یعنی کی جیبوری ہے اچھا
رب خیر کرے تم میرے میئے کا امرت رکا فون نمبر لکھو۔ فتح میں ایک آدھہ مرتبہ وہ مجھے زبردستی
میں آ کر رہتا ہے اور وہنی دو کشم و دلوں خود رہا میرے پاس آؤ گے۔ میرے ساتھ گاؤں
میں کھلی آب دہوائے تھا راول بہت خوش ہو گا۔“

سرداراں نے اسے اپنے میئے کا امرت رکا فون نمبر لکھا تے ہوئے کہا۔

”ماں جی میں وعدہ کرتا ہوں اگر زندگی رہے تو اگے چند دنوں میں آپ کی سماں حاضر
ہوں گے کیونکہ مجھے کوہرا پر ماں جی کے پاس خرو جاتا ہے ورنہ دوساری زندگی مجھے سے نہ اپنی
رہے گی۔“

اس نے سرداراں کے بڑے میئے عکس سنگھ کا ملی فون نمبر بھی لکھ لیا جو امرت رکھیں
بڑھ کر تھا اور دیں کی گاؤں میں اپنی دو یا تین یا چوتھی بیوی کے ساتھ قیام پڑے بھی جائے۔

اب انہیں تو جوست سنگھ کا انتقال تھا جس سے ملے کے بعد وہ یہاں سے رخصت ہوتے
تو جوست سنگھ تھوڑی درجدا آگیا۔ ان کے اپاٹک جانے کی خبر نے اسے بھی مفہوم کر دیا تھا
بھر جائی کی پیاری کا ہاں کرائے بھی یادل خواستہ ان کی ہاں میں ہاں مانی چڑی۔
دم رخصت ان کے ہاں کرنے کے باوجود سرداراں نے زبردستی پانچ سور پرے
کامی کو تھا دیئے۔

آج سے تم میری بیٹی بن گئی ہو۔ یا رکھنا اور اپنی ماں کو بھی سمجھانا۔“
سرداراں نے دندھے ہوئے گلے سے کہا تو کامی کا دل بھر آیا۔
اس نے سرداراں کو گلے سے لکایا۔

”ماں جی ہم بہت جلد میں کے آپ دشوش رکھیے اور ہمارے لئے
”پار تھنا“ (دعا) کیجئے۔“

کامی نے اگلے ہوئے کہا۔
تو جوست سنگھ نے اپنی گلی طاہر کو دے دی تھی اور طاہر نے اپنی بگڑی اسے۔ اس
میں ”پکوی بدل بھائی“ بن گئے تھے۔

دو ہوں ماں یعنی انہیں باہر از رے سمجھ دئے کے لیے بعد تھے۔ تین طاہر نے انہیں
زبردستی روک دیا۔ کیونکہ ”شام کی سچا آرجنہ“ ہونے والی تھی اور ”گوربانی“ کا پانچھڑو دع ہو گیا
تھا۔

”آپ نے اکھنے صاحب کا بھوگ بھی رکھ دیا ہے۔ یہ زیادتی ہو گئی۔“
اس نے دو ہوں سے کہا۔

اور دو ہوں ماں یعنی باہل خواستہ انہیں رخصت کر دیا۔

دو ہوں کی آنکھوں میں آنکھ تھیں کیا حال کامی کا بھی تھا اور طاہر سوچ رہا تھا کہ کامی
نے اپنی رخصت پر کتنا کھل چھا ہوا تھا جو چاکی کا ایک جھٹکا بھی برداشت کر پالا۔
رخصت گردوں کو تربیت دیئے والی ”را۔“ کی اندر کڑا اور جنوب کاری کے خلف ہاں
ترین ستر بُو اری کی شاق آفسر کامی اگرداں اندر سے کمل شرقی ہوت تھی۔ خدا جانے اس
نے یہ بہر پک کس طرح خود پر طاری کیا تھا۔

○ ○ ○

شام ڈھنل رہی تھی جب دو ہوں باہر نکلے۔
سرائے سے باہر نکلتے ہی طاہر نے اخیر پاس دیا۔
”سوکوار پچھرے اور فسون پھوکنی آنکھوں والی کامی نے جبراگی سے اس کی طرف
دیکھا۔“

”خیریت۔“

”میں وچھا ہوں کامی کی تھم پر ”را۔“ کی تربیت کا کوئی اثر تو ہو انہیں۔ تم تو بالکل شرقی
لوز کیوں کی طرح ایک لوز ہو۔ اورہ مائی کاڑ۔ کیا بہر پاپا نا رکھا تھا تم نے بھ۔
کامی بھگتی وہ ایسا کیوں کہر رہا ہے۔ اور جواب میں۔“
دو ہوں پوچھا صاحب کے بھر پرے بازی نزدیک جلتی چکے تھے۔

دو ہوں پر کچھ کثیپ رہ کیا راڑ سے اوپنی آہوں سے لئکے زردو بیوں کی بیماری روشنی اندر ہوں
گرو روازے سے بی رہا راست کیرن تھا۔
”کامی میں چھپا ہو ریان دکھائی دیتا تھا۔ پیٹ قائم کے ایک کوئے میں بھاں

کے واحد خونچہ فرش کی ریڑی جس پر اس نے کینوس کا پروہڈال کر گیا درود سے محفوظ بھولایا تھا
کھڑی تھی جس کے ایک پیسوں سے بندھی زنجیر کا درسر اس نے پلیٹ فارم کے فرش میں گزرے
لوپے کے شیخے سے باندھ رکھا تھا۔

”ابھی گازی آئے میں شاید دیر ہے کوئی نظر نہیں آ رہا۔“

ظاہر نے اپنی رائے غایب کی۔

”ہاں..... میرا بھی میکھی خیال ہے۔“

کامنی نے کہا۔

دو دن آہستہ سمجھن کی پشت پڑا رہے تھے جاں قطار میں لگے درختوں کے جذبے
میں وہ اٹھیا تھا۔ درودوں کی نظر وہ سے محفوظہ رکھنے کے تھے۔

”وہی کم تو جیل“ (جیسم میں خوش آمدید)

اپا اپکے ان کی پشت سے آزاد سنائی دی اور گردان گھما کر دیکھنے پر دو دن ان ہو کر وہ
گھنے ان کے سامنے کر مونگیا کہرا تھا۔ جس کے ہاتھ میں سا بھر کا پتوں موجو رہتا۔

ظاہر نے اگلے چند چھوٹوں میں خود کو سنبھال لیا تھا۔ حالانکہ یہ صورت حال بالکل غیر موقق
اور حواس با خذ کر دیئے والی تھی کیونکہ مونگیا اسی بدروج کی طرح اپا اپکے ہی نازل ہوا تھا۔

”جیسیں میں گی۔۔۔ Same to you“

اس نے سچھل کر کہا۔ زیر اعلیٰ سکراہت اس کے ہوتون پر بھی تھی۔

”خود کو بہت پالا لک کیجھے تھے کیا؟“

مونگیا نے انہیں گالیاں دیتے ہوئے کہا۔

کامنی ابھی تک خوفزدہ تھی۔

”کم آن کرنی۔۔۔ کیا ہمارے دل کی طرح گالیاں بک رہے ہو۔۔۔ تم کر گزو کیا کرنا
چاہئے ہو؟“

ظاہر کی آواز میں کوئی رعد نہ کامنی کو یقین دادیا تھا کہ مونگیا ان کا کچھ نہیں گاڑ
سکتا۔

”شہاب۔۔۔ میں یہاں جسک مارنے نہیں آیا۔۔۔ کچھ کرنے کی آیا ہوں۔۔۔“

مونگیا سخے سے سکونتے گا۔

تھی طاہر چاہتا تھا۔

”کیا کرو کرم۔۔۔“

اس مرتبہ کامنی نے اسے پھاڑ کھانا نہ والے بچہ میں ہاتھ لے کیا تھا۔

”جو بلندی فریث۔۔۔“

مونگیا کے من سے مخالفات کا طوفان آ رہا ہوا۔

طاہر کا جی پھاڑتا تھا کہ وہ اس کا نینتو وادا دے سکتا۔ اسی صرف سوچا جا سکتا تھا۔ مونگیا کوئی

عام جنم کا فوئی آفرینش نہیں تھا۔

کامنی خود کر سکتی تھی کہ طاہر پرے فیر محض انداز میں کھا کے بڑھ گیا ہے۔

”میں اس کنیتا کو سینیں گوئی مار کر پھیک جاؤں گا۔ اور تم۔۔۔ تمہارے پدن سے کمال

اگ کرنے کے بعد جسیں تمہارے ہلک کی سرحد پر پھیک دیں گے۔ جاؤ دوں کا فائدہ بننے کے

لئے۔۔۔“

مونگیا نے دانت پیٹے ہوئے کہا۔

”تم مجھے نہیں مار سکتے۔۔۔ میرا فیصلہ عدالت کرے گی۔۔۔ کون ہوتے ہو؟“

کامنی نے طاہر کی پلاٹھ کو کچھ ہوئے مونگیا کو اسما جانا۔

”شہاب۔۔۔ بھگوان کا حکمران داشت میں سینیں گوئی مار کر پھیک جاؤں گا۔۔۔ اگر

زندہ بداری بھک۔۔۔ ایسا تو عمر کے کتوں کی خواراں بن جاؤں گی۔۔۔“

ایک سرتھ پر مونگیا پر گالیوں کا دورہ چڑا۔

”دیکھو پھر دریا یا تم ہر کوئی بھی ہو۔۔۔ میرے جھنے جی تم اسے مارنے کے۔۔۔ مددوں

7 آؤ۔۔۔ چلا جو گولی۔۔۔ جسیں بڑا تر ہے اپنے پر۔۔۔ آپ نہ فضل کر لیں۔۔۔“

طاہر نے اسے برآجھتہ کرنا چاہا وہ پھاڑتا تھا کسی بھی طرح کر جائیں مونگیا اس پر مل بڑے۔۔۔

لیکن۔۔۔ کرل مونگیا نے بھی بھی گولیاں جیسیں بھکھی حص۔۔۔

”چوالا۔۔۔“

شہید اس مرتبہ تمرنے پر گا تھا۔۔۔ کیونکہ مونگیا نے پتوں سے حاکر تھے ہوئے بالکل

فائزگن پر زبان لے لی جی

کسی بھی لئے اب کوئی کامی کو لگ سکتی جی

ظاہر نے اندازہ لگایا تھا کہ اسے جو پکوچ
بھی کرنا ہے چند ہوں میں کرنا ہے گردنہ بہت دیر ہو جائے گی۔

"بزدل بے غیرت۔ تم اکیلے کام تھے جو اپنے ساتھ ان دونوں کو بھی لے
آئے ہو۔"

اس نے اچاک ہی اپنا آخوندی داؤ آزماتے ہوئے موگلیا پر بھر پور نفیانی حملہ کرتے
ہوئے باقاعدہ ہاتھ سے ایسے شارہ دیا تھا جیسا سے موگلیا کے پیچے داؤ وی وکھان دیئے ہوں۔

اس کی یہ چال کامیاب رہی۔

ایک لمحے کے لئے موگلیا نے گروں گھمائی جی میں ان لحاظ میں ظاہرنے اپنے جسم کی
ساری طاقت مجھے کر کے اپنی ہاتھوں میں سکھی اور ذہنی کرکس پر حملہ آور ہوا۔

لیکن... موگلیا بھی انازوں نہیں تھا۔
میں ان ہی لحاظ میں اس نے کامنی کی طرف فائزگن کا تھا جب ظاہر قرباً موگلیا کے
زندگی کے پتوں سے لفٹی گوئی ظاہر کے پا میں ہاتھ کی ہیٹھی میں لگی کیوں کوکہ دہ میں ہاتھ

کر گئی کے پتوں والے ہاتھ پر بارے بارے تھا۔

لیکن... اس کا حملہ بھی خالی نہیں کیا تھا۔
دو گل اکٹھے رقص ڈپر ہوئے تھے۔

گولی ظاہر کے ہاتھ پر گئی جی اور اس کی ہواں گھومتی تاہم موگلیا کے داگیں کندھے پر
پتوں اس کے ہاتھ سے لکل کر دو رانجیر سے میں جا گرا تھا جس پر دھماکاتا ہوا ظاہر کی طرف پلا۔

ظاہر کے ہاتھ نے اسے پا گل ہی کر دیا تھا۔ دو رانجیر و اگلیاں لکھا اس پر چھپتا اور اس
کا زور دار پیش ظاہر کے پیٹ میں لگا جس نے اسے الٹا کر کھدیا۔

کر گل موگلیا کا اسٹری بھی زندگی میں ایسے خفت جان آدمی سے بھی پڑا تھا۔ اسے بھی
امید تھی کہ اس خفی کے بعد ظاہر جس کے ہاتھ پر گولی اگلی بھی ہے زمین سے نہیں اٹھے گے۔

لیکن... دو گل کی ہرشت پسلپا ہاکی طرح اپنے قدموں پر کھڑا تھا۔

کامنی جھرت زدہ اسے دیکھ دی تھی اسے تباہی نہیں تھا کہ آگے بڑھ کر پتوں اٹھا
لے۔ اب ظاہر کی باری تھی۔ وہ اپنے ہاتھ کا تو زیادہ بھر پور استعمال نہیں کر سکتا تھا کیونکہ گولی
ہاتھ سے پار ہو گئی تھی اور درود کا ناقابل برداشت ہمارا جا کے سارے بازوں میں اڑ آئی تھی۔
اس مرتبہ اس نے کرٹ کے نزدیک آئے کا انتشار کیا اور اسے قرب سے اچل کر اس
کی گردن پر دامیں ناٹمگ اڑی تھی کہ کامنی کے لئے یعنی کرٹ کا شکل تھا۔ کرٹ منجھیا لڑکھر یا ایکن
سچھل گیا۔

اس نے جیزی سے فھامی اپنا ہاتھ گھما کر منصوب میاں اک اپنا یا تو ظاہر کو ڈیہ دوں والا
کمپن چکروری تیار کیا۔

اس مرتبہ وہ اگر بڑی قلموں کے ہیرو کی طرح اس پر پکا چین ظاہر نے اور خالی دیا۔
دو گل کے درمیان ہر چیز طلوں کا تبارہ ہوا تھا جب کامنی کو اچاک ہوئی آگیا اور وہ جیزی سے
پتوں کی طرف چل گیا۔

"موگلیا۔ Stop it"۔ ("رک جاؤ")

اس نے موگلیا کی طرف پر پتوں سیدھا کارتے ہوئے اسے دار تھا۔
لیکن... کر گل موگلیا کو ظاہر نے شاید پا گل کر دیا تھا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے بھی
کامنی کی وارنچس کی تھی اور گالیاں دھنیاں پر پکا
لیکن... کامنی بھی "را" کی ترتیب یافت تھی۔
یک بھدکر گئے اس نے دگولیاں کر گل موگلیا کو فائزگن اور وہ پٹکیں اور وہ پٹکیں اور جا گا۔
"ڈی ٹھمات۔"

بے خوتی کے احساس اور غصے سے کھوئی کامنی نے آگے بڑھ کر اس کے سر میں پر پتوں
کی ساری بیکری خالی کر دی۔

اس کے ساتھ ہی وہ دیوانہ اور ظاہر سے پٹ گئی۔
کامنی جاتی تھی اگر ظاہر اپنے ہاتھ پر اس گولی کو نہ روکتا تو یہ گولی اس کے دماغ میں
گھس جاتی۔ کر گل موگلیا ہوا میں اڑتے پرندے پر نکان لگانے کے لئے بٹواری کا پس میں خصوصی
شرست رکھتا تھا۔

"تم تھیک ہو تا طاہر تم تھیک ہو تا"

بچوں کی طرح طاہر سے پتھے ہوئے وہ کہے جا رہی تھی پھر شاید اسے حالات کی تھیں کہ احساس ہو گیا تھا۔

پتوں پیچک کراس نے طاہر کا تھوڑا بیکھا جس سے خون فوارے کی طرح بہرہ ہاتھا۔
"اوہ مالی گاؤں....." کہتے ہوئے کامنی نے بچک کر بیکھ کوا اس میں سے اپنا دوپٹ
کال کر پھاڑا اور اس کے ہاتھ پر اس طرح تھی سے بالند دیا کہ خون بہتا بند ہو گیا۔

"پل۔ پلیں بیان سے....."

قریباً روتے ہوئے اس نے طاہر سے کہا تھا۔

"یہ ضرور بیان کی گاڑی پر آیا ہو گا۔"

طاہر نے کہا تھا۔

دو توں بیک اب کامنی نے اٹھا لئے تھے اور وہ طاہر کے تعاب میں رفت توں کے بعد
کے دوسرا سوت جا رہی تھی جہاں انہیں ایک درخت کے نیچے ایک پائیجیت کا رکھی رکھا تھی۔
جس کے دروازے بند تھے۔

"بیک بیٹیں رکھو۔ آؤ بیر سے ساتھ۔"

"اس کی جیب سے تمام کا خداوت گرنی گاڑی کی چانپی کمال اور ساری جیسیں
خالی کرو۔"

طاہر نے زمین پر اکڑوں بیٹھتے ہوئے کہا۔

درد کی ایسے میں بترنگ اضافہ ہو رہا تھا۔ خدا کا ٹھر تھا کہ اس کا خون بہتا بند ہو گیا۔
کامنی نے اپنے اور ان مکمل بحال کرنے تھے اور اپنی تربیت کا بہترین استعمال کر رہی تھی۔ چند
سینکڑ میں اس نے کرشمہ مونگیا کی ساری جیسیں خالی کر دی تھیں۔ اس کا بڑہ کارڈ اور چانپی اس کے
پاس تھی۔

"گاڑی میں بیک رکھو۔"

طاہر نے اس سے کہا اور خود مونگیا کی ناچک پکڑ کر اسے گھیٹا ہوا زندگی بھینڈ کی طرف
لے جانے لگا جہاں خود رہ جہاڑیاں آسمان کو چھوڑتھی تھیں۔ کامنی اس کا مطلب بھی گھی تھی وہ

وہ اپنی بیٹی اور دوسری ناچک پکڑ کر اس کا ہاتھ نہیں لگا۔

وہ تین منٹ میں انہوں نے مونگیا کی لاش تھکانے لگادی۔ اب کم از کم جس ہونے سے
پہلے لاش کا اکٹھاٹ مشکل تھا۔

طاہر کے لئے وہ ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔ اس نے خود کو ہارل رکھنے میں ساری
توہاں بیان لگادی تھی۔ لیکن چانپ کی بھی روشنی میں جب اس کے پیڑے پر کامنی کی نظر چڑی تو
اسے بیوں لگا جیسے کہی نے زور سے گھوڑا اس کے دل پر بار بیا ہو۔

"طاہر! تم تھیک توہن؟.....?"

اس نے روپا نی آواز میں کہا۔

"بے گفر بھو ایں لیکی دیکی جیں گولیوں سے مرنے والا جیں ہوں۔"

طاہر نے اس کے چند بات کا اندازہ کرتے ہوئے زور دیتی سکرانے کی کوشش کی۔

کامنی کو پاچا بچک ہی جیسے کچھ بیدا آگئی۔ اس نے بچک کر بیک گھوڑا اس میں سے دو تین

گولیاں درد تھم کرنے والی تھیں اور دو دو ہا کا بند پکٹ کھول کر اس کی طرف بڑھا یا۔

"ایک بیز کی گولی بھی اور دو۔ اس طرح تمہارا بیدل پر رہو گا۔ آخر میں جیسیں

بیک گھوڑا کا ہوں۔"

اس کی بذرلائی برقرار تھی۔

کامنی بے احتیاط کر دی۔

ای کچھ طاہر اسے دیا کا سب سے عظیم انسان کھلانی دیا جس کو اپنے زخم سے زیادہ

کامنی کی گمراہی کر دی۔

"آئے یہ ٹھہر۔"

کامنی نے طاہر کو بازور سے پکڑ کر اگلی سیٹ پر بٹھایا تھا۔ طاہر کے بار بار کہنے کے

باوجود اس نے ذرا بچوں کو خود کرنے کا فصلہ کیا تھا۔

○ ○ ○

کامنی اب بکھل ہوئی دھوائیں تھیں جو اپنی تھی کتاب طاہر کی زندگی اس پر آگئی

ہے۔ اس نے طاہر کے لئے فری طور پر فست ایڈی کا بند و بست کرنا تھا۔

چانی گانے پر اسے طینان ہوا کہ گزی کی بیکھی نہ تھی۔ گزی سے کارچائی دے کی
سرک پ آگئی۔

"کارچائی ہو۔"

اچانک تی طاہر نے سوال کیا۔

"میں بیسی سوچ رہی تھی طاہر۔ یہ گزی آج تک سچورنی شاپ میں نہیں دیکھی
گئی۔ میرے خیال سے کریں مونگیا کی بیہاں موجودگی کا بھی اس کے ساتھیوں کو علم نہیں ہو گا۔ وہ
اہل میں کارنامہ دکھانے کے پھر میں مارا گیا۔ گزی میں مریخ ہو تو زریں جیسی ہیں۔ جس کا
مطلب یہ ہے کہ گزی اس نے اپنی شاخت اور بیہاں موجودگی چھانے کے لئے پابند
استعمال کی ہے۔"

کاشی نے نہیں۔

"اگر سورج والٹ رہی ہو۔"

طاہر نے عندریخاہ کی کیک دوپن کی تربت مکھی کی تصویر کے درمیان فرش کو گز
نظر انداز کیا جائے۔

"پھر مجھ کی بات نہیں۔ جب تک مونگیا کا لائش کی شاخت نہ ہو جائے۔ پہلیں

کے پاس کا کافی ترین جائے گا۔ میر حال تک ہم حفظ ہیں۔ اور طینان رکھو طاہر کا نی
کی ہوت کے بعد ہی اب کوئی تم تک پہنچے گا۔"

کاشی کے لیج کی صدات تاریخی کریمہ کہہ دی ہے وہ کرگز رے گی۔

"میک ہے۔ اب کیا رادے ہیں۔"

طاہر نے اس کا موڑ دلنا چاہا حالانکہ ان گولیوں نے پکڑیا رہ اڑنگیں دکھایا تھا۔

"اب بھی رہ سکے چھوڑ دو۔ اور کم از کم ایک گھنٹہ خود کو دار رکھنے کی کوشش
کرو۔ اس صرف ایک گھنٹہ طاہر۔ مجھے کوئی خطرہ مول لیے بغیر جمارے لیے فتح ایکھا میں
کرنی ہے۔ میں ان حرام خودوں سے نہیں جاتی ہوں۔ تم سونے کی کوشش کرو۔ گوکر
یہ نہیں۔ نہیں کوشش کرو۔"

اس نے طاہر کی سیست کا لیبر کھینچ کر اسے زیادہ آرام دہ کر دیا تھا اور خود چکنی ہو کر
کی پھر چھایا ہو چالی پے دیا۔

سامنے سرک پ نظر میں جائے انجائی رہتا سے گازی چارہ تھی۔

○ ○ ○

گازی ڈرامبو کرتے ہوئے وہ کن اکیل سے طاہر کی طرف بھی دیکھ لی تھی جس نے
اپنے رُنگی ہاتھ کو درمرے ہاتھ کے سہارے سے اس طرح اور اخیاہو تھا کہ خون بیٹھ کے
امکانات کم سے کم ہو جا گی۔

اس نے بے پناہ قوت برداشت کا مظاہرہ کیا تھا اور کسی نہ کسی طراس صبر کے بیٹھا تھا
لیکن کافی کوئی اس اندھرے راستے پر جہاں کبھی سرف سرک کے درد ویسے لگے درختوں کے جھنڈے
سے چاند کی روشنی چھین کر آئی تھی اس کا پھر وہ دراٹھ دکھانی دعا تو وہ چہرے پر آئے والی عمومی سی
زردی سے اندازہ لیکی تھی کہ طاہر پر اس وقت کیا گز رہی ہے۔

طاہر کی حالت دیکھ کر اس کا دل بیٹھنے لگا تھا۔

پھنس اس کے لئے دیہاں گیا تھا۔ کس طرح آگے چڑھ کر اس نے کریں مونگیا کی
کافی کی طرف پڑھتی کوئی کوچے جنم پر دو کھانے۔

"بے گلر ہو طاہر۔ میں بھی کھین خود سے پلے رہنے نہیں دو گی۔"
اس نے دل فی دل میں اپنے غم کو ہرا لیا۔

سرک کے درد پر کشچور (گل میر) ڈھاک، سنبھل اور الماس کے پڑھنے کے
تھے جن کی وجہ سے سرک لاٹھی اور رنگ بر جھ پھولوں میں پھنسی دکھانی دے رہی تھی کیونکہ دردیوں
کی وجہ سے الماس کے درختوں نے خنی پھولوں کے سہارے اپنے اتنے پر جیسی جائے تھے جن
اگھی بھی بیہاں کر شاخچور سرخ پھولوں سے مدد ہوئے تھے۔

اسے اپنی نافی یاد آگئی تھی جس نے سارے گھر کو الماس کے درختوں سے محبرا ہوا تھا۔

جب کبھی کافی اگرداں گھر جاتی اور اپنی موی سے دیاں کوئی اور درخت یا پھولوں کے پوے
کاٹنے کی خدترتی تو وہ تھی سے اسے روک دیتی۔

"تجھے دھرم کرم سے کیا ہے۔ میں جہاں الماس ہوں دیاں ہیں برستا ہے۔ کافی مال

کی پھر چھایا ہو چالی پے دیا۔

اُن گلی موی کیتی اور اسے خاموش ہونا پڑتا کیونکہ اپنی موی سے وہ بکھر نہیں کر سکتی تھی۔

جس نے اسے اپنی گوئیں اخراج کرچکن کی دلیز پا کر دی تھی۔
ان کے پارے گھر کی دیواروں کے ساتھ ساتھ اعلیٰ اعلیٰ کے درختوں پر جب بہار آتی
اور وہ شہر سے ہاروں سے لے جاتے تو ایک موڑی سا جالا چل جاتا تھا۔

اسے اپنی آتی تھی جب وہ اپنی اس اور موئی کرنج مچھل کی قابلی میں ننگا کیے پھول
چکائے دو دوہرے اور سندوڑ کی قابلی نے اپنے گھر کے مانے گلی کی گھر میں چیل کے پرانے درخت
کے سامنے جاتے تو بھی جمال وہ مچھل پوچھ کر تھی۔
نجاگے کہاں ہے اس کے درخت دیکھ کر اسے اپنی موئی یاد آگئی۔
اچاکب اسی سے انتیار جیسے طاہر کے درستے "سی" کی آواز لٹکی اور کامنی کا دل دھک
سے رہ گیا۔

کیا ہو...؟

اس نے ترپ کر پوچھا۔ شیر مگ پر اس کا اتحاد ایک لمحے کے لئے بکھرا کیا تھا۔
"کچھ نہیں علمیں رہو۔"

طاہر نے کہا۔

لیکن... وہ مطمئن کہا رہ تھی تھی۔
طاہر نے اس کی آنکھوں میں نبی دیکھی تھی اور اسے افسوس ہو رہا تھا کہ اس کے منہ سے
غیر ارادی طور پر "سی" کی آواز کیوں نہیں ہے۔

کامنی نے اچاکب کی گاڑی سڑک کے کنارے روک دی تھی ہاتھ بڑھا کر اس نے
چھلی سیست پر ڈھرنا پاپک کھولا اس میں اپنی گرم چادر اور "پیتا ببر" (جنما کپڑا، جس پر اشک وغیرہ
لکھے ہوتے ہیں) کھالا یا۔

"پیتا ببر" اس نے طاہر کے لگے میں ڈال دیا تھا اور اس کے سر پر بندھی بندھائی
گپوی اتار کر اس کی سیست کے پیچے رکھی تھی کہ دیوارہ آسانی سے وہ اسے سر پر رکھ سکے۔ گرم چادر
اس نے طاہر کے گھم پر ڈال دی تھی۔

"طاہر لیست جاؤ... آنکھیں بند کرلو... اس آدم حکشن اور... صرف آدم حکشن۔"
اس نے اپنی گھری کی سوچیوں پر نظریں ڈالتے ہوئے اس کی سیست کا یور آ خریک دہار

قریباً ساری ناگلیں پھیلانے کی جگہ بادی تھی.....
ظاہر نے اس کی طرف دیکھا۔ زخمی مکراہت اچھا لی اور سچا ہے ہوئے بھی بھس اس کا
دل رکھنے کے لئے ناگلیں پھیلانے۔
"آل رائیت میڈم۔"
ظاہر نے کہا اور کامنی کی آنکھیں چھلک گئیں۔
بے احتیاط رہو کر اس نے رو ہتے ہوئے اپنے سڑاہر کی شانے پر رکھ دیا۔
"کامنی اگر تم خوش دار گھس تو پھر دونوں ہارے جائیں گے۔"
وقت کی نزاکت کا احساس ظاہر نے اسے دلا کر دلسا نہ ہے ہوئے گہا۔
کامنی دوسرے ہی لمحے سچل چھک گئی۔
"آپنی ایم سوری... آپنی ایم سوری۔"
اس نے ظاہر کی طرف دیکھ کر اپنی آنکھیں اپنی قیمیں کی آسمیں سے صاف کرتے
ہوئے کہا۔
دوسرے ہی لمحے اس نے اکسلیٹر دیا۔ گاڑی ایک مرتب پھر ہوا سے ہاتھ کرنے لگی۔
تمی۔

○ ○ ○

سلطان اس کی منزل تھی
ہاتھ پر دلش کا یہ سرحدی قبضہ اس کے لئے کبھی ابھی نہیں رہا تھا یہاں اس کے گھنیں
کی روست ڈاکٹر شیلا اپنے خادم کے ساتھ پر پیش کر تھی۔
شیلا اس کی واحد ازدار سببی تھی ہے علم تھا کہ کامنی اگر والی کیا تو کری ہے اور اسے کیا
کیا پڑ پڑیتے ہیں۔
شیلا جاہ بھی ہوتی دو تین ماہ بعد کامنی اس سے مٹے وہاں ضرور بکھنی جایا کر تھی۔
حمرت کی بات تھی کہ اس نے شیلا کو یار کھا تھا اور تو اپنے ماضی کے حوالے سے اکھی اچھا
نہیں لگتا تھا۔ شیلا کو بھی کامنی سے بہت بہت تھی۔ اتنی بہت کہ اس نے ڈاکٹر جیکب سے شادی کی
اطلاع صرف اسے دی تھی۔

برائمن گھرانے کی ڈاکٹر خیال کو ڈاکٹر جیک ب سے ایک سرکاری اچنال میں
ہاؤس چاب کرتے ہوئے محبت ہوئی اور دلوں ایک درسرے کے نزدیک آتے گے۔ اتنے
نزو دیک کرنے کے بعد موجودہ ہرم اور سانچی دیواریں ایک ایک کر کے کرتی جلیں گے۔
اس روز جب وہ پھری پر گھر آئی تو خانہ بھی گھر آئی ہی تھی۔ محل کے طالبین گھر میں
 داخل ہونے پر اس نے سب سے پہلے ڈاکٹر خیال سے متعلق دریافت کیا۔

”بہرے رام۔ ہرے رام۔“

خیال کا نام بتتے ہی اس کی ماں نے اپنے کاںوں کو جاتھکائے۔

”جی۔ کھو جی۔“

اس کی موی نے گردان بلاتے ہوئے کہا۔

”یا آپ کو کیا ہو گیا ہے۔“

اس نے رفون کو جراحتی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اڑے یہاں اس کلنوئی کا نہ لیتا۔ اس نے تو خاندان کی لیاں بڑوی۔“

اس کی موی نے حسب عادت سنبھل لاتے ہوئے کہا۔

”اوہ موی کیا پیٹیاں بھجواری ہو۔ پکھڑنے سے بولو یا جنگی ائے سیدھے اشوک
الاپر ہو گی۔“

کاشی نے چکر پوچھا۔

”اوی بی۔ کیا پچھتی ہے۔ ناپے کی ہیئت ڈاکٹر سے اس کے تعلقات قائم ہو
گئے ہیں اور اب دہاں شادی کا تھاض کر رہی ہے۔“

اس کی موی نے کہا۔

”بس۔ اس میں کیا قیامت آگئی۔ کمال کرتی ہیں آپ بھی۔ شادی اس نے
کرنی ہے اور صیانت آپ نے مولے رکھی ہے۔“

کاشی نے اپنی موی سے کہا۔

”دکھ لے ٹکٹکا دکھ لے۔ دکھ لے اپنی لاڈی کے کرقت۔ پیس کی بوکری کیا کر
لی۔ زبان بھی گزر بھر لی ہو گئی ہے۔“

اس کی ماں نے موی کو طمعنہ دیا کیونکہ کافی کا اپنی ماں سے کم اور اپنی موی سے زیادہ
تعجب تھا۔

”اڑے گھبرا جیں۔۔۔ غمک ہو جائے گی۔ میں سوی واجھن کر رہی ہوں اس سے
لئے۔۔۔ ہومان چالیسی پڑھ دیتی ہوں۔۔۔“

موی نے اس کی ماں کو کلی دی۔
کافی اس دوران خیال کے گھر کی طرف جا چکی تھی جہاں ایک الگ طوقان بدتری برپا
تھا۔ اس کی ٹھل پر نظر پڑتے ہی خیال کی ماں پھٹ پڑی۔

”وہاں خراب ہو گیا ہے اس کا۔۔۔ ابھی تک اس کا باپ مندر کا پروہن ہے اور یہ میں
ہے ایک ہیئتی سے شادی کرنے۔۔۔“

”اوہو۔۔۔ موی اس میں کیا بہائی ہے۔۔۔“
کاشی نے اس کی ماں کو جھکانا چاہا۔

”اچھا تو یہ بات ہے۔۔۔ تو بھی اس کا ساتھ دے رہی ہے۔۔۔ گویا تم دلوں ہماری
برہادی پر گل گئی ہو۔۔۔“

ڈاکٹر خیال کی ماں روپڑی۔
ڈاکٹر خیال کا باپ کشمائندر کا پچاری تھا۔ ان کا گھر انہی خاص پڑھت گھر ان تھا۔ اور

ان کے ہم اسکی بات کا تصویر بیس کیا جا سکتا تھا جو شیلا کرنے چاہی تھی۔۔۔

”اڑے ماں میں نے لپا ہاں کر کے ہندو ہرم کے طالبین شادی کرنے کے لئے تیار
ہے۔۔۔ اور کیا پا چھیں۔۔۔“

ڈاکٹر خیال نے اپنی ماں کو کلی دینی چاہی۔
سین۔۔۔ اس کی ماں نہیں مانی۔

ایک برائمن بڑی جس کا باپ مندر کا پروہن ہوا کی کوئی حرکت کرے تو ان کے لئے
اس سماں تھے میں زندہ رہنا ممکن تھا۔

بہت دلکش اور بولی خیال کے بھائی نے اس پر چھانٹ جل کیا تھا۔۔۔ کاشی کی تھی کی
موجو گئی تھے اسے پھالیا۔ ڈاکٹر خیال کو پادل خواست گھر دلوں سے الگ ہو کر ڈاکٹر جیک ب سے

شادی کرنے پڑی۔ اس نے شمل میں کوئتہ بیرج کر لی تھی جس کی اطلاع صرف کامنی کو تھی جو اس وقت دونوں کے ساتھ کوئتہ میں موجود تھی۔
ڈاکٹر شیلا کی درخواست پر اس نے ابھی تک اس کا یہ لیں کی کوئین دیا تھا اور اس کے والدین کو ایک تباہ تھا کہ وہ گذشتہ چھ ماہ سے اس نے نہیں طلب کی تھی کوئین تھا کہ وہ اپنی بیوی کے پاس گھوڑا رہے گی۔
اس نے طارکوڈا ڈاکٹر شیلا کا تھارف کروادیا تھا اور اسے ایک Cover Story بھی سمجھا رہی تھی۔

”او۔ کے“

ظاہر نے اثاثت میں گردنا ہالی۔
سرک قدر سے دیران تھی۔ بیان اکارہ کاریں یا رک ہی انہیں رائے میں مل تھے۔
اچاک ہی بادل زور سے گزرا یا اور بارش شروع ہو گئی۔
بیان موسم ایسا ہی ہوتا تھا.....
سولان ابھی بیس بائیس کلو میٹر درج تھا اچاک ہی طاہر پڑ بڑا کر سیدھا ہو گیا۔ کیونکہ سرک کے عین دریان انہیں سرخ لایت بلنے دکھائی دے رہی تھی۔
یہ پولیس ہا کرتا تھا.....
”پولیس۔“

اس نے بیان نظر وہ سے کامنی کی طرف دیکھا۔
”ہاں بھرے خیال سے پولیس ہی ہے۔ تم چپ چاپ اسی پوزیشن میں واپس چل جاؤ۔ ہم گاڑی داہیں نہیں موز کتے۔ میرے خیال سے یہ ان کا معمول کا ہاکر ہے۔ بیان سرکوں پڑا کرنی ہوتی رہتی ہے۔ کوئی خصوصی چیزیں نہیں۔ یہ کلو۔“
کہتے ہوئے کامنی نے ڈالش بروڈ میں ڈھراپ توں اس کی طرف ہڑھا دیا۔ جو طاہر نے اپنے ہاتھ میں مضمونی سے پکڑ کر اسے بالکل فائزگ پوزیشن میں کرتے ہوئے اپنے اوپر چادر ڈال لی اور لیٹ گئی۔!
کامنی نے بڑے اعتماد سے گاڑی روکی تھی۔

ہاتھ میں ڈرچ گٹھے ایک پولیس والا جس نے برساتی اوڑھ رکھی تھی اس کے نزدیک آگئی۔ کامنی نے اپنی سایہ زد کا شیشہ تھوڑا لٹکایا تھا۔

”اپنے انچارج کو جاؤ۔“

اس نے پولیس والے کو کوئی سوال کرنے سے پہلے اگر ہر یہی میں درشت لجھ میں حکم دیا اور اس نے یوں اپناتھ میں گردن بدلائی جیسے وہ کامنی کا طازم ہو۔
خدا جانتے اس نے نزدیکی ہیچ پولیس میں بیٹھے پولیس اپنے سے کیا کہا جو قریباً ہماگتا ہوا کامنی کی کارٹکن آیا تھا۔

”آجی ایم گریوال۔“

کامنی نے اپنا سکھ رکنی کا روز اور انخلی بڑھ کا خصوصی نشان اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا تو اس کے چودہ بیچ روشن ہو گئے۔

”سوری میڈیم۔ سور۔ اصل میں ہم۔“

اپنے کو زبان لٹکھ رکھا گئی۔

”اث ازاد۔ کے کوئی بات نہیں۔ ڈیوٹی آن فرزاں ڈیوٹی ہے۔“
کامنی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

”لیں میڈیم۔“

اپنے نے اپنی ایجیاں جوڑتے ہوئے کہا۔

”ہمیں۔ شیخ بیاس۔“ جانا ہے۔ ابھی اور کتنی دیر کا سفر تھا تھے۔“

کامنی نے جان بوجھ کر سولان کے مختارت کے لیک قبے کا نام لایا تھا۔
”میڈیم۔ ابھی دوستھ اور لیکس کے۔ ڈوست وری۔ سرک بالکل غیک ہے۔
آپ سولان باتی پاس سے لکل جائیں۔ نبی سرک نبی ہے۔ شہر میں داخل ہونے کی ضرورت ہی نہیں۔“

اس نے مستردی کیا تھی۔

”او۔ کے چیک یو۔۔۔ مسٹر راج۔“

کامنی نے اس کے پیسے پر گلی نہم پلٹ پر فلڑاں کر کھا۔

اہجی تک پچھے پڑھنے پڑیں کام میں جت گئی تھی۔
جب کامی اندر آئی تو وہ طاہر کا رخمہ حموری تھی۔
”کیا ہوا تھا؟“
اپنے کام میں صروف ڈاکٹر شیلانے پوچھا۔
”کوئی گلی ہے یار۔“ تجھے اپنے سالے وہنے کاظم تو ہے ناں۔ بس یہ کہو
لے تھوڑے ملاقات کا بہانہ بن گیا۔ آدم حکمت سے تکریں باری ہوں۔ پر کاش کو تباہیا تھا
کہ تمہارے متعلق عوچا چالوں ملحوظ ملاقات کا بہانہ ہیں جائے گا۔
اس نے لاپرواہی سے کہا۔
”بے وقوف آئندہ ایسی غلطی کیجیے کہ رکنا۔ آدم حکمت پہلے ان کے ہاتھ پر گولی گئی
ہے اور تم اب یہاں آتی ہو۔ کامی اہجی تک تمہاری خادمیں نہیں بدلتیں۔ تم کب سیریں ہو
گئی۔“

اس نے غور سے طاہر کا رخمہ کیجئے کہ بعد اپنے کام شروع کرتے ہوئے کہا۔
”وراصل اس میں کامی کا تصور نہیں۔ یہری غلطی ہے۔ پچھے محالہ ایسا ہے کہ
تم روتوں اپنی شاختت گئی تھا کہتے ہیں۔“ سکرت آپ پہنچتا۔ اچاک عن Encouter
ہوا اور مجھے گولی لگ گئی۔ کامی آپ کا ذکر کرنی تھی ہے یہرے ساتھ۔ میں نے عیا سے مجرور
کیا۔ وراثل اس نے اتنی تعریف کروی تھی آپ کی کہیرا انتیاق بہت بڑھ گیا تھا۔ اور اس
نے غلطی بھی جیسی کہا تھا۔“

طاہر نے نہ تنگ کرا رخ بدلتے کے لئے ڈاکٹر شیلانے کہا اور وہ اس کا آخری فتحہ من کر
جے اختیار سکرداری۔

”اس سالی کی کیجیے با تمنہ اتھے مارڈا تھیں۔“

ڈاکٹر شیلانے ایک ہاتھ سے کامی کی کرپے چوتھا گائے ہوئے کہا۔
”ویکھو ستر۔ رخمہ گہرا ہے۔ اگر تین چار دن آرام دیکھا تو اسی بھی لاپرواہی کی تو
ساری زندگی کے لئے بیری دوست کی چان کو روتے رہو گے۔ میں یہ تمنہ سے لیا۔ تمہارا
بہت خون لکل کیا ہے۔ چاہے تو یہ تھا کہ جیسیں کم از کم ایک خون کی بوکل کامی جائے گیں تو جوان
بیجا کیں آتی ہے؟“ اس نے طاہر کے ہاتھ کے رخمہ کو چکر کردا رہ کر لیا تھا کہ گولی گئی۔

اور..... اپنے راج کی گردان پھول گئی۔
اس نے کامی کو باقاعدہ اینڈیاں بجا کر سیلوٹ مارا۔ اپنے کے عقب میں موجود اس
کے پار جاؤں نے اس کی تکمید کی تھی۔ طاہر نے ”چاہی مبرت“ لے طاہر گہری خندسویارہ۔
○ ○ ○
اگلے پندرہ منٹ میں جب رات کے گھرے اندر ہیرے نے سوان کو اپنی گرفت میں
بکرا ہوا تھا۔ کامی کی گاڑی شہر کے ایک کونے میں موجود ماؤنٹن آپارٹمنٹ سے زراہت کر جئے
ہچال کے سامنے رکی گئی۔
یہ ڈاکٹر شیلانے اور جیجہ کا پارک بھائیوں کیلئے تھا۔
حکمتی بجانہ پر روازہ شیلانے خودی کھوا تھا۔
پارش میں بھکتی کامی کی ٹھیک پر نظر پڑتے ہیں شیلانے اختیار آئے بڑھی اور اسے گلے
سے لکایا۔

”پلے گیٹ کھول باتی با تمنہ بھر جوں گی۔“
اس نے کہا اور جاگ کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔
گاڑی اس نے اندر پارک کی تھی اور برآمدے کے نزدیک طاہر کو تارنے کے بعد
اندر کرے سک لائی تھی۔
”شیلانے پر یہ فوراً ان کی سرجری کا بندوبست کرو۔ ایک پھر ہی۔ میں گاڑی دوسرا
طرف لگا دوں۔“

اس نے طاہر کو بخاتے ہوئے کہا اور جوان دی پریشان ڈاکٹر شیلانے کو چھوڑ کر گاڑی کو کلینک
کی دوسرا طرف موجود اس کے گیران مکحے لے آئی۔ گیران میں اس کی پلے سے موجود گاڑی
کے ساتھ اپنی گاڑی پارک کر کے اس نے سامان باہر لکالا اور گیران کا دروازہ بند کر کے قریباً جاتی
ہوئی کلینک میں آگئی۔

خدا کا خیر تھا کہ ہاں کوئی سرینہ بھی نہیں تھا۔
شیلانے کو اس کی تکری اور وہنے کا بخوبی علم تھا اور وہ پچھا اندرازہ اسے ہو رہا تھا کہ
بیجا کیں آتی ہے؟ اس نے طاہر کے ہاتھ کے رخمہ کو چکر کردا رہ کر لیا تھا کہ گولی گئی۔

ہو جس جاؤ کے... بس احتیاط کرو... اور تم بھی...
اس نے کامنی کو پھر محبت بھری کامنی دیتے ہوئے کہا۔
”بیچائی کہاں گئے۔“

کامنی نے ڈائرنر جیک کے تعلق پوچھا۔

”آن ہی کے ہیں شمل... وہاں کافرنس ہے تاں... تمن چارون گلیس مے... اُر تھارا پڑھتا تو شاید کافرنس پر ہی شجاعت... کامنی ہمارا ہے کون تھارا سے سوا... ایک تم ہی تو رہ کی ہو۔“

یہ بات کہتے ہوئے ڈائرنر جیک کا دل بھر آیا تھا اور آواز بھی بدل رہی تھی۔ طاہر اس کے دکھ کو محضوں کر سکا تھا۔

”بس... بس... اب دھیرو جن (اطمینان ملکہ چند بات) بننے کی کوشش نہ کرنا ورنہ میں ابھی بھلی جاتی ہوں... تیرے پاس اپنے فلم بھالنے آئی ہوں اور تو... کامنی مردجہ تھے کہوں نہ کہا کرایے... میں کیا مرگی ہوں... میں ایک لیا کام ہوں تیرے لئے... اور ساء! میرے ہوتے ہوئے اگر کسی اور کسی بھائی کا لالی تو دیکھ لےتا... یہ قسم بھری ہماری انی کوچھ کہ جیک کو پکھن نہیں کہا۔ اس کے آگے نہ کہنا پکھ۔“

اس نے کہا۔

اور... آنسو بھری آنکھوں سے ڈائرنر جیک اس سے لپٹ گئی۔ اس نے باقاعدہ رہنا شروع کر دیا تھا۔

طاہر کو اس مظہر نے خاص اچہنہ باتی کر دیا تھا۔
اس نے سوچا اگر اس ڈائرنر کی کوئی کوئی وجہ نہ کامنی کی داد دیکھیں اب کسی اس سے نہیں ملا تھا سکے گی تو اس کے دل پر کیا گزر رہے گی۔

دونوں سماں نے ایک دوسرے کو تسلیاں دے کر ناٹلی کیا۔
طاہر نے اپنے کپڑے بدل لئے تھے۔

ڈائرنر جیک نے سے روکھش نکانے کے بعد گوکوز کا کرسی پر لانا دیا تھا۔ وہ ان دونوں کو اپنے پیڈردم میں لے آئی تھی... اور یہ اس کی کامنی کے لئے محبت کی انجام تھی کہ اس نے بخیر کچھ

چاٹے... مجھے طاہر کو پانے پیدا کر دیں اکٹھی۔
کمرے میں بیڑ پل رہے تھے اور طاہر پر غود کی طاری ہونے لگی تھی... اسے اب بہت سکون محسوں ہو رہا تھا۔
”اُنگی اُنہیں سوئے نہ دیتا... کچھ کھانا ضروری ہے... میں کچھ بنانا کرلاتی ہوں۔“
شیائے کامنی سے کہا اور کمرے سے باہر جلی گئی۔

○ ○ ○
”آئی ایم سو ری طاہر... جیہیں فٹ ایم میں دبر ہو گئی جیہیں بھج دی جی۔ رائے میں ایک دوسرا کری ہستال تھے... ٹین میں خڑھے بیٹیں مول بیٹا پاہی تھی... میں جاتی ہوں طاہر کر کرچی سوچنگا کے اور پھر ہمارا ایک ”چیک سٹم“ ہے ڈیڑہ دوں کی فوجی ایمیٹ کی وجہ سے بیساں اینجنسیاں آپر بہت کرتی ہیں۔ لیکن ”رائے“ کو ان میں سے کسی پر اعتماد نہیں۔ یوں بھی ”رائے“ کا ”سی آئی“ کا نتھا اٹھیں صس سٹم بہت مضبوط ہے۔ انہیں جیسے ہی سرے فراہی خرچی ہو کی تو بچتے چاٹیں اور حفاظات میں ان کی ہر حساس چیک پر ”رائے“ نے ظفری کا ذری ہوں گی۔ طاہر جیہیں بہت تھیف ہوئیں۔ لیکن سیر اول گوارن دیتا ہے کہ تم ایک تکلیف خاطر میں لانے والے نہیں ہو۔ ہم اب تدریسے گھوٹلے ہیں اگر کیا یہ دوسرا صوبہ ہے لیکن کوئی سوچنگا اگر پرانا صاحب پر نظر کر سکتا ہے تو وہ لوگ ہی سوالان کے تعلق سوچ سکتے ہیں۔“

بات کرتے کرتے رک رکاں نے طاہر کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔ اور کمزوری سے اس کا رنگ پیلا ہوا تھا۔
”اوہ ماں! گاؤ۔“

کہتی ہوئی وہ اس پر جھک کر طاہر کے سر اور ماٹھے پر ہاتھ پھیرنے لگی جہاں پیسہ کی نغمی سخی بندی اس تھر کی سردی میں بھی چپک رہی تھیں۔
”تم نجیب تو ہو ہاں۔“

اس نے بچھنی سے دیا فات کیا۔
”ہاں... اب بالکل نیک ہوں۔ کامنی تم گھبراو نہیں... میں اتنی جلدی چھٹی کرنے والا نہیں ہوں۔“

اس نے سکراتے ہوئے کامنی سے کہا۔

ظاہری کی رُغبی سکراہت کامنی کی جان لے گئی۔

"ظاہر اب ہم جہاں پہنچ چکے ہیں اس ملک میں ہیرے نے سب سے گھونٹا قلعہ بیسی ہے۔ شیلا میری بھرپور دوست ہے اور اس کے موہر وہ غماقے کا سامنے میرے اور کسی کو مل پیش۔"

یہ کہہ کر اس نے چھتر الفاظ میں شیلا کی بھائی بھی صادی اپاکے دروازہ کھلا اور شیلا اپرے اخراجے اندر پالی اگئی۔

"بہت کمزوری ہو رہی ہے۔"

کامنی نے شیلا کو ظاہری طرف تجھڑ کرتے ہوئے کہا۔

"اُرے بھائی اتنا خون بہ کیا کیا خون پنے سے طاقت آئے گی۔ اب مجھ تھارے دندے کامنی تو ہے ہی۔ ورنہ اصولی طور پر ڈاکٹر ایسے مریض کا علاج کیوں کرے جس کا جان بوجھ کر خون بھایا گیا ہو۔ اچھا یہ چکر۔"

اس نے کامنی کی طرف سوپ کا پیالہ بڑھاتے ہوئے کہا۔ شاید وہ ظاہری کی حالت کے پیش نظر سوپ بنا کر اگئی تھی۔

"بھائی صاحب آپ براہم مائے گا۔ میں اسے بہت پکھانا بھی ہوں۔ اب اس کم بہت کے سوامیر اور ہے یہ کون؟"

اس نے ظاہری طرف دیکھ کر سکراتے ہوئے کہا۔

کامنی نے ظاہر کو سہارا دے کر پلک پر بخایا اور اسے سوپ پلانا چاہا۔ لیکن ظاہر نے اس سے سوپ لے کر خودی پیٹھا شروع کر دیا۔

سوپ پینے ہوئے اسے قدرے راحت محسوس ہو رہی تھی۔

کامنی نے غالباً برلن ایک طرف رکھ دیئے۔ ظاہر کے بار بار کہنے کے باوجود اس نے خود پکھنیں لیا تھا لیکن ظاہر کی اس دھمکی کے بعد کہ پچھرہ بھی پکھنیں کہائے گا اس نے سوپ پیتا شروع کر دیا تھا۔

شیلا نے ظاہر کو درجم کرنے کی کوئی بیوں کے ساتھ ایک خواب آردا بھی دے دی تھی اور اب اس کا بندہ پر شرار پھر پچھیک کر رہی تھی۔

"وہر فل۔"

اس نے بلند پر شرچیک کرتے ہوئے ظاہر کو اور بھرپور کامنی سے چاٹپ ہوئی۔

"بچہ پھر بچہ ہے۔ مجھ سک کنڑوں ہو گا۔ میں نے سونے کی دوادیے دی ہے۔ بندہ جائے تو انہیں جگانا نہیں۔ اور اڑاپ بھی ابھی بکھر پڑے گی۔"

"او۔ کے۔"

کامنی نے سر ہلایا۔

تو پکھ کھالے۔ میں ذرا ان کی "سلامیڈز" دیکھوں۔

شیلا جس نے ظاہر کا پکھ خون نہونے کے لئے سامل کیا تھا۔ اپنی دوست کی خاطر خود

ہی لیہاری میں اس کا خون شکن کرنے جا رہی تھی۔ اسے خوفزدہ تھا کہ ظاہر کوئی آنکھوں نہ ہو گیا

ہو۔

پچھرہ بیس منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی۔

اس دو ران ظاہر کو خند آگئی تھی۔

شیلا کامنی کو اشارے سے درسے کرے میں لے گئی۔

"کیسے؟"

کامنی نے پھٹے ہی بے پیدا سے پاچھا۔

"بڑی بہت والا ہے۔ سائی تو چوڑا تھا مارنے والی کہاں ہے۔ کمال ہے بھتی۔ تمام

رپروپ بالکل پیکر ہیں۔ اب کوئی مجرمانہ والی بات نہیں۔ زخم تو روز ہی میں پھیک ہو جائے گا۔

ابتداء سے بھر نے میں چسات دن لگیں گے۔"

شیلا نے اس کی طرف دیکھ کر آنکھ دھانی اور کامنی بے اختیار سکراہی۔ سکراتے

ہوئے اچاک ہی اس کی آنکھیں بھرا آئی تھیں۔ شاید اس کے لئے اپنے ہذبات پر قابو رکھنا ممکن

نہیں تھا!

یہ احساس تکرنا جو اس کی آنکھوں سے چھکتے تھے۔

شیلا اس کے دلی ہذبات سمجھ رہی تھی اس نے بے اختیار کامنی کو گلے لگایا۔ جنت اگریز

طور پر کامنی نے نارمل ہونے میں پائی منٹ لگا دیئے تھے۔

شیلا کے لیے یہ اپنے کی بات تھی۔ اس کی سکلی تو بالکل مردگی۔ اور خصوصاً اس تو کری نے اس سے عمر توں والی تمام صلاحیتیں چھین لی تھیں۔

○ ○ ○

اردو فینڈز دانے

”شیلا..... اس کا نام پر کاش نہیں۔“

اس نے نازل ہوتے ہوئے کہا۔

”محظے علم ہے کامنی..... یہندو ہجوان نہیں۔“

ڈاکٹر شیلا کے جواب نے اسے حیرت زدہ کر دیا۔

”کیا مطلب ہے چہارا؟“

”کامنی ڈسیر..... میں آخ رکو ایک ڈاکٹر ہوں اور یوں بھی محظے علم ہے کہ اتنی وقت

برداشت ہم لوگوں میں نہیں ہوتی۔“

شیلانے بڑے طہران سے جواب دیا۔

”تم تھیں بھی ہو چکا۔“

یہ کہہ کر اس نے شیلا کو ساری کہانی شادی۔

لیکن..... بالکل بھی نہیں کچھ واقعات پہل کر۔

اس نے طاہر کا تعارف اپنے غانم کی میثیت سے کروایا تھا اور بتایا کہ دلوں کے

درہ میان گھرے تعلقات قائم ہو چکے ہیں اور دلوں ایک دسرے کے بغیر جیسے کا تصور نہیں کر سکتے

جبکہ اس کے اعلیٰ افسران اور سماج کے لئے یہ ناقابل برداشت ہے اس نے وہ جان بیجا کر جاگا

آئے ہیں۔ طاہر پر قاتلانہ جملہ ہوا تھا جس نے انہیں بھائے پر مجبوہ کیا ہے۔

”ہوں لں..... قتیل ہات ہے۔ سالی بڑی باتیں کرتی تھی۔ اب بتا تو بھی پھنسی ہے

ڈاکٹر شیلا نے محبت سے اس کی کمپری ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"شیلا تم تجھ کہتی ہو... میں نے زندگی میں کبھی ایسا سچا بھی نہیں تھا۔ بس تو یہ کہو۔ جس پرست سے مرتضیٰ تھا اس نے میرے اندر موجود رہی کی انسانیت کو مجھ کر دیا ہے۔ لیکن مجھے علم نہیں تھا کہ اس طرح اتنی بے اختیار ہو جاؤں گی۔ شیلا! شاید میں کبھی اتنی محبت نہ کر پائی۔ میرے سامنے چری مثال تھوڑی۔"

اس نے آخوندی بات کے کردار کنٹھیا پر زبردست نقیابی حل کی تھا جس نے خیال کو چاروں شانے چٹ کر دیا۔ اس نے ایک پچھر چوت کے سین میں ہندو مناج کے خلاف دیا اور اسے چند پر ٹھیں چھیں کرنے کے بعد انہیں سچ آرام کرنے کی لائیں کرتے ہوئے دوسرا بکرے میں پلی گئی۔

پس تو کامنی پلے ہی مطمئن تھی۔

لیکن... شیلا کے دو دیے نے اس میں زیادہ احتدا پیدا کر دیا۔ اسے امیمی تھی کہ اس "اہنگ" سے کل جانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

طابر گرمی نہ دیند رہا تھا۔ ڈاکٹر شیلا کی دوا کا اثر تھا۔ کامنی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی دانت میں اس کی بیٹھنی چوک کی اور مطمئن ہو کر سر ملائی اس کے بستر کے بڑے یہی ایک آرام دہ کری پا۔ لیکن پھر ملائی کری ٹھری۔ اس نے اپنے پاؤں طابر کے پلک پر گھکھے تھے۔

کامنی سونا چاہی تھی۔ لیکن اسے نہ دیند اس آرٹی تھی۔ طابر کو بھی ٹھک بخار تھا۔ ذیل پر دمکتے بھادے اونچکی آئی اور وہ کہتی پر ہو لے سے سو گئی۔

طابر کی آنکھ معلول کے مطابق بیج چڑکی نہاد کے وقت کھلی تھی۔ اس نے دیکھا اس کے سرہانے لفڑی گلکووز کی بیکن نالی تھی۔ کامنی نے اس سے ڈرپ الگ کر دی تھی لیکن اس کے بازو میں سرچلی ہوئی تھی۔

طابر کو کامنی کی حالت کا اندازہ تھا وہ جانتا تھا کامنی صرف جسمانی تھی نہیں روحمانی کرب کا بھی دلکار ہے۔ خصوصاً سے گولی لگتے کے بعد سے دل اشووری طور پر خود کو اس کا ذمہ دار سمجھ کر کہا کردا احسان گناہ کا لکھا رہا ہے۔ ایک ہاتھ سے

اے اس حالت میں لیٹے دیکھ کر طابر کا دل بھرا یا۔

کری میں میزگی میزگی سوری کا تھی کی گروہ ان ایک طرف کری کی پشت سے بھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر اس لمحے ایک دنماں کی صورتی سوت آئی تھی۔ طابر جو اون ہو رہا تھا کہ بھی "ر" کی اندر کرکہ تھی اگر والے ہے؟ اس کے سامنے ایک مقصود اور مظلوم بیگی کی طرح دکھائی دے رہی تھی۔ بھر کی نادیہ اسی تھی کہ اس کے کافوں میں سرگوشی کی کہیں کامنی کا اصلی درپ ہے۔ اس سے پہلے جو کچھ بھی تھا وہ اصلی اسلیت نہیں تھی و تو ایک خوب تھا جو حالات اور سماں نے اس کے چہرے پر زبردستی کی تھا اسے موقعاً اس نے قاتب کو پھٹک دیا۔

طابر نے کوٹ پول کر اندازہ کیا کہ اس کی توہاناں پاں وہیں لوٹ آئیں ہیں۔ اینی دانت میں وہ آواز پریا کے بغیر اٹھ کر بیٹھا۔

لیکن..... ابھی اس نے سہری پر بیٹھتے ہوئے بیکل زمین پر پاؤں رکھتے ہے

جب اچاک کامنی کی آنکھ مکمل ہے۔

"کیا ہوا... تم تجھ کو تھوڑا۔"

اس نے بچھتی سے دریافت کیا اور بے اختیار اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کامنی میں بالکل بھک ہوں۔ لیکن تم کیوں خود کو پیدا کرنے پر تکی ہو۔ چلو انہو شاہزادے کوئی نہ سوچا۔"

اس نے کامنی سے کہا۔

طابر میں بالکل آرام سے ہوں۔

کامنی نے اس کی تشویش چان کر کہا۔

لیکن.... اس مرتبہ طابر نے اس کی بات سامنے سے انکار کر دیا اور اسے پاول نہ واد۔

سامنہ والے چک پر لٹپاڑا۔

طابر اپ باتھر دو کارخ کر چکا تھا۔ پانچ دن مت بعد وہ یا ہر آیا تو اس کا چہرہ دھلا ہوا

تھا۔ شاید اس نے دسویکا تھا۔ کامنی کی آنکھوں میں تینکر کیاں وہ طابر آنکھیں بند کئے لیتی تھیں

تھی لیکن کن انکھوں سے طابر کا جائزہ لے رہی تھی۔ جس نے کمرہ میں بکھرے ہو کر بیزیر گلی اپنی

گمراہی سے سوت کا اندازہ کرنے کے بعد کری پر در کامنی کا دو پشاں اٹھایا ہوا۔ اے ایک ہاتھ سے

زیں پہچانے کے بعد اسے مصلحتی تھل۔ کرناز پڑھنے لگا۔
کامی بڑی دلچسپی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ نماز پڑھتے ہوئے طاہر کے
پدر سے پر سکن کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا دکھائی دیا تھا۔
کامی تے اس سے پہلے مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھا تھا لیکن ایسا کون اور مسلمان
اسے کم تھی دکھائی پڑی تھی۔ دعائیں قاتھے ہوئے اس نے طاہر کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے۔ نماز
سے فارغ ہوئے کے بعد اس نے دو پیڈ دبارہ اپنی جگہ رکھا اور اسی کری پاٹھیانہ سے نیک لکا کر
ذینگیا جس پر حمودی دیر پسکا منی ٹھیک ہوئی تھی۔ اپناز خی باتھا اس نے یعنی پر کھا باتھا کر خون
کا بہار اور باڈا تھا طرف زیادہ تھا۔

تحوزی دیر بخ دہ اسی حالت میں سلسلہ بھر جائے کر دینے گئی۔
”محیٰ خدیجہ آری۔“

اس نے طاہر کے نزدیک کارپت پڑھتے ہوئے کہا۔
”کوشش کرو کامی۔ میں بھی بھی جگ لائی ہے۔ خود کو تمہارے نامے تازہ دم رکھو۔
تازہ دم تم سے زیادہ کون جانتا ہے کہ ہمارا تبلہ کن لوگوں سے ہے۔“
”طاہر کسی بھول کر بھی یہ گمان دل میں شلاتا کر میری وجہ سے تم کوئی مصیبت آئے
گی اس سے پہلے میرنا پسند کروں گی۔“

اس نے کہا۔

اور۔۔۔ طاہر کم کر رہا گیا۔

”اوہ میرے خدا۔۔۔ یقین کیوں ہوتے مرنے کی بخش کرتی رہتی ہو۔“
اس نے قدر سے غیر بخوبی سے کہا تاکہ کامی کا مودہ بدال جائے۔
کامی اس کے لئے ناشد ہانے پڑی تھی اس نے ذاکر شیا کو دیکھا مناسب نہیں سمجھا
تھا لیکن بھیں شیلا اس سے پہلے موجود تھی۔

”شیام اتنی جلدی الخوبی باتی ہو کیا؟“

اس نے شیلا کو جراحتی سے دیکھ رہا چھا۔

”ارے کون سمجھت اخوتا ہے اتنی جلدی آج تو یوں بھی ”ویک ایڈ“ ہے لیکن تیری

خاطر اپنی نیند رکھنی پڑے گی تاں۔“

اس نے کامی کی طرف دیکھ رہا عادت آنکھ بانی۔

”اچھا! اچھا! ازیادہ قربانی دینے کی ضرورت نہیں۔ تم جا کر اپنے مریض کو چیک کرو۔

میں ہشت چار کوئی ہوں۔“

اچھا۔ تیری سرپنی۔ میں تو چاہتی تھی اپنے مریض کی تھارداری تو ہی کرے۔“

ٹیکانے پڑتے ہوئے کہا۔

اور۔۔۔ کامی کا جواب سن کر بیدار میں کوئی طرف چل دی۔

”بیلو سترخان کیسے ہیں آپ؟“

”اس نے کہی پر سکون سے یعنی طاہر سے کہا۔

”ایک دم شاندار آپ کی روائے تو کمال کر دیا۔ میرے خیال سے کل سب

اچھا ہو جائے گا۔“

طاہر نے ایک لمحے کا وقف کے بغیر کرتے ہوئے جواب دیا۔ کامی اسے بتا گئی تھی
کہ اس نے خیال کو عحد میں لے لیا ہے لیکن اس نے خیال اکملی کی بجائے وہ کہانی سنائی تھی جو طاہر
نے پیدا کر تھی۔

”تیری دل میں آپ کی اس جا سوسکی دعا۔“

ڈاکٹر شیلا نے ملچھ کوپ گلے میں دلتھے ہوئے کہا۔

”اس کا کریبیت ہی آپ کو جاتا ہے ڈاکٹر شیلا۔ وہ بھی آپ کی دوست ہے۔ ایک

لختے سے آپ کی تریہوں کے پل باغھر رہی تھی۔ اب تھارا تھی طور پر آپ کے پاس آگئے۔ ایسا

نہ بھی ہوتا تو اگلے تین چار روز میں بھیں یہاں آنا تھی تھی۔۔۔ سولان بڑا خوبصورت مل شیخ ہے

میں یہاں پہلے آپ کا ہوا۔“

طاہر نے کمال ہوشیاری سے جھوٹ بول دیا۔

”ایک بات کوہن خان بھائی۔“

اس نے ملچھ کوپ ایک طرف رکھ کر اس کی جسمانی حالت سے قدرے ملٹین ہو کر

کہا۔

طاهر محمد تنگوٹی تھا۔

"محیط علم ٹیکس کا آپ میں سے پہل کس کی طرف سے ہوئی تھی لیکن کامی کا دل جیتا
مہما بحارت چلتے سے زیادہ برا کار نہ ہے۔ ہمارا بھین، لڑکیں اور اب جوانی میں اکٹھے گزرے
ہیں۔ میں اسے بھی طرح جانتی ہوں۔ کامی جب کی فصل کر لے تو اس پر آخری دم تک
کام بھتی ہے۔ اس اسے اپنے ایک نیٹ کا پچھتا ہوا باتھا کر اس نے "ر" کی توکر کیں کوئی کری
شاید قدرت نے تم دونوں کاملاپ میں اس لئے کروایا ہے کہ اب اسے کامی کی مزید ٹینش
برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ خان بھائی مجھے یہ بات کہنی پڑتا ہے یہاں تک اچھا نہیں ہوا پارا ہے
کہہ دیتی ہوں علم ٹیکس زندگی میں اب کہ ہمارا کاملاپ ہو گا۔ وہاگی کی نہیں۔ سوچتی ہوں
ذکر کی تو ایک طالش کی ول میں رہ جائے گی۔ خان بھائی۔ شاید ٹینش یعنی نہیں کہ کامی
اور میں دونوں دھارک ہندوگر انوں میں حرم یعنی کے بارہوں کی بندوں میں پا سکیں۔ شاید
شرط یہ ہے ہم چاہی کی طالش کے مش پر تھے۔ میں اپنی بات اونٹنیں کہیں کامی کے حق
ضرور کوہن کی کمر رکنی ہے بھی اپنا چال ٹینس بارہ سکتی۔ خان بھائی ایکن کے نہ ڈکی میں ایسے
موقع آئیں کہ آپ کو کامی پر خصاً یے لیکن تب اپنی اس بھن کی خاطر اسے معاف کر دینا۔
ڈاکٹر شخاڑا کہا۔

ظاہر اس کے انداز لگنگو اور پھرے کے چند باتات سے اندازہ لکھ سکتا تھا کہ داکٹر شاکو اپنی درست سے کتنی محنت ہے اور وہ اس کے لئے کیا کیا کر کر رہے گی۔
”ڈاکٹر شاکو...“ میرے پاس کوئی ایسا بیان نہیں جس کے ذریعے ناپ قبول کر کے میں اپنی چاہی اور چند بیسی قوت ناپت کر سکیں۔ میں ایک بات ضرور ہے کہ میں کامی اور آپ دونوں کے اختار کو کبھی بھی نہیں پہنچاؤں گا یہ سارا وعدہ ہے۔“
اس نے اپنا دلایا۔ ماحظہ کا اکٹر شاکو اسی طرف ہوا۔ حادثہ۔

"Wish you all the best"..... وش یوآل دی بیٹ

ڈاکٹر خیلانے اس کام تحریک جو شی سے دبایا اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ یہ فحص جمیعت
نہیں بول رہا تھا اور اکاری کر رہا ہے۔

دروازہ کھلا اور کامنی ناشے کی بڑے حکیلی اندر آگئی۔

”کی چل رہا تھا؟“

"وغلاری تھی خان بھائی کو..... لیکن مشکل ہے بھی....."

شانہ ختنہ ۲۷

جیل پرست

ڈاکٹر شیلا نے اپنی سایا تھا کہ تم چاروں بنک ڈاکٹر گز کے بیسیں آئتے اور وہ اکیلے اپنے دمغیں باتھوں کے ساتھ چکیکے چلا رہی ہے۔

ظاہر نے اندازہ کر لیا تھا کہ یہ پرانے بیٹھم کا چھوٹا سا ہبٹال تھا ہے وہ لوگوں میں
بیوی مل کر چارہ ہے۔ ڈاکٹر اس سرخ منہ تھا اور ڈیلاپ بہت اچھی فربن بھی تھی۔ یا تھاں تھاں آج
یہاں کوئی موجود نہیں وہ سرپال عموماً دو تین مریض شدروزی ملا جان رہا کرتے ہے۔ روگوں نے
سرکاری تو کری پا سے ترجیح دی تھی ایسے اندر اچھی تکمیل کر کری ہبٹال سے دایستہ تھا لہاری سلطے
میں ڈیلپ گئے ہوئے تھے۔

"مجھے اک لیکھ میں جانا ہے۔ یہاں گھر کے اس حصے میں کوئی لڑیکھ نہیں ہوتی۔ تم جاتی ہو تو کرتا ہے، دوپون پنڈت نہیں کرتے اس لئے اٹھینا سے یہاں جب تک رہنا چاہتے ہو رہے۔ مجھے کہا تو نہیں چاہے جیس کہ دیگر ہوں کہ اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھنا اس کا ہر شے پر تمہارا اجتماعی حق ہے جتنا سیر آزاز کا۔"

کاسی نے استھانہ لفڑوں سے طاہری طرف دیکھا تاہم اکلا پورام جاننا چاہی

"میرے خیال سے ہمیں جلدی انکل جانا جائے گی، ہماری وجہ سے ڈاکٹر شالار....."

۲۷

کامنی نے اس کی بات کا نتھے ہوئے کیا۔

۱۰۴۷۔ کم از کم آج سارا دن اور اگلی رات جیسیں میں گزارنا ہو گی۔ یہ تھا رے آکھوڑے کے لئے ضروری ہے۔ شیلا مجھے زندگی پر محفوظ ہیں کرے گی اگر ہم یہاں سے اے

تائے بخیر کل گئے دکل سچھ تھا رے خم کی بیشیت جانتے کے بدھی کوئی نیصل کرے گی۔ ”

”ہوں... بھی تمہاری مرپی۔“

طہر نے سرتسلیم خم کیا۔

”تم زیادہ آرام کرنے کی کوشش کرو۔ میرے خیال سے میں اب یوپی کی طرف واپس جانے کے بجائے ماچل پر دلشیں ہی میں کچھ عرصہ چھپنا پڑے گا۔ اس طرف ان لوگوں کا خیال کم ہی جائے گا۔ یہ بھی وہ سرحدوں کی طرف جانے والے تقریباً تمام مکھڑا سے اب تک سل کر چکے ہوں گے۔ اور سب سے اہم بات یہ کتاب سے تصوری دیر بعد سمجھ اجھیں کرعل منگیا کی لاش مل جائے گی جس کے بعد مگن ہے وہ اس گاڑی کے محتل جانکاری حاصل کریں جو مدارے قبضہ میں ہے۔“

کامنی نے غصہ نیٹھا بر کیا۔

”ہاں... یہ سب سے اہم بات ہے۔ گاڑی مکھانے لگانا ضروری ہے اور یہ بھی مم فہرنا چاہیے کہ گاڑی ڈاکٹر کے لیکن لکھ آئی۔ میرے خیال سے پوس دلوں کو تو کچھ بیاد نہیں رہے گا۔ تم نے اسے قلعہ منزل تائی ہی۔“

طہر نے کہا۔

”ولی... مجھے سب سے پہلے گاڑی کو مکھانے لگانا ہو گا وہ بھی فوراً۔ یہاں صحیح زیادہ مودومنٹ Movement نہیں ہوں۔ مل شیخن بے اور کل بیان خیور ”جو لاکھی“ میلا شروع ہو چاہے کا۔ قدرت ہمارے حال پر خود ہی ہمراہی کر دیں گے۔“

کامنی نے کہا۔

”لیکے ہے۔ اپنا خیال رکنا اگر مناسب سمجھوتے میں تھا رے ساتھ چھاتا ہوں۔“

طہر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”تم مطمئن رہو۔ مجھے علم ہے کہ کیا کرنا ہے۔ تم آرام سے بیٹھ رہو۔ زیادہ مناسب سیکھی ہے کہ سونے کی کوشش کرو۔ طہر تم امدازہ نہیں کر سکتے جیسا مجھے سے کتنی محبت کرنی ہے۔ اگر تھا رہنا بخارنا ترا تو وہ کبھی بھی بیان سے نہیں جانے دے گی۔ بکھی بھی۔“

کامنی نے میر سے گاڑی کی چاپیاں الماتے ہوئے کہا۔

”مذکور... خدا ہافت۔“

طہر کے لئے اس وقت کامنی کی بات مانے کے ملاودہ کوئی دوسرا چارہ نہیں تھا۔ کامنی اس علاقتے سے آگاہی رکھتی تھی اور جسمانی طور پر بھی فی الواقع وی زیادہ اکٹھو تھی۔ ڈاکٹر شیلا کا کوٹ پہننا کر دہ بارہ لکھ تھی۔ طہر دل میں اس کی کامیابی کے لئے دعا کرنے لگا۔ اس نے بوریت سے نیچے کے لئے وی آئی آر کریا۔ ڈاکٹر شیلا نے کبل لکھتی ہوئی تھی اور طاہر ڈش کے پر ڈگر اس سے لطف اخذ کر دیا تھا۔

ایبھی تھک ڈاکٹر شیلا کا کوئی ملازم ڈیٹی پر نہیں پہنچا تھا۔ کامنی نیچے اس کے لیکن میں آئی تھی۔

”لکھو۔“

ڈاکٹر شیلا نے چوچے کر اس کی طرف دیکھا۔

”گین کھلو۔“ میں گاڑی بیان سے لے جاؤں اور کہیں اور چھوڑ دوں گی۔“

کامنی نے اسے بتایا اور شیلا ایک بھگتی دہ کیا تھی ہے۔

”پلو۔“

اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

کامنی نے کیران کے ایک کرنے میں ہر بے ذم سے ایک پلاسٹک کین میں کچھ پڑوں لے لیا تھا بیان لوگ مٹی کا تحلیل اور پڑوں اکٹھ شور کر کے تھے۔ ڈیگاڑی میں رکھ کر اس نے گاڑی شارٹ کی اور باہر آگئی۔

شہری مردی نے باہر کے محل کو مجھد کر دیا تھا۔ وہندی وجہ سے چند گز در بھی کچھ ساف دکھائی نہیں دیتا تھا۔

کامنی نے اپنے ڈین میں اس سڑک پر گذشتہ سال کے سفر کو ہر بیان اور ایک نیٹلے پر بھی کر گاڑی آہستہ آہستہ چالی ہوئی شہر سے باہر لے آئی۔

○ ○ ○

اس نے جنوب کی سفر شروع کیا تھا یہ نیز خامیز ہاپہاڑی راست تھا جس پر درخت کے ہمند کھائی دے رہے تھے۔ شیلانے جان بوجہ کر رہا تھا نیا تھا۔ اب وہ تربیا بھی سڑک پر

بچگل میں داخل ہو چکی تھی۔

عام حالات میں شاید ایسے خطرناک راستے پر اس موسم میں کوئی سفر کرنے کا خطرہ مول
شہر یا گھنیں اس کے لئے ناگزیر تھا۔ اب وہ بچگل کے اندر ہی اندر پڑتی چاری تھی تریا آدمیوں
کے بعد وہ اسکی بچگل تھی جیسی جہاں راستہ گھری کھاتی تھے تکل بند کر دیا تھا۔

بچگل میں درخوش میں ختم کے ضمیرے میں کی طرح زمین پر پل رہے تھے۔ کامنی
نے فٹیں بورڈ سے سارے کاغذات نکال لیے تھے اور اب وہ کامی بیس پلیٹ کا ریڑی میں موجود
نوں تک میں سے چچ کس کھان کر کوں روی تھی اس نے دونوں ببر میٹھیں الگ کر لیں۔

سب سے پہلے اس نے گاؤں کے تمام کاغذات ایک ایک کر کے جلا دیے۔ پھر مطہن
ہو کر سر ہلاتی ہوئی گاؤں کے نزدیک آئی۔ گاؤں کو خطرناک حد تک اسی کھانی کے نزدیک لے
آئی تھی۔

شارٹ گاؤں سے وہ نجیع اتر آئی اور اس نے گاؤں میں درہ بیڑوں کاکل کرائے
گاؤں کے لگے حصوں پر اندر سیڑوں پر بھی طرح چڑک کر خانی کر لیا۔
گاؤں میں مقامی والے کپڑے کو اس نے ایک لگوڑی سے باندھ کر آگ دکھانی اور
جب وہ باقاعدہ جلنے کا تو کامنی نے گاؤں کے سکلے دروازے سے اندر ہاتھ دلا اور اسے گیرتیں
ڈال دیا جلتی ہوئی لکڑی اس نے کچھ قاطلے پر کھو دی تھی۔

گاؤں بچکے سے آگے بیٹھی اور اسی رفتار سے کامنی نے زندہ بھر کر جلتی گکری انھائی اور
سکلے دروازے سے اندر پیچ دی۔ اگر خلود کیکھنے کے لیے وہ بہاں ایک پل بھی نہیں رکی تھی اور
پوری رفتار سے بھاگتی ہوئی در جل جگتی تھی۔

پڑوں نے بارو دکا کام کیا۔ بچک کی آواز سے گاؤں جلتی ہوئی آگ کا گل
سیکھڑوں فٹ کری کھائی میں جا گرا۔

تحوڑی دی رجھ کاٹی دوبارہ ماں پٹی تو اسے بیچے سیکھڑوں فٹ کر گئی میں بھتی ہوئی
گاؤں کا ڈھانچہ دکھائی دیا مطہن ہو کر اس نے سر ہلایا اور دونوں ببر میٹھیں اسما کر سرک کی طرف
پل دی۔

سردی پہنچنے میں اتر رہی تھی۔

ٹکریں۔ اس کے لئے ایسے ہوئی شدائد برداشت کرہ ممکول کی بات تھی۔ یہ اس کے
ترتیب کا اغیار تھا۔ کچھ قاطلے پر موجود ہجہاڑیوں میں اس نے نمبر پلیٹ کی عدد سے زمین کھو دی اور
دوسری بچیں اس میں دبا کر مٹی ڈال دی اب اس نے اپنی دامت میں گاؤں کا نام و نشان فرم کر دیا
تھا۔

یہاں سے سرک سختی پر آٹھوں کوکوئی سڑک کا صلقوہ جو اسے پیدل طے کرنا تھا۔ درودوں
تک کی ذی قصہ کا نام و نشان دکھائی دیں دھا تھا۔ یون ہی یہاں کی جا فور کی موجودگی تو ملکی تھی
اسان کی موجودگی ملکن بھی تھی۔

کامنی نے دونوں ہاتھوں میں دستانے پہنچنے تھے۔ سرپر گرم فوبی اور گمی ہوئی تھی
جو تھی بی جھی جس سے قرباً سارا یہ ڈھک جاتا تھا۔ کردن پر اس نے سکارف پانچھا ہا جاوہ اتنا تھا۔
کامنی نے دونوں ہاتھوں کوٹ کی بیسوں میں ڈال رکھے تھے اور جب میں اپنا پتوں

اس طرح کھاوا ہوا کھا کر ضرورت پڑنے پر فرما اسے استعمال میں لے کے۔
اپنا کام ختم کرنے کے بعد اس نے گھری پر وقت دیکھا جس کے موقع رہے تھے۔ کامنی کو
اسی تھی کہ اول تو کسی نے جلتی ہوئی کار بھکی ہی نہیں ہو گی۔ اگر ایسا ہوا تو بھی یہاں بچپنے کے لئے
بھی کام کام ادا کر کر قیمتی یہاں بچپنے ہے۔

عادت کے مطابق اپنے کام سے مطہن ہو کر اس نے سر ہلایا اور سرک کی طرف اپنے
سڑک آغاز کیا۔ درختوں اور ہجہاڑیوں کے درمیان وہ کسی جھگلی ہر ہن کی طرح راستہ بھائی چلی چاری
تھی اور دل ہی دل سے عالمانگ دیتی تھی کہداستے میں کسی جا فور کا سامانہ ہواں طرح اسے فائز کرنا
پڑتا اور یہاں سے سرک سخت فائز کی آواز آسانی سے بھائی تھی کیونکہ پہاڑی علاقت ہونے کی وجہ
سے کافی گنج بیٹھی اتھوڑی۔

شاید قدرت کو اس کی حالت پر ہم آگے کیا تھا اور وہ ایک سکھڑ میں سرک سخت کیتھی تھی
جہاں اب اکا کامیں اور گاؤں یا آتی جاتی دکھائی دے رہی تھیں ان میں زیادہ تعداد میں وہ لوگ
سز کر رہے تھے جو سولان میں ”جوالا بھکی“ کا ملیدہ بکھٹا رہے تھے۔
کامنی نے یہاں سے کسی بس پر سوار ہونے کے بجائے پیدل چلتے چلتے جانے کو ترجیح
دی اور قریباً ڈیڑھ مکونڈ مسلسل پیدل چلتے کے بعد وہ ایک اور چھوٹے سے قصبے کیچپنے میں

کامیاب ہوئی۔

تینوں نے اکٹھے کھانا کھایا۔ طاہر کا پنیر پچھے باری باری جس پر شایا تے دل بول میں اس کی بے پناہوت ارادی کو سراہاتھ کیونکہ اب تک اس نے خوب کوئی قوت ارادی کے میں بولتے پر ہی قائم رکھا ہوا تھا۔

بھری طرف سے اس مرطے پر کوئی پریشانی محسوس نہ کرنا..... کاشی امگھل علم ہے جلدیا بدیروہ لوگ جو تمہاری علاں میں میں بیہاں لکھ کر لئے جائیں گے جن طفیلان رکھنا کہ میں جیتے ہی کبھی اس بات کا اقرار نہیں کروں گی کہ میں نے جھیں شادی کے بعد کسی دیکھا ہے۔ تم جاتی ہو کاشی کر میں کسی بول رہی ہوں.....

اچا کم ہی اکٹھیا لے سمجھی گی اختیار کریں تھی۔

"اُنچی بیریں نہ ہو ٹھیلا۔ تمہارے دنبات کا اندازہ مجھ سے بہتر اور کون کر پائے گا۔ میں جھیں پھین سے جاتی ہوں..... اس مرطے پر جب کہ بیہاں کی فضا کیسی اور ہوا کسی ہماری دشمن ہیں میں میں سرف تم ایک ایسی ہو جس کے پاس میں مکمل احتمالے آئی ہوں۔ شیخا شایم اس بات کو سمجھ پا کر کسی کمکی احتدام کرنا۔" تارے پر نس کا پلہ اور بہترین اصول مانا جاتا ہے۔ نہیں مگر تیرتیبی دی جاتی ہے کہ ہمارے پرنس میں کوئی لاکی اشتہار نہیں۔ لیکن تمہارے معاملات الگ ہیں میں جاتی تو پوتا صاحب ہی سے ان کے زخم کا علاج کرو کر کسی اور طرف نکل جاتی ہیں خیلی ایک علش سی دل میں رہ جاتی کہ آخری مریجہ جسے مل کر نہیں آتی۔ تو جاتی ہے ہم نے زندگی کا کوئی بڑا فیصلہ ایک دوسرے نو تباہے نہیں کیا۔ جب تاں اس معاملے کوئی نہیں تو زادتیں ایسا کیوں سنی؟....."

کاشی نے بیہاں تو ٹھیلا نے اٹھ کر بے اختیار رے گئی تھی۔

"مجھے علم تھا کامی بی تو کسی نظردار چھوٹا فیصلہ نہیں کرے گی۔ دراصل ہم دلوں اپنے سماں کی باقی ہیں۔ ہم دلوں میں پے ڈھرم کے شہر کے ساتھ زندگی نہیں ہزار کمی ہیں۔ لیکن یہ کسی نہ ہونا کامی کریں یہ ہماری تمہاری آخری ملاقات نہیں ہے۔ ایسا مکن کہ میں زندہ ہوں تم زندہ ہو اور ہم مل نہیں۔ دوبارہ کسی انکا بات زبان پر نہ لانا۔"

دو لوگوں سے ہیں اس قدرے جذبائی ہو رہی تھیں اور طاہر دل میں سوچ رہا تھا کہ گورت کیسا ہی روپ کیوں نہ اختیار کر لے دے۔ بہر حال گورت ہوئی ہے۔

○ ○ ○

یہاں موجود ایک پرائیوریتی کی ادائے اس نے سب سے پہلے اکٹھیا کوفون کیا اور طاہر سے بات کر کے اسے اٹھیان دایا اس کی خیریت دریافت کی اور اپنی منزل بتائے بغیر فون بند کر دیا۔

طاہر جانتا تھا کامی بیچ اس کی طرح تربیت یافتہ ٹھیلا بھی آپس سے۔ اس نے فون پر اپنا نام مکن نہیں بتایا تھا۔ صرف آواز سے کہا تھا کہ اس نے شاید اسکی بیک اس امکان کو ذہن میں رکھا تھا کہ "را۔" نے بیہاں حساس مقامات پر گلے فون بک کرنے کا انعام تک کروا لیا ہوا سے مطمئن تھا کہ "را۔" کے کاڈ ٹھیلی بھن مل کے پاس ہوں نہیں کہہ کر نہیں جیدی ترین موجود ایک نظام ہے اور وہ کسی بھی جگہ اس نظام کو دیکھنے میں رکھ کر لے جائے گی۔

سولان بک و اپنی بختی کے لئے کامنی اگروالی نے پانچ مختلف بیس تبدیل کی تھیں اور دو بہر کے بعد اکٹھیا کے لیکن کیلئے دیوار کا ڈر کر طاہر کے کمرے بک جس بختی کی طرح اور شیخا کو بھی اس کی خیر دردازہ کھول کر اندر آنے پڑی ہوئی۔

"تمہاری یہ جا سوسوں والی عادت نہیں گی۔" بیہاں کیا مصیبت آئی ہوئی ہے جو تم پروروں کی طرح آئی ہو۔"

ٹھیلا نے جو کھانا اس کے انعامات میں رکھے بیٹھنے تھی کہا۔

"تم اسکی بیچی ہو میں دیکھ رہا ہم کھانا آئیں۔ تم اسکی ان بیویوں کو نہیں سمجھو گی۔"

کاشی نے مجتہ سے اس کے کاڈ تجھیپاتے ہے کہا۔

"کاشی تھیک کہتی ہے، بیک بی۔" بھری آپ سے بھی درخواست ہو گئی کہ بیہاں ہماری موجودگی کا کوئی ثبوت بھی نہیں ہونا چاہیے۔ میرے دم سے متعلق دو اوس سے متعلق علاج سے متعلق کچھ بھی نہیں۔"

طاہر نے کہا۔

"تھیک ہے تھیک ہے۔ اب آپ کامی کی طرح سمجھانا شروع کر دیں۔" اس نے تقدیر کیا۔

○ ○ ○

اس روز "جوال کھی" میلے کا آغاز ہو گیا تھا۔ سولان مجھے جوہنے مل سخن پر رفاقت
لوٹ آئی تھیں۔ ہر طرف پلے پڑا بہر جھنڈے اور دو پتے نظر آ رہے تھے۔ درود راز سے کی میلوں
کا پیدل سفر طے کر کے واڑی بیہاں کی مخصوص "بہلا بچا" میں حرکت کے لئے آئے تھے اور
انہوں نے کچھ بلوں ہی کے لئے سکی اس علاطے کو آپا دکھ دیا تھا۔

وہ رات دونوں نے نہجا بیتے ہوئے بھی ڈاکٹر شیلا کے بھندھونے پر بیہاں برسی تھی۔
کوئکلہ گلے رزو و خود طاہر کے زخم کا جائزہ لینا چاہی تھی۔

اس کے بیس میں ہوتا تو ساری تنگی دونوں کو بیہاں سے نہ جانے دیتی تھیں بادل
خواست ان کی حمایت کے مظہر طراز اخراج نہ بدل پر پتھر کر کر انہیں جانے کی اجازت دے دی
تھی۔

ڈاکٹر شیلانے ایک بیک میں طاہر کے زخم سے متعلق تمام دویات اور پیالاں وغیرہ و کم
دی تھیں دونوں کو پناہاں خیال رکھنے کی تھیں کی تھی اور کامنی سے کہا تھا کہ وہ باج روز کے بعد اس
کے زخم کے ناگزیر کھلوادے۔

اس نے کامنی سے اس کی الگ منزل دریافت نہیں کی تھی۔ لیکن اسے اپنی خبریت
سے مطلک رکھنے کے لئے کہا تھا۔

"ایک بات شاید دل میں رہ جائے تو ظشی رہے گی۔ کامنی۔ کاش تم میرے
ساتھ آ رہا جائیں۔ میں جانتی ہوں خان بھائی کا تسلی اس دلیں سے نہیں۔ لیکن قتنے
مجھے یہ کیوں چھپائے کہ اس کا علم نہیں ہو پیا۔"

جائے ہوئے شیلانے کہا۔

"شیلان جاتی ہے کبھی کبھی پورا راجہ بہت خطرناک ہو جاتا ہے۔ بعض باتیں نہیں کی کی
جا سکتیں اپنے بیاروں تک پہنچ جاتی ہیں۔ یہ بھی ان میں سے ایک بات تھی۔"

کامنی نے اس سے لگائے ہوئے کہا۔

دونوں کی آنکھوں سے آنوجاری تھے۔

"خان بھائی۔ یہ اپنی بیہن کی طرف سے حیران ساز راذ بھنا۔ مجھے یہ علم ہے۔"

تمہارے لئے اسے قول کرنا مشکل ہو گا لیکن بیری خواہش کی کارکردگی تھی۔ بھی زندگی میں بہت
سے موقع ایسا آئیں گے جب ہم ایک دوسرے کے لئے بہت کچھ کر سکیں۔

یہ کہہ کر اس نے لفافے میں بند پکھوٹ طاہر کو حمادیے۔
بڑی عجیب سورجخال تھی طاہر کے لئے انہیں وابس لوٹانے سے قول کرنا زیادہ آسان
تھا کیونکہ اس راست پر وہ ڈاکٹر شیلا کی خواہش کو روشن کر سکتے تھے۔

خیال کی آنکھیں اپاک ہی چھکل پڑی تھیں وہ فوراً دوسرے کرے میں جلی تھی۔
کامنی کی حالت بھی مختلف نہیں تھی۔

"کامنی خود کو نارمل رکھو۔ ہمیں ڈاکٹر شیلا کو حرج دکھنیں دینا۔ اس کی مصلحت کا
اعتراف کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے۔ اپنے بھنپت پر قابو رکھو۔"

اس نے کامنی سے کہا اور کامنی کو جیسے ہی اس کی بات سمجھائی تو نارمل ہو گئی۔
اس سرچہ ڈاکٹر شیلا کرے میں آئی تو اس نے ایک بڑا گرم کوت اخمار کھاتا ہیے کوٹ
کو جنہیں مقامی زبان میں "براعنی" کہا جاتا تھا جیسا کہ وہ کمی کی ضرورت اور ناگزیر ہوتے
تھے۔

"خان بھائی یہاں تو کوئی ٹھنک کا نہیں ہے۔ چند روز پہلے شہر سے آتے ہوئے
میں نے آنکر کے لئے یہ کوت خریدا تھا۔ میر اب تھا جا باتا تھا تمہارے ساتھ جا کر خود تمہارے
لئے کوت خریدی تھیں ایسا ممکن نہیں۔ اسے اپنی بیہن کی طرف سے تھنک رکھ کر قول کر لیا۔"
اس نے یہ کہتے ہوئے کوت اس کی طرف بڑھا دیا۔
دوسروں لگک ہو چکے تھے۔

ڈاکٹر شیلا کے بے پناہ غلوں اور کامنی سے بھت نے دونوں کو بہوت کردا تھا اس نے
کامنی کے لئے بھی بہترین گرم کپڑے دیے تھے اور دونوں کو اپنی دعاوں "آنسوؤں اور بیک
حمناؤں کے ساتھ رخصت کیا تھا۔

ان کی خواہش اور کامنی کی مدد پر وہ انہیں رخصت کرنے کے لئے باہر بھی نہیں آئی
تھی۔ اور گھر کے دروازے سے ہی جو کلیک کر دروازے کی دوسری سمت تھا انہیں رخصت کر
کے آنسو بھاتی دامن بلوٹ کی تھی۔

اس کے خلوص نے طاہر کو بے پناہ جاتر کیا تھا اور زندگی میں شاید بھلی مرچ دے بھی
قدرتے جدہ باتی ہو رہا تھا۔ کامی کے لئے آنسوؤں پر قابو رکھا میکن میں رہا تھا۔

○ ○ ○

بر گینڈ نے ملہرہ کی پریشانی پر ہتھی چاری تھی۔ ملے اب تک کریں میگنے اس
کے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ یہ خلاف میول اور اجتماعی خلائق باتی تھی۔ کوئی کریں میول گیا پتی پر اسرار
اور پریشان کن عادات کی وجہ سے ہمیشہ ایک الگ مقام کا حامل رہا تھا۔ لیکن اس سے یہ توقع
نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ ملہن کے محاذیں میں کسی بھی غیر اصولی کام ملہرہ کرے گا۔

ہماری کپ کے تمام سیلوانی انتظامات ملڑی اٹھی بھنی تھی اور کریں میول گیا بھی
وہیں سے آتھا۔ گوکر بھائی ہونے والی کسی بھی "کھلا" (آفت) کی اطلاع انہیں فری طور پر
صرف ملڑی اٹھی بھنی تھی کوئی بھی ہوتی تھی۔

لیکن۔۔۔ کامی اگر وال کا اٹھنی پر جکہ "را" سے قاحمے انہیں نے تمہب کاروں کی
تریت کے لئے "را" سے بھر جاس رخواست پر ماٹا تھا اس نے اس کی گلشنگی کی اطلاع "را"
کو دینا ضروری تھا۔

یہ بھی بر گینڈ نے ملہرہ کی بھی صورت کم از کم "را" کی ناراضی مول نہیں لے سکتا
تھا۔ اس نے سب سے پہلے میک کام میا کیا تھا اور بھائی صورت حال کو سنبھالنے ہی برادر است
دلیل ہے کوئاڑ سے بات کی تھی۔

یہ الگ باتیں تھیں کہ اس کے فون سے پہلے بھائیوں نے دالی قیامت کا علم "را" کو ہو چکا
تھا۔ "را" کا متنی یونٹ بہت چوکس تھا خوسا ایسے حاس ایسا یا میں وہ اپنے اجتماعی اہم اور لائق
ٹاف کو تھیات کرتے تھے۔

"را" کا متنی یونٹ اچارج میحرپر دیوب سکھ پلے آئی کی بھلی اخیر دیکھنے میں
تھا اور تمیں سالوں میں اپنے زیر یقین پھر تو جاؤں کو کے بعد مگرے موت کے گھمات اتار کا
تھا۔ یوں تا اسے تین سال کے لئے ڈیپیٹیشن "را" میں بھجا گیا تھا لیکن بعد میں اس کی خدمات
ستقل "را" کو منصب دی گئی۔

پر دیوب سکھ نام سے سکھ تھا لیکن وہ جات کے بجائے مذہبی سکھ تھا اور اس کا باپ اس کی

بیدائش سے چند سال پہلے یہ اپنی قوم پندرہ کر سکھ دھرم میں داخل ہوا تھا۔
اگر سکھوں کو علم ہو جاتا کہ اس کے ہاں قوم یعنی والا پر دیوب سکھ سکھوں کے لئے سخت
میں ذر کوہلا ہن جائے گا تو وہ کسی پر دیوب سکھ کے باپ کو "امرت نہ پچھائے"۔ لیکن ہوتی
شدی۔۔۔

پر دیوب سکھ نے کسی رکھے ہوئے تھے اور بھاگنے کے عادتیں اپنائی ہوتی ہیں
جس میں اندر سے وہ کھال اتارتے والا کمل پر چار تھا۔ اس نے انسانی کھال اپنے ہاتھوں اتارتے
ورنگی کی انجوائیں کو چھوڑا تھا۔

تمن ماہ پہلے اسے ڈیوب دوں کا سیکرٹی چیف بنا کر بھجایا تھا اور بھائیوں کے چند
دوں بعد اس نے ہماری کپ کے اندر اور باہر اپنے چیزوں کا ایسا جال بن دیا تھا کہ بھائیوں ہوتے
ھٹکلے کسی بھروسہ کی خبر اسے فرما بھی جاتی تھی۔

دھاکوں کے آغاز سے دیکھتے بھروسی اس کے "سورس" "حوالدار" تھارام نے جو اس
وقت اپنے کوارٹر میں موجود تھا۔ طوفانی رات میں "را" کے متنی سیف ہاؤس پر پہنچ کر پر دیوب
سکھ کے ایک ماخت بک خیر تھیں سے پہنچا دی تھی۔ جس کے لگانے لئے پر دیوب سکھ کو نہیں سے
چکا کر پیا اٹھا۔ دیکھی جاس سے یہ اطلاع فوراً دیکھا جاتی تھی۔

بھی تک اُنہیں دھاکوں کے کاروں (جیب) کا مٹھیں ہوا تھا۔
میں تک ساری پوزیشن ان کے سامنے آئی تھی اور پر دیوب سکھ کی طرف سے اس
اطلاع کے بعد کوئوں مسلمان درجت کو روں کے سامنے ان کی افسر ترک کامی اگرداں بھی عارب
ہے سب کے چوڑے بھیک روشن کر دیتے تھے۔

"ایسا میکن بے دو اپنے طور پر لا پڑو ہو۔۔۔"

دلیل سے ڈی۔ تی نے اپنی کے لجھ میں کہا تھا۔

"نوس۔۔۔ میں نے تکمیل اکھاڑتی کی ہے۔۔۔"

(She is involve with)

مٹھت ہے۔ (ثابتہ دو لوگ کا تھی کو وہ نہ میں میں کا میباہ ہو گئے ہیں مر۔۔۔)

"ڈیکھیں۔۔۔"

دوسرا طرف ڈی۔ تی نے میں اتنے زور سے چھا کر پر دیوب سکھ کے ہاتھ میں فون

لرز کر رہے گیا۔

"پر دب پنکھے مجھے لڑکے چائیں مجھے فرانتا تو جو بھی چاہیے میں دوں گا بیان دیں
سے میں تمہاری تکلیف مدد کروں گا۔ But مجھے ہر صورت کامی اگر وال چاہیے۔ اگر وہ ہر روز
کسی کرگی تو تم سب کے لئے خود کی کسی سوا کوئی راست باقی نہیں پیچے گا کوئی راست نہیں۔
تم ہری بیات بکھر رہے ہوئاں۔"

"لیں سر! سر! آپ مطمئن ہو جائیں مجھے پانچ لوگوں کے خواجہ جیخ میں "فری پڑنا"
چاہتا ہوں سر۔ پھر دب کھوس گا سائی کو۔"

اس نے کامی کو سونپنی ہی کاہی دی۔

"جیہیں سب کچھ ملے گا پر دب پنکھے کے Get in touch مجھے ایک ایک
مودوت کی خبر"۔ ایک ایک لمحے سے باخبر رکھو۔ کسی کو خاطر میں نہ لانا۔ کسی کی پوادہ
کرنا۔ پر دب Want result (مجھے تجویز چاہیے) ہر صورت میں جیہیں
کھٹکیں کسی بھی سے پر محظی کال کر سکتے ہو۔ جتنی فوری چاہو گے بیان سے بھی بجائے گی
لڑکے تمہارے پاس آگئے دو گھنٹے میں لکھی جائیں گے۔ میں یہی کاہیار بننے رہتا ہوں۔"

ڈی۔ جی۔ نے کہا۔

اب اس کی آخری امید پر دب پنکھے کی تھا۔
اگر کامی اگر وال ان کے ہاتھ سے لکھ جاتی تو "را" کے لئے یہ دب برلنے کا مقام
تھا۔

پر دب پنکھے ہیلے کاڑ سے ابازت لینے کی جست بھی پوری کری تھی۔ ایک مرتبہ
خندے جاگے کے بعد اس نے دبارہ ہیلے روم کا منہجیں دیکھا تھا۔ اب وہ اپنے آفس میں موجود
تھا جو اس مادرت کے گروئنڈ قلعہ پر بنایا تھا جہاں دور ہتا تھا۔

○ ○ ○

آٹھی رات کو اس آفس میں دیکھ کر اس کے سارے ماقبل پوچھ کئے ہو گئے۔ پر دب
ٹھکھنے ایک مرتبہ سے اپنی مریضی کی نیم اپنے ساتھ رکھی ہوئی تھی۔ یہ دو لوگ تھے جو سمجھ صاحب
کے مرانے سے کمل آشنا رکھتے تھے۔ انہیں اپنے درسرے ساقیوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ

مراعات حاصل تھیں۔ لیکن وہ "بہترین رزلٹ" دینے میں سب سے آگے تھے۔ سارا مل
چکس ہو گیا۔

جو سورجے تھے انہیں چاہنے والوں نے جو دنیا اور اپ ایک بیٹھن کے قابل ہے ہر
ماحت اس کا خطرناک۔ اس کے کمی عجم پر پاک بچپنے میں کرنے کو تھا۔

سب سے پہلے پر دب پنکھے اپنا کپڑا آن لیا۔
اس کی بیڑی کی سرکین پر اس کی کامی اگر وال سے حاصل تمام معلومات موجود تھیں۔ جو
معلومات اس کریں پڑائی تھیں ان کو جن کیا جاتا تو ایک کمل کتاب بننے کی تھی۔

اس میں کامی اگر وال کی بیدائش سے اب تک ایک ایک لمحے کی قصیل درجن تھی۔ اس
کی عارضی پسند نہ ہوئی تو دیکھاں۔ دشمنیاں خلاصت ہوئیں سماج، رائج تھی۔ سے حلقہ اس کے دچا دکھانا
بیٹھا۔ بیٹھنا عام زندگی، حاص زندگی، غرض کوئی شبہ زندگی ایسا نہیں تھا جس سے حلقہ سب پکھو
درج نہ ہو۔

پر دب پنکھے کی نظریں بڑی تحریک سے کریں پڑھیں الفاظ سے پھسلی اور ایک ایک لفڑ
اس کے دماغ پر لفڑ ہوتا چاہتا۔
کہجت نے بالا کا دن پالا۔

اس نے اپنے دامیں ہاتھ پٹھی کر کٹ چھے اور در میانی عمر کی ایک لڑکی کو جو اس کی
سکر دی تھی کا نذر پھل سنبھالنے کا حکم دیا اب وہ اپنے لئے اہم معلومات جن کی اسے مستقبل میں
ضروورت ہیں آئکی تھی اپنی ماحت کو کھسو اتے جا رہا تھا۔

آخر میں اس نے اپنی ماحت نیلم سے تمام معلومات دہرانے کے لئے کہا اور مطمئن ہو کر
سرہلایا۔

"آل رائیت۔ اب تم لوگ تھیں آٹھ بیجے تھک اپنی تیند پوری کرو۔ آٹھ بیجے تک
ہاتھی دوست ہیں آجائیں گے جس کے بعد ہر اپنی حاملہ شروع کریں گے۔"
اس نے نیلم کی طرف دیکھ کر کہا۔

"لیں سر۔"
نیلم نے رحم کا کر صاد کیا اور باہر آگئی۔ اس نے باتی شاف کو بھی پر دب پنکھے کے عجم

سے مطلع کر دیا تھا اور اس بیہاں معمول کی ذمہ فی الاجماعیہ والے چارہ زرہ کے حکم باقی سب
لوگ اپنے بستوں میں پہنچ گئے تھے۔ انہیں اب اس کیس کے خاتمے تک جھی بھی نہیں میر آتی وہ
ان کے لئے بیس ہی تھا کیونکہ پر پردہ سمجھ جس کیس کو ہاتھ میں لے لیا تو نہ صرف اپنی بکل اپنے
ماں گوں کی نیند بھی جرام کر دیا کریجتا۔

○ ○ ○

یعنی سات بجے جیسے کووالڑ سے پانچ بھترن ایجنت بیان تھی پہنچے تھے۔ انہیں مقابی
کمان کے ڈائیکٹر جنرل نے خصوصی ہی میاں اور جنرل جوں کے ساتھ بیان بھجا تھا۔ ان کے پاس
کافی دی جو ہوں اضافہ تھیں۔

یہ دو تصویریں تھیں جو "را" کے ریکارڈ میں تھیں اور جن کی کاپیاں یہ لوگ تیار کر کر
اپنے ساتھ لے لائے تھے۔
یہ تصاویر پر دب گئے سارے نشاف میں تھیں کر دیں۔ اب اس نے مس کو
برلنگٹن ہال میں اکٹھ کر لیا تھا۔

چھوڑی دی بعد تم ملکت نہیں تھیں تھکل دے کر انہیں اپنے اپنے کماڑ کے ماتحت میں
ملکت ستوں میں رہا تھا۔ اسی اثنائیں اس کا مقابی ماتحت جواب بنواری کی پہنچ کا تھا
اسے پہلی کی خواہ درہاں ہوئے والی ڈولپٹسٹ سے حلقل رپرت دے رہا تھا۔

انگلی سکنیں کریں موجیاں کی انگلی میز اور جرام کی خربجیں ہوئی تھیں کوکر "را" کا ایک
"سود" مستقل اس سے چونا ہوا تھا لیکن موجیاں کی اپنے ماں گوں کو مجھی اپنی انگلی میز نہیں بتائی
تھی۔

"ڈیم اٹ گدھا.....لوکا پٹھا۔"

اس نے موگنیا سے حلقل آخری بات کرنے پر اسے تم چار سوئی مولی گالیاں سن
دیں۔

اس کے علاوہ وہ بچہ کری نہیں سکتا تھا کیونکہ یہاں ہر ایک بھی اپنی حیثیت میں آزاد تھی
اور یہ لوگ معاشراتہ چشمک کی وجہ سے ایک دوسرے سے تھوڑن کے بجائے ایک دوسرے کو
دوست کئیں کہاں لا اسیدھا کرنے میں لگے ہوئے تھے۔

کریٹ لے جانے کی ورزش وہ اپنے ہماروں کو چھڑانے میں کوشش رہتے تھے
اور کوئی ایجنٹی دوسروی ایجنٹی کو برداشت نہیں کرتی تھی۔

موجیاں جاتا تھا کہ پر دب گئیں ایکٹر (Active) ہو گا اور وہ اپنے ہوتے ہوئے
مغروروں کی گرفتاری کا کریٹ کسی اور کو دینے کے لئے ہرگز جایا نہیں تھا۔

اس نے اپنی تمام صلاحیتیں اس بات پر صرف کروتی تھیں۔ کہ "را" کو اس کے مخصوصے
اور سخت مغلی کا علم نہ ہونے پائے اور وہ تمام ایجنٹیوں کی آنکھوں میں دھول جوک کر خود
مغروروں کو گرفتار کرنے کا کریٹ حاصل ہے۔

اس نے اپنے ساتھیوں کو مغروروں سے متعلق ملے والے کسی بھی سراغ کی خبر کسی اور
ایجنٹی کو دینے سے بخوبی سے منع کر دیا تھا۔

اکنہ ہدایات باقی ایجنٹیوں کے لوگوں کو بھی ان کے اعلیٰ افسران کی طرف سے ملی
تھیں اور وہ سب اب اپنی اپنی ایجنٹی حیثیت میں اپنا پاک کام کر رہے تھے۔

○ ○ ○

پر دب گئی اپنی ماتحت نام کاری کے ساتھ مجھ تو بجے ایک خصوصی قلاعیت سے دہلي جا
رہا تھا۔

یہ ایک فوٹی جیزا تھا جو کچھ افسران کو لے کر خصوصی مشن پر دہلي جا رہا تھا اور "را" کے
ڈی-جی کی درخواست پر مقابی اور اسی نے پر دب گئا اور اس کی سکریٹری ٹیکنر کاری کے لئے دو
سیئیں اس میں رکھی تھیں۔

اسے اپنی آنکھیں اور طلاش کا آغاز کرنی اگر والی کے گھر سے کرنا تھا جس کے لئے اس
نے ہر غیر انسانی طریقہ پانے کا مضمون ادا کر لیا تھا۔ یوں تو وہ مقابی پوس کی مدھی ساصل کر کر
تھا لیکن اس نے دانت ایسا نہیں کیا تھا۔

دہلي آنے پر اس کے اختبال کے لئے "را" کی ایک اور مستحکم تمام ساز و سامان
کے ساتھ موجود تھی۔

آخر پورت ہی کے ایک کرے میں انہوں نے اپنی Modus operandi
(طریقہ واردات) تیار کی اور یہاں موجود باقی مختلف نہیں کو لفظ نہیں دار یاں ہوتے کہ خود کافی

اگر وال کے پاس وہ آج اگر وال کے ذفر کی طرف روانہ ہو گیا جب تک نام کاری کی منزل کا نتی اگر وال کا
گھر تھی۔

اس نے کامنی کی موی جا گئی دیوبی کو قابو کرنا تھا کیونکہ ان کے پاس موجود اطلاعات
کے مطابق اس کے گھر کی خواتین میں کامنی اگر وال سب سے زیادہ اپنی موی جا گئی دیوبی کے
زندگی تھی۔

○ ○ ○

جا گئی دیوبی مسحول کے مطابق کشانہ مندر سے اپنی پوچھائی کرنے کے بعد "پرشاد" لے
کر "ہرے ادم" کا جاپ کرتی گھر کی طرف، اپنی آرعنی تھی جب اچاکھ تھی اس
کی نظر ایک سارا لڑکا پر پڑی۔

لڑکی نے پتوں قیضیں پہن کر جیکن اس کے پڑھے ایسے چست اور جسم سے بچے
ہوئے تھے کہ جا گئی دیوبی نے بے اختیار کافروں کو تباخ کالے اور "ہرے ادم" ہرے ادم" کی
محرار زیادہ تیز کر دی۔

"پاگی موی"۔

اچاکھی لڑکی نے اس کے زندگی کے کپکا اور وہ چڑک گئی۔

جا گئی دیوبی نے جم اگی سے اس کی طرف دیکھا تھا کیونکہ وہ اسے بالکل نہیں بیچا رتی
تھی۔

"آپ جا گئی دیوبی تھی ہیں نا۔"

اس نے دوبارہ پوچھا۔

"ہاں۔"

جا گئی دیوبی نے اٹپاتی میں گردان ہلا دی۔

"میں نہیں ہوں۔ کامنی کی دوست۔ ارے جا گئی موی کامنی نے تمہارے متعلق اتنا
پکھتا دیا ہے کہ میں نے ایک نظر میں پہچان لیا کہ تم ہی جا گئی دیوبی ہو گئی۔"

اس نے جا گئی دیوبی کے استھان سے پہلے ہی کہہ دیا۔

بے تھنی کے انداز میں جا گئی دیوبی نے اس کی طرف دیکھا۔

"جین میں جھینیں نہیں ہاتی۔"

"اس کی ضرورت بھی نہیں آؤ جھینیں کامنی سے ملوادوں۔ دراصل ہم لوگ دہلو دو
تمن گھنٹے کے لیے نہ ہوئے ہوئے ہیں وہ خوربی طرح پھنسی ہوئی تھی۔ مجھے کہہ دیا کہ جھین لے
گری آؤں۔"

ٹیکنے اس کے حربی مزدیک آتے ہوئے کہا۔

"جین یہ کہے گئے ہے۔ میں گھر والوں کو تباہوں۔"

جا گئی کوئی جھینکیں آرعنی تھی کہ کامنی نے ملاقات کا یہ کوں سارا طبق ایجاد کر لیا ہے۔ اسے
کامنی سے یہ ایسید ہرگز جھینکی۔ نہ قی وہ یہ مانے کے لئے تیار تھی کہ وہ اپنی یہ لڑکی بول رہی
ہے۔

"ارے جا گئی موی ہمارے پاس پہلے ہی وقت کم ہے اور تم۔"

اس نے کہتے ہوئے جا گئی کامنی کا تھوڑا بدلایا۔

جا گئی نے اگلے ہی لمحے صورت حال کی ٹھنڈی کا احساس کر لیا کہ اس کے ساتھ زبردستی کی جا
رہی ہے وہ جم جان پر بیان ہو گئی کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔
اس سے پہلے کہ جا گئی دیوبی تھی کہ کسی کو مدد کے لئے جلوائے اپاکھی سامنے سے
ایک چور فنار پیپ ان کے زندگی کو جھکھلے سے آ کر کر گئی جس کے پچھلے حصے میں ایک لبادڑا
جو جان میٹھا تھا جو جیپ رکتے ہیں تھے آ رہا۔

اس کے ساتھ تھی ٹیکنے کاری نے جا گئی دیوبی کو جھکھلے سے اپنے بازوں پر اعلیا اور جیپ
کے پچھلے حصے میں پھیک دیا۔ جا گئی کے اعتماد میں پکوئی "پرشاد" کی خالی باہر ہی گرپڑی ہے
تو جو جان نے ٹھوکر دکرے پھیک دیا تھا۔

یکافی صرف گزر گا تھی۔ لوگ اس طرف متوجہ بھی ہوئے جین ان کے کچھ کھا آتے
سے پہلے ہی جیپ اس طرح اچاکھا ٹھووار ہوئی تھی اسی طرح ہرق فنار سے عائب ہو گئی۔

کسی کو کچھ جھینکیں آ رہا تھا کہ کیا ہوا۔

"کون ہوتا۔ کیا۔"

خف سے سمجھی اور پر بیان حال جا گئی دیوبی نے بھکل آ رکھا۔

تما۔

”آن تارگٹ سر۔“

نیلم کماری نے انقدر جواب دیا۔

”ولی ڈن Coming آؤ۔“

کہہ کر اس نے سلسہ متعطل کر دیا۔

○ ○ ○

جو سلوک جا گئی دبی کے ساتھ ہوا تھا اس سے پہلا لگ سورج اگر وال کے ساتھ بھی نہیں ہوا۔ بے چارہ سورج اگر وال جس کا گناہ صرف کامنی اگر وال کا باپ ہو تھا پر پہلے عکھی شکل پر نظر پڑتے تھی گمراہی تھا۔

اس سے پہلے کہہ کوئی سوال کرے پڑا پہلے نغمہ نے اسے اپنا تعارف کرو کر اپنے ساتھ آنے کے لئے کہا تھا۔

سورج اگر وال نے اسے اپنی بے زریٰ چاہا۔ آخر دبی ایک سر کاری آفسر تھا اور اس کی بیٹی ”را۔“ کی آفسر تھی پر پہلے نغمہ اپنا اعلیٰ سببی آپی سے تباہ تھا۔ یہ ان کی تربیت تھی کہ وہ کمی اپنا تعارف اپنی اصلی اپنی کے حوالے سے ہیں کرواتے تھے۔

اس سے پہلے کہ سورج اگر وال پر دبی عکھ کو خالی قیامت سکھانے کی کوشش کرتا اس کے ہمراہی نے سورج اگر وال کی گدی میں ہاتھدا اور اسے انقدر کر جب میں پھینک دیا۔

غصہ اور بے عزتی کے احساس بے کوتھے ہوئے سورج اگر وال نے شاید بہت مرے بند کی کوچھیں روئی تھیں۔

کہنے..... اس گالی کا خیا زادہ اسے برا بھکتا پڑا۔

وو آدمیوں نے اسے جیپ کے اندر رکھ کر کر دیا اور سورج اگر وال خوفزدہ ہو کر خاموش ہو گیا۔

اس کے روئیں سے درکی ہمیں انحرافی تھیں۔ بے عزتی کا احساس الگ سے جان کو آرہا تھا جیسی صورت حال جانے بغیر بھی انہیں علم ہو گیا تھا کہ ضرور کامنی اگر وال نے کوئی انکی حرکت کر دی ہے جس کا انہیں اس طرف سے ہوڑ کا لگا رہتا تھا اور اب وہ محتسب ہو رہے

”چپ کر سالی..... بھی بتائیں ہوں چکے۔“

نیلم کماری نے اسے تمن چار گالیاں دیتے ہوئے جا گئی دبی کے مت پر زور دار طلاق پڑے رسید کی کہے چاری جا گئی کے چوہہ مبنی روشن ہو گئے۔

اذیت اور ذات کے احساس سے بے اس جا گئی کی آنکھوں سے آنسو وال ہو گئے۔ زندگی میں ہلکی سرچہ کسی نے اس کے من پچھر مارا تھا۔

لیکن..... ایک بات کی اسے مجھہ کی کہ ضرور کامنی نے کوئی پانچ ہزار دیا ہے تب یہ تو اس کے گھر والوں پر محیت آئی تھی۔

اس نے سکیاں لے کر رونا شروع کر دیا۔

”چپ کرتی ہے.....“

نیلم کماری نے بجا نے کس طرح اسے حکایا تھا کہ خوف سے جا گئی دبی ملک ہو کر گئی۔

جس گاڑی میں اسے لے جیا جا رہا تھا اس کے شیشوں میں سے کچھ باہر کا مظہر دکھائیں دیتا تھا کیونکہ نیلم کماری نے جا گئی کو اس طرح اپنی ناگوں کے درمیان بخایا ہوا تھا جیسے قربانی کے بکرے کو حصائیوں لے پکڑا ہوتا ہے۔

ڈرامیور کی سیٹ سے ساتھ آگئے دی اپا تر ٹھا نوجوان بیٹھا تھا جو پہنچے ہے سے اتنا تھا۔

اب تک دلوں میں سے کسی کی زبان سے ایک لٹکا بھی نہیں لکھا تھا ہی نیلم کماری نے کوئی بات کی تھی۔

اپا بکھری جب میں گلے دار بیس میں زندگی جا گئی اس تو جوان نے مانیک اٹھایا تھا۔

”آپ کے نئے میدم.....“

یہ کہہ کر اس نے ایک پیچے بٹھی نیلم کماری کی طرف بڑھا دیا۔

”لیں۔“

نیلم کماری نے کہا۔

”هری طرف پر دبپ نغمہ تھا جس نے صرف ”رپورٹ اور“ کہہ کر اسے یہ لئے کا موقوف دیا۔

۔

جاگی دیوی اور سورج آگروال کو الگ راستوں سے ایک عی ثمارت بھک پہنچایا گیا
چا۔ یہ "را" کا مقامی اسمیں پیش نہ تھا۔ جہاں اب ان دلوں سے الگ الگ تفہیش کی جاری
تھی۔

"جاگی دیوی جہاں تھل فوج کے جاسوی کے مجھے سے ہے کامنی آگروال
و دلش درویں لعلی وہ ایک مسلمان کے سامنے بھاگ گئی ہے۔ اور ہم نے اسے بھارت سے لکھنے
نہیں دینا۔ وہ دلش اور ہرم کی خدار ہے۔ تم دھارک موڑت ہو۔ اپنے دلش اور ہرم سے تمہارا
رشتہ کا منی سے زیادہ مضبوط ہونا چاہیے تھیں اس کی گرفتاری میں ہماری مد کرنی ہوگی۔ اگر تم نے
ایسا یہ کیا۔ یا ہم سے کچھ چھپا تو یار کنناں میں چھپیں زندہ گا وہ دل گی۔"

وہ الگ اسے ایک کرے میں لے آئے تھے جہاں اسے ایک آرام دہ کری پر بخایا گیا
تھا۔ تسلیم کاری اس کے سامنے بیٹھ گئی اور ایک شپر دیکھا اور اس کے سامنے رکھا۔

تیلم کے منڈ سے کامنی کا کامنہ من کر جاگی دیوی کو بیوی کا چیز چاک اس پر بیران
(موت کا فرشتہ) حل دے اور اس کی آدمی جان نکال کر اسے زندہ رک گوچھوڑی کیا ہو۔
وہ بھی بھی نظر دیں سے تیلم کاری کی طرف دیکھنے لگی بھر اپا کم پھوت پھوت کر
روتے ہوئے کامنی آگروال کو بددھائیں دیتے گئی۔

"یہ سارا اس حرام خورشیدیا کیا دھرا ہے۔ اس نے بھری پنجی کو گراہ کیا ہو گا۔
بالآخر اس نے کہا اور تسلیم کاری بھی گئی۔

"کون ہے یہ شیلا۔"

اس نے پوچھا۔

اور جواب میں جاگی دیوی نے شیلا کے متعلق اسے مرچ مصالی کا کرساری کہا
نہادی۔ تسلیم کاری بہت زور لگانے کے بعد بھی ڈاکٹر شیلا کا موجودہ ایئر لس معلوم نہ کر سکی۔

○ ○ ○

دوسری طرف کامنی کے پاسے بھی کوئی مختلف سلوک نہیں ہوا تھا۔
ان کے سامنے پر دیکھنے والے کوچھ کر دیا تھا۔ جس کا انہوں نے زندگی میں کبھی تصور

بھی نہ کیا ہو۔ شام ڈھنے کے تین گردیں جو الگ الگ تفہیش کر رہے تھے اس تجھے پر بھی پچھے تھے
کہ اگر کامنی کی پاس اپنا کوئی ملکاہ بھارت میں تھوڑا ترین ہے تو وہ صرف ڈاکٹر شیلا ہے۔ اب
انہیں ڈاکٹر شیلا کو خلاش کرنا تھا۔ جس کی اطلاع اس کے گمراہوں کو بھی تھیں تھیں۔ اس گلے روز دوپہر
تکہ دو مختلف مفرضوں پر زور آزمائی کرتے رہے۔ اس درود ان انہوں نے شیلا کے گمراہوں کو
اتحاڈ رایا دھمکا دیا تھا کہ اس کی بورڈی ماں کو دل کا درود پڑا اور بکھل وہ اس دورے سے چاہرہ ہو پائی
تھی۔

دوپہر کے بعد بھک "را" کے دلی ہیڈ کو رکھا علم ہو چکا تھا کہ جہاں کسی کے پاس بھی شیلا
کامنی لس نہیں ہے۔

اس کی آخری پڑھنگ راجستان میں ہوئی تھی جہاں سے بعد ازاں ریپی سیار اطلاعات میں
کر شیلا نے سرکاری نوکری سے شادی کی افواہ پہنچتی ہی احتیفی دے دیا تھا اور اپنی تین منزل کا کسی کو
علم پہنچنے ہونے دیا تھا۔

"اس سماں جیکب پر کام کرو۔ اسے ڈھونڈو۔ آئندہ دلتوں زندہ ہیں۔ مر جنکی گئے۔
کہنیں تو کہنیں تو ملیں گے ہی۔"

دوسرے ہی لمحے شیلا کے خارج سے تھلکنے تک حد تک حاصل کردہ معلومات کو "را" کے
میں کپورہ مشرنے تک کوئے کوئے میں پانچھوڑیا تھا۔

شام گئے تک، جہاں جیکب نام کے درجنوں ڈاکٹروں سے تھلک اطلاعات جنم ہو چکی
تھیں۔

اب اگام مرحلہ شروع ہوا اور وہ یہ تھا کہ "اصلی ڈاکٹر جیکب کی جاہش۔"
رات کے باہر خداوند کو ہر تصور ہا تھا جگ کیا اور ڈاکٹر جیکب کے تھنچا رکھنے کو کامنی
کا علم ہو چکیا۔

اب انہیں یہک وقت ان تمام ملکاہوں پر بیڑ کرنا تھی جس کے لئے وہ خصوصی بھارت
رکھتے تھے۔ مرے کی بات یہ تھی کہ رات ہونے تک انہیں ڈاکٹر جیکب کے دھچا رکھنے والے کے
وہ ملک کے چاراگل الگ صوبوں میں تھے۔ یہ جہاں کے پہنچا تھے جہاں اس نام کے اور اس

محسوس بیاری کے ماہ داکٹر جیب کام کر رہے تھے۔

ڈاکٹر جیب کا شریشلا کے باپ کی طرف سے ملنے والی اطلاعات کی بنا تھی۔

چار قلچ میں یتیلی کا پڑوں کے ذریعہ دانہ کردی گئی۔ اس روز دنی کے ایک ہواں اُسے جو ایک دوسرے از حصے میں صرف "R" کے نامے محسوس تھا جو دچاروں یتیلی کا پڑا ایک عیش لے کر اگل اگ ستوں میں روائے ہے تھے۔

ان چاروں نیوں کے پاس ڈاکٹر شاکا کی تصویریں موجود تھیں تاکہ ان کی شاخات میں دشواری خوشنی آئے۔

پورے سکھ خود راجستھان کی طرف عازم تھا کیونکہ سب سے زیادہ ڈاکٹر جیب کے ملے کے امکانات سینی پائے جاتے تھے۔

○ ○ ○

ڈیرو دن میں کرٹل موگنیا کے ساتھیوں نے جو چھپمان مانا تھا جن بیہاں اُنہیں دکھانے تھا کہ کھطا۔ زیادہ تجویٹ کی بات تو تھی کہ اسی تکمیل کا باطل کر لیں موگنیا نے نہیں ہوا تھا۔ جو ماضی کی روایات کے برخلاف تھا۔

کرٹل موگنیا بڑا ٹیڈ پسند تھا اپنے دشمن کو "سر پارک" بننے میں مشغول تھا۔ لیکن ۲۳

خنکے تک اس کا باطل اپنے بیڈ آفس سے نہ ہوئے کاموالا ہی تک افتخار تھا۔ اس کی جیب میں بہت طاقتور واڑیں بینت تھیں جس پر سلسل پیغام بھیج جا رہے تھے لیکن دو دن سے اُنہیں کسی پیغام کا جواب نہیں تھا۔

تیرے دوڑ جب کیٹھن ناگرے نے اس اولیں ٹھنڈل دیا تو دوسری طرف سے جواب موصول ہو گیا۔

لیکن جیت اگیرہ طور پر یہ کرٹل موگنیا اُنہیں بلکہ اس کی بیٹت کی ایک کمپنی کا کوئی سمجھ تھا جو ان سے بات کر رہا تھا۔ یہ کمپنی "پوشا صاحب" کے علاقوں میں کوئی ایک سائز کر رہی تھی۔

"کرٹل صاحب دو روز پہلے اپنی جیب بیہاں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ انہوں نے آج تک دو ایں آنے کا دندہ کیا تھا اور اُنکی سے تاکید تھی کہ کوئی واڑیں پیغام موصول نہ کیا جائے۔ لیکن

اب چونکہ ہمیں بھی تھویں ہوئے گئی ہے اس نے آپ کے پیغام کا جواب دے رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا کیا۔

اور

کیٹھن ناگرے کا ماتحت کھلا۔ ضرور وال میں کچھ کالا تھا۔ درست یہ کچھ جان نہ ہوتا۔ ان کے لئے کرٹل موگنیا کا اپنی جیب اپنی یونٹ میں کھڑی کر کے غائب ہو جانا کوئی نی بات نہیں تھی۔ وہ جانتے تھے دوسرے لاٹیں اخزوں کی طرح کرٹل موگنیا کوئی "محاصرہ چٹک" کا مارٹر لاق بھے۔ اور وہ نہیں پا جاتا تھا کہ اس کے جیب واڑیں سے اس کے مغارب "R" کے لوگ کوئی کلیو جاٹھ کر کے اس کے کاغے پر پانی پھر کر پانے نہیں ہاں گئی۔ اس نے حسب روایت پانی جیب بیہاں کھڑی کر کے کی پر ایجیٹ کار کے ذریعے سر کیا ہوا۔ یہ پھر کوئی اور طریقہ پانی ہو گا۔

"پانی بیہاں بہت ایسی مرضی ہے۔ آپ اپنی مخالیقی یونٹ سے درخواست کریں کہ کرٹل

موگنیا کو خلاش کرے۔ صورت حال بہت خطرناک ہے۔"

کیٹھن ناگرے نے اپنی درخواست دیا تو اور دوسری طرف سے اثبات میں جواب ملے پر برکتی تیرہ بہوڑہ سے رابطہ کر کے اسے تمام سورج تھاں سے آگاہ کیا۔

لہوڑہ کے لئے بھی جنپڑی شناس تھی۔

"تم اپنے لوگوں کے سامنے پوشا صاحب کی طرف لکھوڑا۔"

اس نے مختار حکم دے کر فون بند کر دیا۔

کیٹھن ناگرے کو اکر یہ کھنڈنہ بھی ملتا تھا۔ اس نے سوری کی طرف رفت سڑ پاندھ

دیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ کرٹل موگنیا ضرور وال طرف کیا ہو گا۔

اپنے تین تو جو انوں کے ساتھ تھے جیب کو اتنا بہا سوری پہنچا تھا جو ان اس نے فوراً ای

مقاتل پیلس چیف سے رابطہ کیا۔ کیٹھن ناگرے نے تو پیلس فورس کی مدحالم کرنے کے لئے

رابطہ کیا تھا جیسیں بیہاں سے جب اسے آج صحیح ایک نامسلم لاش ملئی خبری۔ جس کی تصور تھوڑی

دریتک اسی پیلس فوج پہنچنے والی تھی تو وہ تصور کا انتحار کرنے کے بجائے مقاتل تھاں کی طرف

بچا گا۔ جو ان سے اپنی لاش کو مردہ خانے روائت کر دیا گی تھا۔

کپشن ناگر ساتھ مگر لیا ہوا تھا کہ جب مقامی مول پرستال کے مردے خانے ڈالنے پر
موجوں پریس کے دہ جاؤں نے اسے رکنا پا ہوا تو اس نے دہوں کو دھکا دے کر ایک طرف کر دیا اور
اس سے پہلے کہہ دیا ہے کہ کچھ پائیں ناگرے کے عقب میں آنے والے اس کے جاؤں نے اس
پر قابو پایا۔

مردہ خانے میں صرف ایک لاش بیٹی تھی۔

لاش کے مندے سے کہا ہے کہ جب کپشن ناگرے نے اس کاچھ دیکھا تو گھبراہٹ سے
چادر کا پلو اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اس نے بھکل اپنے مندے لٹکنے والی بے ساختہ آواز کا گل
دیبا ہتا۔

”اف بھوان۔“

بالا فر پکپائی آوار میں اس نے کہا۔

کوئکہ درسری مرتبہ بھی کہا۔ اگل کر کے دیکھنے پر تینچھتھنک برآمدیں ہوا تھیں۔
اس کے سامنے کرل مونگلیا کی لاش بیٹی تھی۔

”کرل مونگلیا را آیا۔“

اس نے سچھل کر کے تھی کے انداز میں سر بھایا اور سارے جسم سے چادر اتار دی۔
اب شیش کی کوئی سماں باقی نہیں رہ گئی تھی۔

کپشن ناگرے جس رفتار سے اندر گیا تھا اسی رفتار سے باہر آیا۔

”انہیں قابو بخو۔“

اس نے دہوں پریس گارڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے جاؤں کو حکم دیا اور
خود جیپ کے دائریں سیٹ کی طرف دوزا۔

سب سے پہلے اس نے بر گینڈ سر ہجڑہ کی یہ محوں خیر سالی تھی جس نے تم بارہ منٹ
انداز میں اپنا سوال دہرا کر اس بات کی تحلیل کر لی جا ہی تھی کہ کہیں کپشن ناگرے کا دام غریب خارج نہیں
ہو گیا۔ اور جب اسے یقین ہو گی کہ اسی بات نہیں اپنے دہار خواست اس نے بیات پائی کمان سک
چکنپا دی۔

کپشن ناگر کو اس نے دیں لہر کر پوزیشن سنبھال دیکھ کر حکم دیا تھا۔

تریا پاندرہ میں صحت بعد نہیں آری کی انسپوشن اور گاؤں میں اس طرف آتی رکھائی
دیں۔ یہ کرل مونگلیا کی بیوٹ کے لوگ تھے جو اس کی لاش بیهاد سے اٹھا کر فرملاڑی پرستال سے
گئے۔

کپشن ناگرہ نے دہوں پریس والوں کوئی سے تاکید کر دی تھی وہ اس واقعہ کا ذکر کی
سے نہیں کریں گے اور پریس کی ہائی کمان سے کہہ دیا گیا تھا کہ لاش کو نامعلوم قرار دے کر اپنی
کانڈی کا دروازہ اپنی کمل کر لے۔

کرل مونگلیا کی موت معمولی بات نہیں تھی۔ اس کا پوت مارٹ فرمایا شروع ہو کیا تھا
اور اگھے تن گھنٹوں میں اس کی کمل پوت مارٹ پر پورت مختل افراد کے سامنے پہنچ گئی تھی۔

موری میں موجودہ فوج کی سکونتی نے سارے سلاٹے کو گھر سے میں لے لیا تھا۔ بیان
موجودہ باتی تمام ایجنٹیوں نے اپنے الگ الگ بدوست کے ساتھ اپنا کام شروع کر دیا تھا۔

وہ فوج جس نے سب سے پہلے کرل مونگلیا کی لاش کی خوبی تھی۔ مقامی شہنشاہ ماضی
تھا۔ جسے تھوڑی دیر بعد اپنی اپنی زندگی کی سب سے بڑی لطفی کا احساس ہو گیا کیونکہ جس سے رات
کے لئے درجہوں افسوس سے الگ الگ ائے سیدھے سوالات کر چکے تھے ابھی تک اس سے
چاروں کوئی لے پہنچ ساتھیا تھا کہ کرنے والا کون ہے۔

کپشن اسے آری اٹلی میں نے ضرور اپنی خوبی میں لے لیا تھا۔ اس کے گمراہوں کو
مطمئن کر دیا گیا تھا اور جو تین بیان بذرکھے کی تلقین بھی کی گئی تھی۔

فوج اور پریس کے اٹلی افسران نے دہاں کے چھپے چھپے سماں کیا تھا جوں سے لاش
ٹھی تھی۔

فوج کے تربیت یافتہ کوئن نے دہاں ایک اور فوج کے خون کی نشاندہی بھی کی تھی۔
ٹھانیدیہ تھاں کا خون تھا جس کے تھاں میں کہے ایک کار کے ہزاروں کے نشانات

لکھ گئے اور پھر کی سڑک تک پہنچنے کے بعد اپنی دہوں ناٹکیں اٹھا کر بھوکھنے لگے کیونکہ اس سے
آگے کار کے ہزاروں کا بھی کوئی نشان نہیں ملتا تھا۔

لیکن وہ جس سڑک تک آئے وہ ٹھلک کی طرف جا رہی تھی۔

پر بھپ تک کا پڑیں۔ کارپور بھپ سے "پونا صاحب" سے کہل مونگی کی لاش اور اب تک ہوئے والی تائش کی رپورٹ ملی۔
"ڈیکھا۔"

اس نے خصے سے گل پھاڑتے ہوئے کہا۔

مقامی پہنچا پر اس کی جس داکٹر جیب سے ملاقات ہوئی اس کا شکار نہیں تھا۔

دوسرا سے تینی لئے وہ تکلی کا پڑپر "پونا صاحب" کی طرف عازم ہزقی۔ اس نے اپنے

مقامی ماتحت کو تتم تفصیلات دیں کوارٹر کوئینے کی بہایت کردی تھی اور اب تکلی کا پڑپر کے دائرہ میں
دیکھ پڑا ہے میں کوارٹر میں بات کرنے کے بعد ان سے اگلی بہایات موصول کر رہا تھا۔

000

ظاہر نے کامنی کی آنکھوں میں نبی بڑی واضح محosoں کی تھی۔ وہ جانتا تھا اس وقت کامنی
کے دل پر کیا بیت رہی ہے۔ خیال اور کامنی کی محبت کا اسے بخوبی اندازہ تھا۔ خیال کو شاید اس بات کا
علم نہ ہا ہو یعنی کامنی اُجھانی تھی کہ اب زندگی میں شاید اسی دو اتنی درست سے دوبارہ پائے۔
دلوں پکھ دیر یہ یک خاموشی سے بیول چلتے رہے۔ ظاہر بھرتا تھا کہ کامنی کے دل پر کامنی
گزر رہی ہے۔ شاید وہ خاموش رہ کر کامنی کا پہنچا جاتے اور دل ہونے کا موقع دے رہا
تھا۔

"میرا خیال ہے اب میں ایک دوسرے سے بات کر لیں چاہے۔"

بدلا خراس نے خاموشی کا ٹھہر فروختے ہوئے کہا۔

"آپ کا خیال بالکل نیک ہے۔"

کامنی بے ساخت کر رہی۔

دلوں نے ایک دوسرے کا حوصلہ بڑھایا۔ ظاہر کو اگر کامنی کی وہنی حالت کی فکر رہا۔
گیر تھی تو کامنی اس کے رخ میں بھاٹاں پڑیں گی۔ ابھی سکھ رخ پر رنا لگے گی تھے۔ ظاہر کی
انگلیاں بیٹھنے سے محفوظ ہیں۔ اس نے دلوں، ہاتھوں پر اونی دھانے چڑھائے ہوئے
تھے۔ بیکا حال کامنی کا تھا۔ جس نے نہ صرف آنکھوں پر دھانے بلکہ گرم کوت کے علاوہ اپنے سر پر
گرم اور بیکا اور اڑھنے کے بعد ایک شال سے اپنا اس قدر بیاچھا کھا تھا۔ دلوں نے آنکھوں پر جھکیں
چڑھا رکھیں۔

شہید مردی کی وجہ سے بیان کے لئے ایک مخصوص حرم کی خوبی اپنے سر پر پہنچتے ہو
مرکے بعد ان کوں سے ہوتی ہوئی گردان بکھی جاتی تھی اور اس میں صرف پینچھے والے کی آنکھیں
ہی دکھائی دیتی تھیں۔ شیخانے ان کے سامان میں یہ بیان بھی رکھدیں تھیں لیکن دونوں نے انہیں
استھان کرنی والوں وقت مناسب بھیں جانا تھا۔

حوزی دوڑک بیل پٹھے کے بعد انہیں اپنے اور گرد "بایاریوں" کی بھروسہ دکھائی دیتے
گئی۔ یہ وہ لوگ تھے جو مقامی میلے میں شرکت کرنے کے لئے آئے تھے۔ شہید مردی نے بھی نے
ان کے نسبت کو شفیعیہ کیا تھا اور وہ سب وزیر و سے اوپنی اونچی آواز میں بھیجیں البتہ اس
پہاڑ کی طرف رو اول دوال تھے جہاں ایک مدد میں آج کی مخصوص عبادت کی جا رہی تھی۔

اس بھروسے کیسی بھی کاشی نے سوری میں تحریکے ہوئے "چاتا ہر" اپنے اور طاہر کے کندھے
پر رو اول دیے تھے اسپتہ دیا تیریوں کی بھیز کا حصہ ہی نہیں تھا۔

کاشی تو نہیں پا تھی تھی کہ طاہر زیارت دیوں کی خطرے کو ایک
لمحے کے لئے بھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا اس نے کاشی کے کہنے کے باوجود بیل پٹھانی میں
چاہیے جائی۔ دونوں کو بیل پٹھے قریباً پانچ گھنٹوں کا مدد ہوا تھا۔ اور اب وہ مخفی پہاڑی راستوں کا پکر
کاٹنے کے بعد اس مقامی بیل میں نہیں آگئے تھے جہاں سے پٹھے والی وکھنیں اور پٹھنیں شملہ جاتی
تھیں۔ ان کو مقامی پرانا پورت ہی کہا جا سکتا تھا۔ یہ کوئی یہ مردی سفر سوالان سے شملہ کی ہی طبقی
تھی۔

دونوں ایک دیگن میں خاموشی سے سوار ہو گئے۔

ان کے اطوار سے بھی دکھائی دے رہا تھا جیسے فوجیا ہتا جوڑا کوئی منت پوری کرنے کے
لئے بیان بادل نہیں اسی مردی میں آیا ہو۔

سوالان سے شملہ کی اگر سرکاری پرانا پورت کے ذریعے سفر کیا جاتا تو وہ دو گھنٹے میں
پہنچ جاتے گیں اس میں انہیں تین ساڑھے تین گھنٹوں میں پہنچایا تھا کیونکہ ہر پورہ منت کے
بعد اس کا اگلا ساپ آ جانا تھا۔

کاشی اگر وال نے یہ قدم بطور اختیار اخليا تھا وہ جانتی تھی کہ اسی مقامی حرم کی
پرانا پورت کو زیادہ بچکنیں کیا جاتا۔

شدید میں زندگی اپنے کمبل جوں پر دکھائی دے رہی تھی۔ پہاڑوں کی چونکوں پر بچکتی
بھروسہ نے سفید رنگ کے کرف میں اٹھ کر پہاڑوں پر سرگی رنگ کا مجتب سا جاں ہب دیا تھا۔
وکھنیں ایک بس میڈیک کے نزدیک ہی رکھی تو فوں اپنے اپنے بیک سنبھالے۔ اب کسی "ڈھانپے"
کی خلاش میں رو اول دوال تھے۔

کاشی کی خلاش تھی کہ طاہر کی بیک نہ اٹھائے لیکن طاہر نے زبردستی دو یہک
سنبھالے ہوئے تھے جب کہ ترا یہک کاشی کے پاس تھا جس میں طاہر کی دا بیان اور بیٹھنے کا
سامان رکھا تھا۔ کاشی نے سوالان سے روائی پری پانی کی بیک اپنے ساتھ کر لی تھی اور راستے میں
ایک لمحے کے لئے بھی اسے دو اور یہ میں چوک بھیں ہوئی تھی۔ واکرٹھا تے بطور خاص ہدایت کی
تھی کہ وہ طاہر کو بروقت دوادھی رہے کیونکہ شدید رہی سرداری اور پرے آرامی کی وجہ سے اس کے ہاتھ
میں درود ہو سکتا تھا۔ البته وہ ختم میں ہونے والے بھکاری نہیں کی طرف سے مظہر تھی کیونکہ پہاڑ
برفت باری کی وجہ سے آلوگی کے زیادہ امکانات نہیں تھیں۔ یوں بھی انگوشن رونے کا کمبل اہتمام
اس نے کر دیا تھا۔

دوںوں کو بچک بیل پٹھے اپنے بیک ڈھانپے پر آگئے تھے۔

"ڈھانپے کا الک" پاپا سکھ تھا جو اپنی بڑی سی توڑہ کھدری داؤگی اور سلسلی گیجہ سر پر
رکھ کر خود ایک تخت پوٹ پر رکھی بڑی سی قدم کی گدی پر آپنی پانی مارے کمبل اور دو گھنٹے کے
سامنے بینجا تھا جب کہ اس کے ملازم گاگھوں کے سیدھا میں معروف تھے۔

اس کی کاروباری نظر وہی نے بھانپ لیا تھا کہ اس کے ڈھانپے پر آنے والا نوبیا ہتا جوڑا
کسی اچھے گھر نے کاگل کا ہے۔ اس نے وہ خود اپنی سیت سے اخون کرم پانی مج میں لے کر ان کی
طرف گیا تھا۔

"مہاراج ہیں پانی (ہاتھوڑھ) کر لیں۔"

اس نے طاہر کو خاطب کرتے ہوئے کہا۔

"سردار تھی دھنواڈ۔"

یہ کہ کر کاٹنی نے اس کے ہاتھ سے پانی کا جگ پکڑ لیا اور اپنی طرف چاہب کر کے
والیں شدیکی کا تراکالا نے کی بدلایت دیئے گئے۔

”اپنی گھرانی میں ذرا اچھی طرح بخایے۔“

اس نے اگلی بات کہ کر رواجی کو بیان سے بھادرا۔

مردا رائی کو کامی کے طور اطوار نے احساس دلا دیا تھا کہ وہ کوئی سرکاری حکم کی افسر ہے
اور اپنے گھر والے کوئی اس نے دبا کر قہر کھا ہو گا۔ وہ لاکون کو اونچی آواز میں بدلایت دیتا وابس
کا ذریک طرف چل دیا اور کامی نے ڈھاپے (ہوں) کے ایک کوئی نہیں پر اپنے
ہاتھوں سے پانی اٹھیتے ہوئے طاہر کا ایک ہاتھ اور مدد حلوادی تھا۔ اس نے طاہر کو تھی سے اپنا درسا
ہاتھ دستانے میں عرکش کی تھیں کی تھی۔

بھال گرم پانی کا جگ کسی دی آئی پی کوئی چیز کیا جانا تھا۔ درست لوگ بر لیلے پانی
سے ہی ہاتھ دھوتے تھے۔

کامی اب طاہر کے گردھاپے کے لایے کہنے میں پھیل گئی تھی جہاں سے طاہر امیان
سے ایک ہاتھ سے کھانا کھا سکتا تھا جبکہ وہ اس کے سامنے پیٹھ کردھاپے کے اندر پا ہو اور سارا مختصر
دیکھ کر تھی۔

مردا رائی نے اپنی خصوصی بہاءت کے ساتھ ترک کے ساتھ ترک کے ساتھ دال اور پکلے بیجے تھے۔ دیگر
لوازم اسکا لگ تھے۔ کامی کے بعد ہوتے پر طاہر نے ضرورت سے زیادہ عین سر ہو کر کھانا کھایا۔
کھانے سے فراشت پر کامی کے حکم پر مردا راحب نے ایک اور جگ بیانی کا ایک ڈھنگ دیا تھا۔
جس سے دلوں نے ہاتھ دھونے اور ملیں کی ادائیگی بھی اپنی کامی نے کی تھی۔
اب تو مردا رائی کما سکتا تھا کہ اس کا خوندہ بالکل ایسا ”جندو“ حکم کا آدمی ہے اور اس کے
یقیناً ہوا ہے۔

دوتوں امیان سے ڈھاپے سے ہاہ آگئے تھے.....!!!

کامی طاہر کی جسمی حالت کے حقیقتی نظر سے رات ہیں بیان گزارنے کا مشورہ دے
رہی تھی لیکن طاہر کے بعد ہوتے پر ہادل خواتین اس نے آئے سڑک ارادہ کیا تھا کیونکہ طاہر کی
بیٹیں کی بجائے کسی چھوٹے بیٹھیں پر رات گزرنا زیادہ مناسب سمجھتا تھا۔

کامی کو بیلا خراس کی بات تھی مانی پڑی اور شام بھک کا وقت دہاں گز اور نے کے بعد وہ
ایک پڑی بس کے ذریعے الیورزی کی طرف روان ہو گئے۔

بس شمل سے سلی کوئی ہوئی ”منڈی“ پہنچ گئی اور یہی ان کی منزل تھی۔ کامی
جہاں تھی کہ طاہر کو اس سے زیادہ اس علاقے کی خبر کیسے ہے۔

رات اٹھا چکی تھی جب بس نے انہیں شہر کے سطح میں اتارا۔ درود رسم کوئی دکان
کھلی دکھائی نہیں رہی تھی۔ البتہ وہ تھیں پر راجحہ کراؤں میں سکرے سے راجحہ روان کی طرف
ضور بھاگتے ہوئے آئے تھے۔

”لیں سر۔“

”لیں سید۔“

”لیں سید۔“

تھیوں نے پار بار انہیں چاہی طبق کیا تھا۔

”اور کوئی اچھا داک بگلے ہے کیا۔“

طاہر نے اپنے سلی بھی میں ان سے دریافت کیا۔

”لیں سر ایں سر ایں لے جاتا ہوں آپ کو۔“

ان میں سے ایک تدریسے وصالی عمر کے نوجوان تھے۔

”اوے کے۔“

طاہر نے شان تھکت سے کہا۔

انہیں اس کے منہ سے یہ دللت لٹکھی ہوئی تھے جب اس نے بھلی کی سی بھرتی سے ان کے

تھیوں پر یہاں کامی کی طرف روان ہو گا۔

باتی رونوں حرست سے ان کی طرف دیکھتے رہے۔ بے چارے شاید ایک سواری کی

اسی پر یہاں کھڑے تھے۔

یہیں کی راجحہ کوئی اندازہ ہوا تھا کہ طاہر کوئی بڑا سرکاری افسر ہے۔ یوس تو ان کے

زندہ یہاں آتے والا ہر شخص قی کوئی بڑا آدمی ہوتا تھا ایکن طاہر تو اپنی چال ڈھال سے بھی کوئی

بڑا آئیں گے تھا۔

دونوں کو وہ جس ایک بیٹھلے میں لایا تھا اس کے باہر ایک کونے پر بورڈ پر لکھے بلب کی

مُحَمَّد رَوْشَنِي مِن "سَيِّدِ الْأَرْبَعَةِ" (سَلْطَنِ رَبِّ رِبَّيْسِ فُورِسِ) کے الفاظ پڑھ کر دنوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ خواہ مسکرا دیئے۔

کامنی نے تو یہاں سے کہنی اور جانے کا ارادہ باندھا تھا لیکن طاہر نے اس کا عنیدہ بخانپ کراس کے پچھے کہنے سے پہلے ہی اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ یہ مطہن اور خاموش رہنے کا اشارہ تھا۔

طاہر نے جان لیا تھا کہ یہاں وہ خود ہنس آئے بلکہ ندرت انہیں لے کر آتی ہے ضرور اس میں کوئی حکمت نہیں۔

ان کا استقبال ایک مستعد گارڈ نے کیا تھا دنوں نے اپنا تعارف ڈائیز کی حیثیت سے کروایا اور یقین کی حیثیت کے انہیں ایک آرامہ دکھل لیا۔

رات کا گھانا انہیں کرے ہی میں مقامی ہنس سے سچائی کیا تھا اور اب وہ دنوں کرے میں لگا آٹھ دن ان کے سامنے آ رہا۔ دکھل کر سیوں پر پیٹھے آگتا پاپ ہے تھے۔

حیرت کی بات تھی کہ دنوں کو کسی سوال وجواب کے بغیر کروڑ ملا قات۔ صرف طاہر نے ایک بھرپور شبل کے ایک سرکاری ہسپتال ڈائیز کا اپنا ہی لیٹر لیکھ دیا تھا۔

کامنی نے اٹھینا سے بیہاں اس کی جیتناج تھیہ میں کھڑکی کی اور پر اپنی چیاں دہاں پھینکنے کے بعد جانے ایک پولی ٹھن کے لانے میں بند کر کے کرے ہی کھڑکی سے باہر اس نالے میں پھینک دیا تھا جو پہاڑوں سے بہتا ہوا اس ڈاک بھنگ کی پٹت سے گزرا تھا۔ طاہر نے اسے اٹھینا دلانے کے لیے اپنے ہاتھ کی الگین کو اچھی طرح جھٹکی دی تھی تاکہ کامنی کو اٹھینا رہے کہ اس کا ازخم مندل ہو جائے اور ہاتھ بھی سچ کام کر رہا ہے۔

کامنی نے بطور عاس و سکھا تھا کہ زم زار مل تھا اور اس میں ہیب وغیرہ بھیں پڑی تھیں۔ جو بہت اچھا ٹھون تھا اب وہ اگلے روز اٹھینا سے اس کے لئے لکھا رکھی تھی۔

دنوں رات دیر گئے تک آٹھ دن کے سامنے پہنچے تھے اسی کرتے رہے۔ کامنی نے اسے اپنے ماہی کی کہا جیاں سنائی شروع کیں اور سنائی پہلی گئی۔

اس نے اپنے بھین لڑکیں جوانی اور عملی زندگی کا ایک ایک ورق کھول کر طاہر کے سامنے رکھ دیا تھا۔

طاہر ایک باہر نیلیات کی طرح اس کی ایک ایک بات کا پکڑ رہا تھا اور آدمی سے گئے جب بچل دل اور رندھے ہوئے لگے کہ ساختہ اپنی کامنی نے ہوئے بے انتہا۔ طاہر کے پیٹے سے جانگلی تو طاہر کو احساس ہوا کہ کامنی کے ساختہ تھی اسی لی ہوئی ہے۔ اس نے اندازہ لگایا تھا کہ کامنی اپنے سماں میں کمی مٹھی ہی بھیں اور بھیں اپنیں اس کے اور قدر تھی طور پر ایک اختلاف جنم لے چکا تھا۔ یہ تبدیلی ہمیں اس لیے وہ تباہی تھی۔ اس نے ہبھال لیتھی پر لپک کیا تھا۔

طاہر کے ہبھال پر ایک انتہا جنم لے چکا تھا۔ یہ تبدیلی ہمیں اس لیے وہ تباہی تھی۔

دوسری تھوڑی دری ہی سے تھے جب جان ہوئی۔ سچ کا ناشت بھی انہوں نے کرے ہی میں ٹکوکار کے ذریعے بھاٹاہر بیہاں کے سول ہسپتال کا رخ کیا کہ انہوں نے اسی تاثر دیا تھا جیسے یہاں کا جاہل ہوا ہے۔

جیسی کو رخصت کرنے کے بعد ہسپتال کے دوسرے دروازے سے گلک کھوں پہنچ لیتھی ہزار کے ایک گونے میں بنی میڈیک پہنچے۔ جہاں اس کے ذریعے دل اور جان ہوئی کی طرف جا رہے تھے۔

داڑھ کر خود ایک کمل ڈاکٹر تھا اور اپنی ماں اگر ڈاکٹر شیلا کی انسان روتنی کی وجہ سے اس کی بہت مزت کرتا تھا۔

اس نے اپنی زندگی میں ڈاکٹر شیلا بھی دو دل رکھنے والی ڈاکٹریں دیکھی تھیں جو بھاہر تو یہ پرانے بھتے ہستیاں چلا رہی تھیں مگر صورت حال یہ تھی کہ یہاں آنے والے مریضوں کو کسی بھی بھرپور اپنال سے زیادہ کوولیات حاصل تھیں۔

آدمی سے زیادہ مریضوں کا علاج یہاں حفت ہوتا تھا۔ کبھی کبھی واڑھ کر مریضوں پر خسر بھی آتا کہ وہ جان بوجہ کر بھرپور اپنال جانے کے بعد یہاں کیوں ٹپے آتے ہیں کیونکہ ڈاکٹر شیلا ان کو ادیات بھی خرچ دی کر دی کرتی تھی۔

اس نے جب بھی ڈاکٹر شیلا کو اپنا بڑے بڑے کے لئے کہا۔ شیلا سکرا کر رہا تھا۔ اس نے واڑھ سے ایک روز کہا کہ مقامی آبادی کی غربت کا اندازہ کیا سے نہیں ہے؟ یہ لوگ کہاں سے آتے ہیں میگر طلاق کے لئے پہنچے؟ اس کیسے؟ اور ڈاکٹر شیلا کی بھروسہ تھی کہ اسے پہلی شخص بہت پسند کیا تھا اور وہیں نہیں کرنا پا رہ تھی۔

اس وقت ہستیاں میں واڑھ اور دوسریں اپنے کام میں مصروف تھیں اور ڈاکٹر شیلا اپنے کمرے میں سورجی کی جب اپنا نکدیاں ایک طرفانہ بچیری کھس آایا۔

چار بیتیں کے بعد بھرپور اسے دھاں آ کر رکیں ہیں میں سے سویں پہلوں میں بلیوں آٹھوں جوان نہیں تھے تھوڑیں تھے آٹو بیک سٹوچارم رکھا تھا اپنال میں کس آئے۔ انہوں نے یہاں اٹھلے کے لیے جو بھرپور اپنال کیا تھا اس نے واڑھ کا پارہ چھا دیا۔

تمنیں چار دیوار پاندھ کر باتی سامنے اور بیچھے کے دروازے سے اندر آئے اور انہوں نے ہستیاں کے عقل کو نوں میں ایسے پوری تین سنبالیں جیسے اچاک ہوتے والے جملے کا مقابلہ کرنے کی تیاری کی جاتی ہے۔

پورپہ بکھر کے دو تھوڑے کے ساتھ اور اپر ایک حصی روم میں کھس آیا جہاں تم نہیں کو کوکوڑ کی پوٹیں لگی ہوئی تھیں اور ایک کوتے میں واڑھ اور دوسریں اپنی اپنی ذہنی سنبال پہنچتے تھے۔

"شیا کہاں ہے؟"

ڈاکٹر شیلا میڈول کے مطابق اپنے بھرپور اپنے بھرپور سٹانے کے لیے اپنے بیڈ روم میں آتی تھی۔ وہ دو پہر کو تمیں تھنکے کا دن کرتی تھی۔ اس دوسرانے کا اور بھرپور سے نے کے بعد پھر رات دی کے تھک دہاپنے کا موں میں صروف رہتی تھی۔ کافی کو یہاں سے گئے آن دوسرانہ تھا اور اس کا دل کہتا تھا کہ وہ دونوں جوان بھی ہیں ضرور اپنے بھرپور سٹانے پر بھی گئے ہوں گے۔

ڈاکٹر جیک کا کوس ابھی مل جائی تھا اور آج یہی اس نے تھلے سے فون کر کے شیلا کی خبریت بھی حاصل کی تھی۔

ڈاکٹر شیلا نے اپنی دامتست میں کوئی ایسا شانگھری نہیں نہیں رہنے دیتا تھا جس سے کافی اور طاہر کی یہاں ہو جو دیگر کاشتائی پر بھی اگر رہتا ہو۔

آج متھی میلے ہوئے کی وجہ سے مریض کچھ زیادہ ہی آئے تھے اور دو تمیں شدید رخیوں کو دو افل کرنا پڑا تھا۔ شیلا اور اسے تھکا دوٹھ محسوس کر رہی تھی اور اب اپنے بیٹر پر گر کلبے لے سائیں لے کر کوئی تھکا دوٹھ دور کر رہی تھی۔ آج وہ اتنا تھک ہی تھی کہ اس کا دل پہن میں جا کر قلیار کرنے کو بھی نہیں چاہ رہتا تھا۔

یہی تھے اس نے رات کے سالن کے ساتھ ایک روٹی زہر مار کی اور کپڑے بدلتے پر بزرگی۔ اپنے بیٹر پر گرگی۔

اس نے اپنے اسٹنٹ واڑھ سے کہدا تھا کہ شدید ضرورت پر بھی اسے نہ تھائے

اس نے اندھکتے ہی واڑ کر سے ہڑی بد تیری سے دریافت کیا۔

"آپ کون ہیں؟"

واڑ کرنے تدریس خوف اور خسے سے ملے جنہات سے پوچھا کیونکہ اس کے دلوں ساتھیوں نے وہاں لیٹئے مریضوں کے نزدیک بھی کرائیں مکور ناشروع کر دیا تھیجی دی ان کے مطلوب طریقہ ہوں۔

"شاید تم سے جو بچا جائے اس کا حباب رہ۔"

پردھپر سکھنے واڑ کر کا گل دیتے ہوئے کہا۔

واڑ کر کا سے کالی کی قوچ قوچی جی۔ اس نے زندگی میں شاید یہ کسی سے گالی کھائی ہو۔ بے عزت اور رسول کے سامنے اس کا دام غریب کر دیا۔

"سماں کیجئے ہو؟ قبر سے بات کرو۔ یہ بھتال ہے۔ جسمیں کسی نے بتایا تھیں کہ بات کی جاتی ہے؟"

واڑ کرنے میں سے بے قابو ہوتے ہوئے کہا۔

"سامنے بچھو تو پہلے سیدھا کروں۔"

یہ کہ کہ پردھپر سکھنے واڑ کر کے من پر اتنا ذر سے تھیز ما را کہ وہ سامنے کی دیوار سے گرا کر چکا۔

دلوں نریں خوفزدہ ہو کر اسے لعن طعن کر کے واڑ کر کی مد کو آگے برسیں تو پردھپر گھنے انسیں ہاڑ دوں سے جکٹے دے کر الگ کر دیا۔

اس کے دلوں ساتھیوں نے ان کی طرف بندوقیں ہان لی جیں۔

جرت انگیز طریقہ پر واڑ کرنے کے بجائے میں سے انھیں کھرا ہوا اور پردھپر سکھ کی طرف بڑھا۔

"جسمیں شرم آئی چاہیے۔ اگر تم کوئی سرکاری آدمی ہو تو یاد رکھنا۔ جسمیں اس تپڑ کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ ڈاکٹر صاحب اپنے کرے میں آرام کر دیں۔ جسمیں کیا کام ہے؟ اور یہ کیا طریقہ ہے؟"

اس نے بدقت تمام اپنے منہ میں پردھپر سکھ کے لیے آئے والی گالیوں کو روک رکھنے

اتھاں کہا۔

"کہاں ہے اس کا کمرہ۔"

پردھپر سکھ نے پھاڑ کھانے والے بچے میں بچا۔

دلوں نریں جو کم کر خوف سے کانپ رہی تھیں اب ان میں سے ایک باقاعدہ رونے گئی تھیں۔

دوسروں نے اس میسیت سے لفٹ کی شایدی کیا۔ آسان تر کیب سوچی کہ واڑ کر کے مزید کسی سوال نہایا جواب سے پہلے کیا دیا۔

"اوپر میڈیم اور بریتی ہیں۔"

وکھوچیوں جو بھی بات کرنی پڑے مجھ سے کرو۔ اس وقت میڈیم کو۔

واڑ کر کی بات ہاڑکلی ہو رہی۔ جب پردھپر سکھ نے اسے دھکا دے کر ایک طرف

کیا اور چھڑکنے نے اشارہ کیا تھا۔ اس طرف کی بیڑھیوں کی طرف پلا۔

اس کے دلوں ساتھیوں نے ایک بھک اکنی ہاتھی ہوئی تھیں۔

○ ○ ○

شیلا کی ایک بھکل آنکھی گلی تھی جب ایک زوردار بھک سے اس کی آنکھ بھک لی۔

اسے یوں لگائیے اچاک زوردار جھاک کرو۔ ہاؤ ہاؤ اور شیلا کے پچک اسے پر گوں پر اچھاں کر دیا۔

یہ جھاک کسی بھک کا نہیں بلکہ اس کے بیندر و مکار کے دروازے کا تھا جو کسی نے بد تیری اور

زور سے کھولا تھا کرو اندر کی دیوار اور گلی اور زور دار اور اڑ پیدا ہوئی۔ پر ٹھان کن اور جرت زدہ

آنکھوں کے ساتھ ڈاکٹر شیلا نے دیکھا۔ دروازے کے عقب میں ایک لڑکی اس کی طرف پتول تانے کھڑی ہے۔

پنچھی!

پردھپر سکھ کی بات۔ جسما پنچے باس کی طرح کارتا ہے دکھانے کا شوق تھا۔

ایک شیلا بھکل سخیل پانی تھی جب نیلم کے عقب میں اسے بیٹھاں چڑھ کر اوپر آتا

پردھپر سکھ کیا دیا۔

ان کی شکلوں پر نظر پڑتے ہی ڈاکٹر شیا اور پرست کچھ آگئی۔ شاید وہ لاشوری طور پر اس صورت حال سے منٹے کے لئے پہلے ہی سے تیار ہی۔ یعنی وجہ تھی کہ اس کے اوسمان عمال سے۔

”تم خدا کرن شیا ہو؟“

پرست سکھنے اس کی شکل پر نظر پڑتے ہی کہا۔

”تیں تم لاک کون ہو؟“

جواب کے ساتھ اس نے پرست سکھ سے بڑے کرخت لہجے میں اس کی شاختگی دریافت کر لی۔

پرست سکھ نے اس کی شکل پر نظر پڑتے ہی اندازہ کر لیا تھا کہ یہ کوئی عام جسم کی ڈاکٹر نہیں ہے اور وہ قد سختا ہو گیا تھا۔

”ہمارا تعلق آئی۔ میں سے ہمارے میں اپنے سے بچوں پر چھاہے۔“
اس نے تربیت کے مطابق اپنی ایک جنسی قطعہ حاصل کی۔

”کیا آئی۔ بیواں اس طرح شریف شریروں کے گردوس میں داخل ہوتے ہیں۔“
شیلا کا مصل بڑھ گیا تھا۔

”میں افسوس ہے میرے میں یہ معاشرات بہت سیر ہیں۔ ہم دفتر کا اور ملک دشمن ایکٹوں کا تعاقب کرتے ہیں تک آئے ہیں۔ ہماری اطلاع کے مطابق وہ آپ کے پاس موجود ہیں۔“

پرست سکھ نے کہا۔

”اس سے پہلے کہیں تھا اسے سوال کا جواب دوں۔ تم مجھے تاذہ کر میرے گھر میں بغیر جلاشی وارثت کے جھیں داخل ہونے کی ہمت کیسے ہوئی؟“
شیلا نے غصیلی حریق آزمیا۔

”وہ کیسے میدم۔ یہ وقت ایسے سوالات کا نہیں ہے۔ آپ براۓ ہمراۓ
ہمارے ساتھ قوانین کریں اور میرے سوالات کے جوابات دیں۔ یہیں قانونی طور پر آپ سے
سوالات کرنے کی اجازت ہے اور اپنی حدود کا علم بھی ہے۔“

ٹیکم کے لئے اپنے پاس کا یہ قطبی اجنبی تھا۔ اس نے زندگی میں پہلی مرتبہ پر دبھ سکھ کو اتنی تیز سے گھنکو کرتے شاھرا۔

ٹیکم اس دوران بہتر سے اٹھ کر کرکی پر بینے گئی تھی۔

”دیکھو سڑ..... تم جو کوئی بھی ہو۔ میں صرف اس لیے تھا رہی ہاتھ کے جواب دے رہی ہوں کہیں ایک دہن و دوست بھاری ہاگر (شہری) ہوں اور میرے ہجھ سے اگر کوئی“ دش درویش ”(ملک و دش) کچڑا جائے تو میرے خوش چھتی ہو گی۔ جن تھا رہے یہاں سمجھنے کا طریقہ مجھے بالکل پسند نہیں آیا۔

اس نے بڑے ہائل لہجے میں کہا۔

”آئی ایک سوری میدم۔ لکھن میں نے آپ کو تباہیا۔“

پرست سکھ نے کہا۔

”میکھ ہے۔ میرے خیال سے تھا رہیے سوریا میں نے اب تک میرے مریضوں کو خاصا ہر اسماں کر لیا ہو گا اور میرے گھر کی جلاشی بھی لے لی ہو گی۔ اس لئے براۓ ہمراۓ تم لوگ ساتھ ڈیکھ جو دم میں بیٹھ گئے۔ میں وہاں آگر کرم سے بات کرنی ہوں۔ کسی خاتون کے پیغمبر دم میں گھنٹا سوائے بد تیزی کے اور کوئی معنی نہیں رکھتا۔“

یہ کہہ کر اس نے پرست سکھ کا جواب سے بغیر دروازہ ٹھک سے بند کر دیا۔

○ ○ ○

ٹیکم نے چاہا کہ دوبارہ دروازے کو لات مار کر گولے۔ لکھن پرست سکھ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے نازل کر دیا۔

اپنے مند پر اٹگی رکھ کر اس نے ٹیکم کا شادر سے دوسرے کرے میں آنے کے لیے کھا اور دو ڈولز ڈرائیگ رومن میں بیٹھ گئے۔ ”سالی تھیں والی تھیں ہے۔ کوئی اور پیغام نہ پڑ جائے۔ یہ گھنٹوں ہے ہمارا انداز و غلط ہو۔“

اس نے صونے پر بینے ہوئے ٹیکم سے کہا۔

دو ڈولز یہ بات جانتے ہی تھے کہ ان کے ساتھیوں نے اب تک اس پہنچا کا چھوڑا۔
چھان بارا ہو گا۔

ڈاکٹر شیلا نے بظاہر قاتھر دم کارخانہ کیا تھا لیکن اپنے چہرے پر پانی کے چھینٹے والے کے فرواء بعد اس نے بیلر دم کو فون سے متاثر ائس پیارے بوس کی ساری طبی وقوفیں میاں بیٹھی کی مریض تھی۔ بڑی غامبی سے اپنے ساتھ ہونے والی ایک بخشی سے باخبر کے فوراً چھینچ کی درخواست کی تھی۔

اور.....

ائس پیارے ملکمن رہنے کے لئے کہا تھا۔

تمنے چار مرٹ اسکے بعد بیلبول ہالہ، ہالہ، ہالہ کر دیا۔ اسکے بعد دم میں دھاٹل ہوئی تو اس نے یوں انہیں ٹاکٹپ کیا جیسے اپنے مریضوں سے بات کیا کرتی ہے۔

پردہ پر کے اشارے پر نہیں نہیں اس کی طرف دفعہ تصویریں بڑھادیں۔ دفعوں کو دو یہی تھی تھی۔

”آپ ان لوگوں کو جانتی ہیں؟“

پردہ پر ٹکٹکنے کے دریافت کیا۔

”میں یہ تو بھری بیچن کی سکلی کامنی ہے۔ دوسری تصویریں کی ہے، میں نہیں جانتی۔ اس نے ٹھیکانہ سے کیا۔

”غور سے دیکھنے میڈم شاید آپ اسے بھی پیچاں جائیں۔“

اس سر تبدیل ہر خدھہ مکراہت کے ساتھ ٹائم نے کہا تھا۔

”میں ڈاکٹر ہوں اور آپ سے بھر اپنی نظر کے متعلق جانتی ہوں۔ میری آنکھیں بھی بھگوان کی کرپا سے بالکل بیگ ہیں۔“

اس نے قدرے کی تھی سے جواب دیا۔

”آل راحیف۔ آپ یہ تباہیجے کر کل کاشی بیہاں کیا کرنے آئی تھی۔“ اپنی دانست میں پردہ پر ٹکٹکنے پر بڑا زبردست نفیانی حملہ کیا تھا۔

”کل۔۔۔ یا آپ سے کس نے کہ دیا۔۔۔ کاش! وہ بھرے پاس آئے۔۔۔ اس نے تو میرے ارماؤں پر اوس دال دی۔۔۔ ایسی بے دلائلی۔۔۔ گمراہ لوں کی طرح اس نے بھی ملا چھوڑ دیا۔۔۔ مجھے اس کی امید نہیں تھی۔۔۔ بہر حال دنیا شاید اسی کا نام ہے۔۔۔“ ڈاکٹر شیلا نے سوگار بچے

میں کہا۔

”گویا آپ کریتھیں ہے کہ وہ مکل بیہاں نہیں آئی تھی؟“

پردہ پر ٹکٹکنے ذہر خدھہ مکراہت اس کی طرف اچھا لی۔

”لکھ مز۔۔۔ میں ایک بات کا جواب ایک مرجبی دیا کرتی ہوں۔۔۔ شادی کے

بعد سے میں کافی کی ٹھیل دیکھنے کو ترس گئی ہوں۔۔۔ سمجھے تم۔۔۔ وہ بھری بیچن کی دوست

ہے۔۔۔ میں نے اس سے کب اکار کیا۔۔۔ اب تو وہ اٹھلی جس اپر ہے۔۔۔ اگر وہ کوئی قاتھلہ بھی ہوتی تو

بھی میرے اس کے لیے بھی چند بات ہوتے۔۔۔ میں نے کہ کہا ہے کہ میں اسے جانتی بھی

نہیں۔۔۔ لیکن وہ بیہاں بھی نہیں آئی۔۔۔ شادی کے بعد بھی نہیں آئی۔۔۔ جرام خدا۔۔۔ الوی بھی

کاش!۔۔۔ ایک مرتبہ پل جائے۔۔۔“

ڈاکٹر شیلا کا کام کے زمانے میں بہترین اداکارہ مانی جاتی تھی اور آج اپنی اداکارانہ

صلاحیتوں کا بہترین مظاہرہ کر رہی تھی۔

”دیکھنے میں۔۔۔“ ہمارے پاس اس بات کے کمبل ہوت م موجود ہیں کہ وہ آپ

کے پاس آئی تھی اور اب وہ کوئی اٹھی جس اپر فریبیں ایک خدار ہے۔۔۔ جس نے اپنے دلش کو جادہ

کرنے کی سارش میں حصہ لیا ہے۔۔۔“

پردہ پر ٹکٹکنے سے چھٹاہٹ کا لامعا۔۔۔

”اگر تمہارے پاس ٹھوٹ ہیں تو اسے بیہاں سے ہماڑ کرو۔۔۔ اور خبردار ہر سے

سامنے کافی کے حصلن کوئی غلط بات نہ کہنا۔۔۔“

شیلا کے آخری نتیجیاں ملئے نے تو اسے چاروں ٹھانے پت کر دیا تھا۔

اس سے پہلے کہ پردہ پر ٹکٹکا گاہکا سوال کرے۔۔۔ بیرون سے مخاکی ائس پیارے ایک

ماجھت کے ساتھ اوپر آتا کھلائی دیا۔۔۔

”وہ پاہلی۔۔۔؟“

اس نے ڈاکٹر شیلا سے تاچھ ملا تھے ہوئے دریافت کیا۔

”آپ کے یہ بہادر افران بیہاں مجرم فوجوٹ نے آئے ہیں۔۔۔ شاید میں کوئی

اس نے ڈاکٹر شیلا سے تاچھ ملا تھے ہوئے دریافت کیا۔۔۔

”آپ کے یہ بہادر افران بیہاں مجرم فوجوٹ نے آئے ہیں۔۔۔ شاید میں کوئی

○ ○ ○

کا اندازہ تو "را" والوں کو ہو گیا تھا کہ اگر ڈاکٹر خیال کے حلق یہ شوت بھی ال جا ہا کہ مفرور بیان
آئے تھے اور خیال نے ان کی عد کی تھی جب بھی وہ ڈاکٹر خیال کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتے
تھے۔

ان کے لیے صرف ایک ہی چانس تھا کہ وہ کامنی اگر وال اور طاہر کو بیان سے گرفتار
لیجئے اور یہ چانس وہ حکومت کے تھے۔

گوکر پر دیپ پٹکھدہاں سے ناکام بلوٹ آیا تھا۔ لیکن اس نے بہت نہیں باری تھی۔ اور
ڈاکٹر خیال کی سبقت گیرانی کے لئے اپنے دو ماتحت وہاں چھوڑ آیا تھا۔ وہ اس کوشش میں تھا کہ ہے
بھی ممکن ہو۔ خیال کے خلاف اس بات کا ثبوت حاصل کرنے کے لئے اس نے دونوں کو پناہ دی تھی۔

یہ بات تو ثابت تھی کہ ان دونوں میں سے ایک رُخی ضرور ہے۔ جس کا ثبوت انہیں
صوری میں ال جا کا تھا اب انہیں صرف اسی ایک کلیو بینڈ بنا کر انہیں خلاش کرنا تھا۔
اور..... یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔

ڈاکٹر کام

دہشت گرد ہوں کیونکہ انہوں نے میرے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہے۔
خیال نے ان کی طرف اشارہ کیا۔

پر دیپ پٹکھدہاں دورانِ اٹھیمناں ہو چکا تھا کہ واقعی دلوگ بیان ہیں آئے اور اسے
اس طرح حملہ اور نہیں ہونا چاہیے تھا۔

"کون ہیں جناب آپ؟"
ائسی لپی نے پر دیپ پٹکھدہ کی طرف کچھ کر پوچھا۔
"اس طرف آئیے۔"

پر دیپ پٹکھدہ نے خیال اسے کافی خاص اشارہ کیا تھا۔ دونوں دوسروں کمرے میں چلے
گئے۔ دونوں کے درمیان کیا گفتگو ہوئی، اس کا اندازہ تو ڈاکٹر خیال کو کوہ سکا۔ لیکن تمیں پار مند
بعد جب دہ بابر لگلے تو پر دیپ پٹکھدہ نے اس سے مددت کرتے ہوئے درخواست کی تھی کہ وہ اس
سارے والوں کو اپنے سکھی خود رکے۔ اس نے خیال سے کہا تھا کہ وہ فتنی اگر وال ایک خیر ملی
دہشت گرد کے ساتھ ملک کا بہت بڑا انتقام کر کے فرار ہو گئی ہے اور وہ لوگ اس کو جلاش کر رہے
ہیں۔ اگر وہ بیان آئے تو ہمارے میراں انہیں خبر دے۔ اس کے ساتھ اس نے ڈاکٹر خیال کو پہا
مقامی نمبر بھی دیا تھا۔

ائسی لپی نے خود بھی اس سے درخواست کی تھی اور تھوڑی در بعده وہ سب ایک میز پر
چاۓ لی رہے تھے جو ڈاکٹر خیال نے ان کے لئے چید کی تھی۔ اس دوران پر دیپ پٹکھدہ کو بہت
شرمندہ محسوس کر رہا تھا اور اس نے واٹکر کے ساتھ ہونے والے سلوک پر مددت بھی کی تھی۔
لیکن..... پر دیپ پٹکھدہ نے یہ سچے سخن ملڑتے پیشوں نیلیں کہا تھا۔ اسی لپی نے اسے کہا
تھا کہ خیال کے حلق غلط رائے قائم تھیں کی جا سکتی۔ جب پر دیپ پٹکھدہ نے اسے کہا کہ کامنی کی
اے اہل صورت حال کیاں تھائی ہو گئی وہ اسے دھوکے میں رکھ کر اس کی مدد حاصل کرنا چاہتی ہو
گئی تو اسی لپی نے یہ کہہ کر اسے لا جواب کر دیا تھا کہ ڈاکٹر خیال کو ایک سرچ ہب میں کے بعد کر
کامی اور اس کا سامنی کون ہیں؟ اس سے چھپائے کی کیا ضرورت تھی اور وہ کامنی کی اصلیت
جائنسے کے بعد ضرور اسے ہتا دیتی کر دے بیان آئی تھی یا نہیں۔

اس علاقے میں ڈاکٹر خیال اور اس کے خادم کی سامنی حیثیت جانے کے بعد ایک بات

ظاہر نے تو اس سے بھی زیادہ انتہام کیا تھا۔
شاید وہ زندگی میں بھی وہ گرفتوں نہ پہنچتا جو کافی اگر والے ایک طرح زیر دستی سے
اے پہنچا دی جئی۔ جس نے اسے سر سے گردان تک حاضر دیا تھا اور اس کی صرف آنکھیں دکھائی
وے رہی تھیں جن پر عینک موجود تھی۔
ظاہر نے بھی کافی کی طرح گرم دستانے پہنچے ہوئے تھے اور اپنے بائیں ہاتھ کو خصوصاً
زیادہ حدت پہنچائے رکھنے میں کوشش تھا۔
لیکن سر دی جو بڑے ہوں میں اتر رکھی تھی اپنا اثر دکھانے لگی تھی۔ اے اپنے ہاتھ
میں درود کا احساس ہو رہا تھا۔

بہر حال یک کوئی ایسا درود نہیں تھا جو اسے پر بیان کرتا۔ یوں بھی اسے اب خود کو نہیں رکھنا
تھا کیونکہ کافی کے لیے یا طلاق ایسے بڑی پر بیان کرنے ہوئی کافی کافی اس کے ہاتھ میں درود ہونے لگا۔
بس، زر ایجاد نے شاید بہت پہلے سے انہیں شارٹ کیا تو ہوا تھا کیونکہ ذیں لیں کی بودھ رہ کے
بھیل گئی تھی۔ اگر وہ ایسا کہ کہتا تو اسے دوبارہ سس کا انہیں شارٹ کرنے میں کافی وقت چیز آتی۔
یہاں تو سر دی سے پہ عالم تھا کہ خون رگوں میں جتنی ہو امحض میں ہوتا تھا۔ ذیں لیں کی تو بات ہی اور
تھی خدا خدا اکر کے بلا خوبیں پہلی پڑی۔

جیت اگریز طور پر سارے بیان پوری تھیں۔ ان میں زیادہ تعداد ملازم پیش یا چھروں فو دیا تھا
جوڑے تھے جو ان منانے کے مردم سے لہذا ہی بارہے تھے۔ جیکی درود ان درودوں نے بھی
دھارا تھا۔

بس، جملہ کافی نے بیک سے گرم ٹھال ٹھال کر طاہر اور اپنی تاگوں پر ڈال دی۔ طاہر
بظاہر اس سے پاسیں کر رہا تھا جیکن کافی کا جو قطب اس سے بندھ گیا تھا اس کے بعد طاہر کی کسی بھی
تکلیف سے بچنے والا کے لیے نہیں ہی تھا۔

”درود تو کیس ہو رہا اب؟“

اس نے اچاک تھی طاہر سے دریافت کیا۔
”جنیں!“

ایک سر جب ہر دو توں والہوڑی کی طرف عازم سفر تھے۔
کافی نے ایک سکھ طاہر سے اپنی اگلی سرخی پر بھی تھی۔ نہیں اس نے اپنی طرف
سے طاہر کو ایک سکھ کوئی ملاج دی تھی۔ اس کی خواہ شخصی کے طاہر کے ذہن میں تیار شدہ پلان کے
مطابق ہی ٹھل کیا جائے کیونکہ وہ طاہر کو اپنا سب سکھیں اور یہ بھائی اس پر دوز دشمن کی
طرح عیاں تھی کہ طاہر کو اپنا راجہ نہیں کافی تھا۔ کافی تھا شاید اس کی زندگی کا بھر بن فیصل تھا۔
میں ایسے جب وہ والہوڑی کی جاتے والی بس پر سوار ہوئے تو انہیں دس فٹ کے قابلے پر
بھی کوئے ڈھنگ سے دکھائی نہیں دے سکی تھی۔

وہندہ اور برف کے گالوں نے سارے مٹک کو دھو دیا کہ دیا اور طاہر کا دل اس وقت
ڈاکٹر شیلا کے لیے بیٹھا احسان مندی کے چند بات سے لبریز ہو جاتا جب اسے احساس ہوتا کہ
اگر شیلا از بر دستی اسے لبا گرم کوٹ نہ دیتی تو شاید اس کی بندیاں تمدد ہو جائیں۔
اس نے کافی کو زر دستی اپنی جیکٹ بھی پہناری تھی۔

سر دی سے بیچنے کے لئے انہوں نے بھی درسوے لوگوں کی طرح اپنے جسم پر اتنا کچھ
بھکن کھا تھا کہ حنک سے کسی کی ٹھل ٹھل دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

کافی نے سر پر بھی گرم لادی توپی اور ڈھر کی تھی اور اپنے منہ کو گرم مطر سے اس طرح
ڈھانپا ہوا تھا کہ اس کی آنکھیں میں بھکل دکھائی دے رہی تھیں۔ طاہر کی طرح اس نے بھی باخوس
میں کمرہ اور دستانے پہنر کے تھے۔

ظاہرنے پر ساخت کہدیا۔
کاشی نے بیساقیار اس کا تھاپے دوں باخوبی میں قام لیا۔ اس نے
ٹار کے ہاتھ کرنے کے باوجود گھری کسی کے ساتھ گرم چادر کی ایک ٹیک بنا کر ظاہر کو اس کے
ساتھ اس طرح بخدا یا تھا کہ اسے گرم چادر کی گماش کا احساس ہوتا رہے۔ اس کے باسی طرف
وہ خود ظاہر سے الگ کر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس طرح اس نے اپنی رانست میں ظاہر کے بدن کو گرم رکھنے
کی ہر ٹکن کوشش کروائی تھی۔ اب اس نے ظاہر کا بیالا بازو اپنی گوش میں رکھ کر آہستہ آہستہ دبا
شروع کیا تو ظاہر کو عجیب سی سلامانیت کا احساس ہونے لگا۔

اس کا درکم ہونے کا تھا!

قریباً آگے تھے جو ظاہری چلتی تھی۔ اپنی رانست میں ظاہر کا ساتھی کا تھا اور سنی وہ واحد اسی جو
اپنی آجھی سروں کے لیے شہور تھی۔ ہمیں بچھ جی کر شدید سردی میں ہمیں جب اپنے بزردار سے لکھتا
گھن کھن ظاہری جانے والے سارے اسیں سمجھ کر پہنچے۔
کاشی کی نظری پار پار اپنی گھری کے دلکشی پر چلتی تھی۔ گھری کی ہوئیں جیسے ہی
آنچھے تھیں اس نے اپنے بیٹھنے کے سین مغلک گولیاں نکالیں۔ اپنے قدموں میں ہرے
حمرہ سے چائے ایک کپ میں اغذیہ اور کویاں ظاہر کی طرف پر ہادیں۔ ظاہر پر ساخت
کر را بنا۔

”کم از کم دوران سفر تو فرستگ بھول جایا کرو۔“
”چپ چاپ اس تھی بچوں کی طرح لگل جاؤ۔“ چھین ابھی بیالا کی سردی کا اندازہ نہیں۔
امید ہے کہ مجھے تمہارے من میں خود داہمی اپنی پڑے گی۔“

کاشی نے قدم اس کا ڈھکن بند کرتے ہوئے کہا۔
ظاہر اسے اپنی گھوپ سے زیادہ محنت جانتے لگا تھا۔ اس کا ایمان تھا کہ زندگی مت
خدا کا تھا میں ہے۔
گھن کاشی نے اپنی بیالا کی پر واکر تے ہوئے اس کے ساتھ میانی کا جو امداد
اپنایا تھا اس نے ظاہر کو بہت حمایت کیا۔

اس نے اندازہ لگایا تھا کہ اب کاشی کے دل پر کوئی بوجھ نہیں رہا۔ گندش تین میون
سے اس کے پھرے پر جو سکون تھیر گیا تھا اور جس طرح اس کی آنکھیں پر سکون رہنے لگی تھیں اس
سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکا تھا کہ اب اس کا تھیڑا پہنچنے کے کمیں مل پڑنے ہے اور اس کے دل اور
دماغ میں اگر کسی فیضے پہنچنے کے لئے کوئی جگ چاری تھی تو وہ اب فتح ہو جائی۔
ڈاہری تک کسے سفر میں بس دو تین مرچد کی تھی۔
خبر یہ تھی کہ راستے میں کوئی لیٹھ سلا بیٹھ گئی تھیں بس ہوئی تھی جس نے انہیں برداشت
ڈاہری پہنچا دیا۔

دوران سفر انہوں نے صرف ایک جگہ چائے کے ساتھ سکت کھائے تھے ورنہ تو کاشی
بھی اس کی طرح سفر خالی پیٹ کرنے کی عادت تھی۔

○ ○ ○

ڈاہری میں بس جہاں رکی وہاں تین چار بیسیں پہلے سے موجود تھیں۔ بیالا خاصی
پہل پہل دکھائی دے رہی تھی۔ سرپر کے چارائی رہنے تھے اور جو چاپی پر دوسرے بڑے بڑے بڑے تھی۔
ان کی نظرؤں کے سامنے تاحد کھاؤ ڈھلان پر برف دوئی کے گالوں کی طرح پھی ہوئی تھی۔ قدرت
نہ ہری بھارت سے سارے سترے ہتلر یعنی خید چارستان دی تھی جس پر سورج کی سنبھلی کرنوں کا
رقص اُنکھوں کے لیے پوچھا یا تھا۔

گرسیوں میں اس تھا بیالا آں دھرنے کو جگہ نہیں ہوتی لیکن شدید سردی کے اس موسم میں
بیالا کچھ زیادہ بھیڑ رکھا ہے۔ اس کے دلیل ہے ان کا سامان جو درد بیک پر مشتمل تھا اس کی چھٹ
سے اتار دیا۔

کاشی کے لیے ڈاہری کوئی تھی جگہ نہیں تھی۔ اپنی سوڑات لائف میں اور پھر دوران
سروں وہ متعدد بار بیالا آجھی تھی۔ ایسے مل شیش بیٹھ سے اس کی کمزوری رہے تھے۔
ظاہر کے لیے البتہ یہ جگہ ابھی تھی۔ اسے ہاچاچل پر دلش کا صرف تھے کی حد تک ہی علم
تھا۔ ہمیں بچھ تھی کہ اس نے بیالا آتے سے پہلے کاشی کو اپنا رہنمایا تھا اور اسے صاف حلف
تھا۔ ایسا تھا کہ اب بیالا نے جو تین دن گزارنے ہیں وہ کاشی کی پڑا یات کے مطابق ہی
کمزوریں گے۔

ظاہر نے اپنے دہن میں جو پان بیان کیا تھا اس کے مطابق انہیں بیان تین چار دن گزار لئے تھے۔ اس طرح اپنی دوست میں خود کو زیادہ محفوظ تصور کر رہا تھا جب کہ کامنی کے لیے اس کا بیان تین چار دن قائم اس لیے باعث طاقتیت تھا کہ اس کے ذمہ کے لئے کچھلے کے بعد اس طرح اس کا ذمہ منسلک ہو سکتا تھا۔

اب ظاہر بھی مستقل دستا نے پہنچنے سے کافی بھروسہ کی حسنی کو کرنے لگا تھا۔ کیونکہ اس نے زندگی میں شاید بھلی مرجب اپنے جنم اور ہاتھوں پر کپڑے دل اور دستا توں کا اخراج یا دہ بوجہ دلا دا تھا۔

ظاہر کے منع کرنے کے باوجود کاشتی نے ایک بیک خود اخالیا تھا جب کہ سفری بیک پہلے ہی سے اس نے اخبار کھا تھا۔ وہ ظاہر کو جو اخباری عیشیں دے رہی تھی۔ دلوں آہستہ بس اٹے سے ہاہ آرہے تھے۔

کاشتی اگر وال کے ساتھ ساتھ اب وہ اس سڑک پر بیول ٹھل ڈھنچا جس نے انہیں کاشتی کے دہن میں جھوٹا ہوئی تک لے جاتا تھا۔ دھوپ اپ ڈھل کی تھی۔!

ڈھنچی ہوئی دھم دھوپ کے ساتھ فناش نثاری، آخر نے رسمت اور خود رہ بیلوں کی مل جل خوشبوج رہی تھی۔

دیوار کے کچھ چکلوں کا سلسلہ سڑک کے دلوں اطراف پیٹا چلا گیا تھا۔ خوشبو کیہ لہر ان درختوں اور پات نما بچوں بولنے کے بعد ان کے دل دماغ میں اتر رہی تھی۔

ظاہر کو قدرے آسودگی کا احساس ہونے لگا تھا۔

سڑک کے ایک کونے پر ایک قطار میں تین چار ڈھنے بننے ہوئے تھے اور اس بیک سے سفرانہ ڈھنون کے ساتھ کچھ بکڑے کھانے میں شال ہو گئے۔ سات جوڑے اور بھی اس طرف آگئے تھے۔

یہ سو لوگ بیال اپنی مون جانے آئے تھے اور وہ بھی انیں الوقت ایک قدمیا تھا جو زے کی حیثیت سے بیال دار ہوئے تھے۔

ڈھنابوں کے اندر تمل کے چہے ٹھل رہے تھے جن پر دھری لوپے کی کڑا یوں میں

بڑی بڑی قدموں والے بھائے کو کوئی آئزو نہیں اور بزرگوں کے بکڑے اگلے آگلے رہے تھے۔ پوری بھائی ۲۰ لوکے پر اسے اور کیا۔۔۔۔۔۔ ان کڑا یوں سے نکال نکال کر لوپے کی بڑی بڑی چھٹیوں پر بیکھنے پلے جاتے جو پک جھکے میں سامنے چھوپ پر موجود کھانے والے کے سامنے بھی جاتے۔

ان کے ملاز میں جنہوں نے اپنے سرگلیں مطردوں میں پیٹر کے تھے میں کچھے سبزی اور کوت پینے بھاگ کر گا گھوں بک گرم گرم ٹھیک ہو چکارہے تھے۔ اس دران ڈھانے کے مالک انہیں برادر صلوتوں سے بھی نوازتے چارہے تھے ہا کہ ان کی کارکردگی کی طور پر کم ادن پڑے۔

مٹی کے تبل کی بوڑھا بیوں سے انھوں کر فناشیں موجود خوشیوں کے ساتھ کل کراپنا لگا۔

بھاری تھی۔

کاشتی کے ساتھ ظاہر ایک بیک پر بیج گیا تھا۔ ان کے سامنے دو اگر بڑوں نے اور سوت پہنچنے تھے جن میں ایک قدر سے درجنیانی مرکا مرد اور ایک نوجوان بڑی تھی۔ دلوں پر بیال کی سرداری بکھر زیادہ اڑا کر انہیں ہو رہی تھی کیونکہ انہوں نے باقی لوگوں کے پر عکس مرف ایک ایک جیٹ اور پھٹون پہنچ پرہی اکٹھا کیا تھا۔

اپنی کمر سے بندھے بوڑھوں کے اچار کریک طرف رکھ دیا تھا اور اپنے سامنے ہڑتے چائے کے گھنچے ہوئوں سے لگائے ان بکڑوں کی طرف بیگ بھی نظروں سے دیکھ رہے تھے جو کاشتی نے اپنے اور ظاہر کے لیے ٹھکرائے تھے۔ شیدیدہ اپنے مخصوص بجٹ سے انہیں کاشتی کے تخلیقیں ہوئے تھے۔

ظاہر نے ان کی اس کمزوری کو جان لیا تھا اور تھوڑی دیر ایک دوسرے سے ملک سیک کے بھدا ب دلوں نے اس کے ساتھ پکڑنے کھانے میں شال ہو گئے۔

چند رہ میں سوت کی اس ملاحتات نے انہیں آئیں میں دوست نہ دیا تھا۔ دلوں جو سن تھے اور گذشتہ تین ماہ سے بھارت کی سیاحت پر لئے ہوئے تھے۔

ظاہر نے دا گھنیں ہاتھ کا دستان اتنا دیا تھا اور کاشتی کو فردا اس کیری تھی کہ کب وہ دوبارہ دھنابوں میں ہوں۔

طاہر نے اس طرف زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔ اے اب رہتا نے پینے سے بھنی
ہونے لگی جب کاشی نے بالا خراستے حمود کیا اور رہتا نے پینے کی تلکیں کی۔

”کیا کہر دی ہے؟“

جرمن سیاچ لڑکی نے پوچھا۔

کاشی نے اسے اگر یہی میں تباہ کا پینے خاوند سے کہر دی ہے کہ رہتا نے پینے سے
ورشائے انٹوئنر اہو چاہے گا۔

وہ لوگ جیسا گلی سے کاشی کی طرف دیکھنے لگے ہے خود سے زیادہ اپنے ”ناونڈ“ کی فکر
داہن کیر تھی۔ حمودی دی بعد دوبارہ ملے کا وعده کر کے جرمن جوڑا خست ہو گیا۔ طاہر جاتا تھا کہ
انہیں کسی ستر رہائش کی حاجیت ہو گی۔ جس کے بعد وہ گاہی کی جگہ کی جلاش میں نکل جائیں گے
کاشی اسے اب اوپر لے جائی تھی۔ قریب ایک فرایانگ ہریدا اور جانے کے بعد وہ
کاشی کے مطابق ہوئی۔ ”سی ویٹ“ میں ہیچ کے۔

مسلسل میرے صیالاں چڑھتے ان کے جھوٹوں کو تدریجے گرماہت نصیب ہوئی تھی اور
اب دو دنوں بھاری بھر کپڑوں میں تدریجے گرماہت نصیب ہوئی تھی۔

مسراہیت سزا آ کا شہریتہ کے نام پر طاہر نے کہہ بک کرایا اور کرے میں ہیچ کے
اپنے کہٹ توپی مظاہر اور جاتا نوں سے نجات حاصل کری۔

کرے کے ایک کونے میں چنی کے پیچے آٹھ دن میں آگ روشن تھی۔ دو دنوں
وہیں وھری کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

کاشی نے سامان میلتے سے کا دیا تم اور اب ہیرے کو کافی لانے کا آئڑہ کر طاہر
کے پاس آ گئی تھی۔

”آج آپ کو اپنے ٹکے کھلانے ہیں۔ میرے خیال سے کسی مقابی ڈاکٹر سے
لے ہیں۔ بیجاں کے سر کاری چھپاں کا بھی مجھے علم ہے۔“

اس نے کہا۔

”تھے۔ کاشی میں جھوٹی سا خلرد بھی مول نہیں لیتا۔“

طاہر نے اطمینان سے جواب دیا۔

”کیا مطلب.....؟“ کیا آپ اپنا تھا ایسے رکھیں گے؟“

”جن کا نہیں اس طرح تو زخم خراب ہوئے کا خطرہ ہے۔ یہاں کے آج ہی کھلیں
گے۔ جن انہیں ڈاکٹر نہیں میں خود کھلوں گا۔“

طاہر نے فیصلہ کیا ہے جس میں کہا۔

”کیا یہ کیسے ملکن ہے خدا غواست؟“

کاشی نے چیلہ مرتبہ ”خدا غواست“ اپنے منہ سے کہا تھا اور بات ناکمل چھوڑ دی۔

”علمین رہو۔ بکھر جیں ہوتا۔ یہ جھوٹی کام ہے۔ پہلے اطمینان سے کافی نہیں ہو۔“

طاہر نے اسے تسلی دی۔

کاشی اب بھی کہر دی تھی کہ انہیں خطرہ مول نہیں لیا جائے۔ جن طاہر نے اسے
مطمئن کرنے کے لیے کہ دیا کہ اس نے نکل اپنے سک کا کورس کیا ہوا ہے۔ اور کاشی نے اس کی
بات کا تین کریا کیونکہ طاہر کے باقیوں اس نے انگشٹ لگوایا تھا اور یہ بھی مان لیا تھا کہ وہ ادویات
کا علم بھی جانتا ہے۔

اس سب کے باوجود وہ مادل خدا غواست ہی اس کام کے لئے تیار ہوئی تھی۔

دروازے پر آہٹ ہوئی۔ ہیرالندر نے کی امانت طلب کر رہا تھا۔ طاہر اپنا احتجاج اس
سے چھپا تھا کہ اس سے باقاعدہ مول نہیں چلا جائے۔

کاشی نے برتن میز پر رکھا کر جسے کوئی اور پوچھ دے کر قارئ کر دیا اور ”ذوق
ڈاٹرپ“ کا سائز کر کے باہر لٹک کر دیا اور وہ کیا۔

چھوڑی دی بعد دو دنوں آگ کے سامنے ہیچ کافی سے لفڑ اندوز ہو رہے تھے۔

○ ○ ○

”آؤ اب سے نجات حاصل کر لیں۔“

طاہر نے اپنے ہاتھ کا اشارہ کیا اور کاشی نے بیک میں رکھا ہوا سامان کا کال کر اس کے
سامنے رکھ دیا۔

طاہر نے اس کے سامنے ایک بیالے میں پرست ڈال کر اس میں اپنے پاس موجود
چھپنی سی قلنی ڈالی اور کاشی نے اس کے ہاتھ سے ڈال کر زخم ٹکڑا کر کے اس کی بدیاں کے

طابق رفیع پر سطہ یعنی پاڈوڑچڑک دیا۔
”شایاش..... اب یقینی پکڑ دا اور احتیاط سے اوپر والی آفری ٹھیک کا دھاگ کاٹ دو۔“

اس نے کامنی سے کہا۔

”ظاہر مجھ سے بہل ہو گا۔ میں نے بھی ایسا نہیں کیا۔“
وہ پچھہ کر رہی تھی۔

”اے پھر کیا..... یہ جو کچھ تم کر رہی ہو کیا ایسے پہلے بھی کیا تھا۔؟ بھی
حالات اور وقت کے مطابق سب کچھ کہنا پڑتا ہے۔ کم آن کامنی۔ اتم اٹھی جنس چب
ہو۔ جسیں اس سب کچھ کرنے کے لیے خارج کا جاتا ہے۔ کیری اون۔۔۔۔۔!“

اس نے اندھا زار سے کہا کہا کہی سے ساختہ فس رو۔
اور..... حیرت انگیز طور پر اس نے ظاہری ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اس کی تمام

پھوڑی آسانی سے قابل دیں۔

ڈاکٹر شاہ تاریے عی کمال کی سرجن چیلین ظاہر کے لئے تو اس نے بطور خاص بڑی
مہارت دکھائی تھی۔ کیا جاں جو اس کے لئے کہ بعد احمد پر معمول سے شان بھی باقی رہے ہوں۔

”ویں ڈن کامنی۔۔۔ ویں ڈن ڈاکٹر شاہ۔ حیثک یو۔۔۔ حیثک یو۔۔۔ ویری
یو۔۔۔ اگر زندہ رہے تو تمہارے اس احسان کا خیر پر خداوند اکریں گے۔“

ظاہر نے اپنے بائیں ہاتھی کی ٹھیکیوں کو باری باری جوش دیتے ہوئے کہا۔
کامنی کاٹ دھر آیا۔

اسے شیخا بے اختیار یاد آگئی۔ جب اس نے دل علی دل میں اپنا یہ مدد ہر لیا کروہ بھی
اپنی اس کھلی سے کسی اگلی نہیں ہوگی۔

اس کی آنکھوں میں اچانک غمی ات آئی تھی۔ اپنی دلی کیفیات جواب پھرے پر آئے
گی جس ظاہر سے پہنچ دئکھنے کے لیے اسے سارا سماں اٹھا کر ہاتھ در کارخ کیا اور جب
پیالہ دھیر دھوکہ دہ بہر لکلی تو بالکل ناصل ہو گئی تھی۔ ظاہر کے رفیع پر معمولی سرہم پیا کرنے کے
بعد اس نے ظاہر کے ہاتھ سے اتنے والا سب کچھ کوڑی سے کمال کرایک پوئی تھیں۔ یہک میں بند

کیا جاؤں مقصد کے لئے اس نے پہلے ہی سے اپنے پاس رکھے ہوئے تھے اور یہک ٹیپ سے بند
کر کے باختہ دروم والی توکری میں رکھا آئی۔

ظاہر کی پختگی باہر سے صاف تھی۔ انہردنی طرف البتہ دو الگانے کے بند کامنی نے
ڈاکٹر شاہ کی طرف سے ملی ہوئی پیٹھ تھا کہا دی تھی۔ جس کوٹھی بند کر کے چھپا ہبہت آسان تھا۔

”تمہاری دوست بہت عظیم گورت ہے کامنی۔۔۔ اے واقعی تمہاری ہی دوست ہوئا
چاہیے تھا۔ کامنی اپنادل پر محل ترکھنا۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ زندگی میں تم دوسرے آپس میں مٹتی
رہو گئی اور میں اپنی بسا طبع کو کوش کے ساتھ ایسا لکھن جاؤں گا۔“

کر کے کہڑی کی سامنے کھڑے ہو کر اس نے دور خلاف میں چھا گئے ہوئے کہا۔
کامنی خاموشی سے اس کے پرہر آ کر کہڑی ہو گئی۔۔۔ کہڑی کے سامنے سے پردہ
ٹھاکرہو ہاپر کا مختلہ کیکھ ہے تھے۔

ان کی کہڑی کی سامنے ہوئی کا طویل گھر ابزر ازان موجود تھا جہاں رنگ بر گئی کیہیں اس
دھنکنک کا سامان پاندھی تھی۔

سوندھ کی کرنیں شاید اسارے ڈالیوی سے سوت کرنی دیو ہوئی کے اسی لائن پر مر گھر ہو
تھی تھیں جہاں بھارت کے مختلف کوئوں سے آئے تو یا تھا جوڑے اور کوئی سکھیوں اپنے بیچوں سیت
تیاں اپنے چھوٹے۔

ان کی نظری گھرداروں کے ان بچوں پر بھی حص جو ایک درمرے سے اٹھیاں کرتے
لان میں بھی کینے بیویوں کے گرد اگرچہ کلاں تھے۔

ٹھوڑی لان کے کوئوں پر خوبصورت رنگ موجو تھی جس کے بعد پہاڑیوں کے
چھوٹے چھوٹے سلسلے شروع ہو جاتے تھے۔

ان پہاڑیوں کے دامن سے چھا گئے جنگلوں کی اوٹ میں سورج ڈھل رہا تھا۔ بزر
درختوں پر اس کی سنبھلی کرنیں شام کا آخری سلام کر رہی تھیں اور پہاڑیوں کی سربر پچھائیاں سورج
کا کمری ہی رہا۔ ان اور رہی تھیں۔

بزر پہاڑوں کے دامن میں کہیں کہیں بھی روف پر سورج کی کرنوں کا رقص جاری تھا اور
اس رقص کے دامن سے سنبھلی روشنیاں بچ گئی تھیں۔

کے ماحول کو خاصا آرام دہنادیا تھا۔

کامنی نے کھڑکی کا پت بند کر دیا۔

”مجنود ہونے کے راوے میں کیا؟“

اس نے طاہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”اوو..... واقعی سروری زیادتی ہو گئی۔“

طاہر نے چونکہ کر جواب دیا۔

دوں سامنے آرام دہ صوفی پر محیر ہو گئے۔ کامنی نے پیڑ کا سوچ آن کر دیا کیونکہ

اب سردی سے اس نے باقاعدہ کا پانچ شروع کر دیا تھا۔

”کامنی جھینٹ مل ہے ہماری خزل کون ہی؟“

اچاکہ ہی طاہر نے اپنی داشت میں کامنی کو چڑھانے کے لیے یہ سوال کر دیا تھا۔

لیکن حرج اگزی طور پر کامنی جسے پہلے ہی سے اس کے جواب کی تیاری کر رہی تھی۔

”ہاں..... میں چاندی ہوں۔ دراصل وہی سروری خزل ہے۔“

کامنی نے پورے پر سکون لے گئی میں اٹھیاں سے سرلاٹے ہوئے کہا۔

”کامنی ہارے ہاں ایک کہاوت ہے کہ دوست کی پیکان مٹکل وقت یا پھر ستر میں

ہوتی ہے۔ اتفاق سے ہم نے دوں کو پھر جیسی پوری کر لی ہیں۔ میں اپنی کوئی بات درہ انہیں

چاہتا کیونکہ میں عقلت کی ان بلندیوں کو پھر بھی نہیں سکتا جو تمہارا مقدر بخشنے والی ہیں۔ کامنی ا تم

عافیت میں آگئی ہو۔ حنوظ ہو گئی ہو۔ تھماری جھوٹیں ہوئی۔ شاید تمہارے لیے یا اچھے کی

بات ہو کر میرے ملک کی طرف سے مجھے اب بھارت آئے کی اجازت نہیں ہے۔ اس سرتودہ

لوگ اس کے لیے تیار نہیں ہے۔ میں نے ذریقی یہ فیصلہ کر دیا۔ میرا ہموجوہ ستر میرے

پروگرام میں بھی شامل نہیں رہا۔ اب سوچتا ہوں کہ قدرت کے قسط کئے اچاک اور جائے

ہوتے ہیں۔ انسان کی موجودگی نہیں کر سکتی۔ مجھے یہ کہتے ہوئے کہتا ہوئیں ہے کہ

اصل میں یہ سارا گور کو دھندا اکابر قدر ہے مجھے تم سے ملانے کے لیے پہلیا تھا۔“

اس نے کامنی کو احمد دیں لیے ہوئے کہا۔

کامنی ہبہت ہو کر اس کی ہاتھیں رہی تھیں۔

سلیمان سندھ سے دو ہزار سالہ کی بلندی پر واقعہ ڈیبوڑی سلسلہ کوہ ڈھولدار میں پانچ

پہاڑیوں کے مجھوں کا نام ہے۔ بنیوں ”حکماں“ پر ہیں ”لاؤ“ اور ”کوڑو“..... ان پہاڑیوں کے

واہن میں خوبصورت دادیاں، گھنے جگلات میں لمحاتی ہوئی گھنے غریبیاں انسانی آنکھ کے لیے ہے

پناہ جوست اور سکھان تیری قدرت کے لکھارے اور کتنی جاتی ہیں۔

ڈیبوڑی کی وادیوں کے گہرے سرمنی شہابی پہاڑیوں کا پانی جتنا گدلا ہے، راوی کا اتنا

تی رو دھیا اور شفاف۔!

گریسوں میں چکتے اور سہرے دوں میں ان شہابی پہاڑیوں کے درمیان بیٹتے ان

دریاؤں کو دیکھنے کے لئے سارا بھارت ہیں الما جلا آتا ہے۔ مقامی اور غیر مقامی سیاح دریاؤں

سے بھوتے نہیں تالوں کے کنارے ٹھنڈوں ٹھنڈے تدریت کی اس فرضی سے جی بھر کے لطف اندر ز

ہوتے ہیں..... جہاں کہیں دریا اور میرے میدانی علاقوں میں گزتے ہیں، انہیں ساطھوں پر دریت

اور پھر نے چھوٹے پھر دل کی تجہی بچائے ٹھیجاتے ہیں۔

کسی نامعلوم چند بے کسے کسی طاہر نے کھڑکی کا پت کھول دیا تھا اور باہر سے شنیدی ہوا

کا جھونکا اس کے شام جان کو محظر کر گیا تھا۔

کامنی اس کے ساتھی کی گزی گزی

دونوں ایک دوسرے سے بہت کچھ کہا شناختا چاہے تھے۔

لیکن..... دونوں خاموش تھے۔ سامنے لان میں کھلیتے پھوپھو دوں کی اندر

گی جس۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ہیاں کے معمول کے مطابق سورج ایک میں اپنے پیچے

سرخ رنگ کی لیکر چھوڑتا ہے پہاڑیوں کے عقب میں غائب ہو گیا۔

اُس کے ساتھی آسان سے بر قلمی چار دار اور کچکے سے ہواں میں شاہل ہو گئی۔

چھتار دھنیوں سے لمبے ہنگل کی تاریکی اور ان سے لپٹے ہشرات الارض کا شور ایک

ہم سے جاگ اٹا۔

ہوٹل کی بیرونی روشنیاں جلنے لگی حص اور پاہر ان میں بیٹھے جوڑے اور فلمیز ایک ایک

کر کے اپنے کردوں میں مسترد ہے تھے۔

ہوٹل کا بیانک ستم سرف رکزی ہاں کرے کے لیے عیقا۔ پھر بھی اس نے اندر

اس کے پیچے پا بھرے ہا گواری کے ثبات نمایاں ہونے لگئے تھے۔ طاہر بڑی
کھوپنے سے اس کے نقشیں اتار چڑھا دیکھ دیتے تھے۔
یتھدی خوش آندہ رکھنی کے اندر پیدا ہونے والے اختلاف پر دلالت کرنی تھی۔
اس نے سکر کر مندوسری طرف موڑا۔
”چل جیاں سے جلیں۔“
بالا خراکانی سے کہہ دیا۔
”کہاں...؟“
طاہر نے جان بوجھ کر سوال کیا۔
”کہیں جی..... جیاں سے اٹھو۔“
کامنی نے باقاعدہ اس کا ٹھوپ کر دیا تھا۔
”ٹھیک ہے..... جیسے تمہاری مرثی۔“
طاہر نے اٹھتے ہوئے کہا۔
دلوں اپنے کرے میں آگے۔
رات انہوں نے کرے میں سرکی۔ طاہر فرش پر اور کامنی بستر پر سولی تھی۔ خاصی در
حکم وہ بندھ رکھ کر طاہر پنک پر لیتے یوں کہا۔ زیادہ آرام کی ضرورت تھی۔ لیکن طاہر نے اس کی
بات اٹھنے سے اٹھ کر دیا۔
علی اٹھ جب طاہر اٹھ کر ناز پر دھا تھا کامنی اپنے بستر سے اٹھ کر زمین پر بیٹھ گئی اور
اسے پھیپھی دے دیکھی تھی۔
نماز کے بعد دعا کرتے ہوئے طاہر نے بطور خاص اللہ تعالیٰ سے الجا کی تھی کہ جس
طرح صدق دل سے کامنی نے دین کی حقیقت کو جان کر کوئی کہا۔ انسان کی مدد کرے اور اس
کا ایمان مثبت ہوئے۔
کامنی با ادغات بالکل بچوں کی طرح مند کرنے لگئی تھی۔ آج وہ بندھ تھی کہ طاہر سے
بھی نماز پڑھائے جس پر اس نے بالا خراکانی کو اپنے بیچھے بیچھے فر آئی آیت دہراتے ہوئے نماز
پڑھانی شروع کر دی۔

اس نے بے اختیار اپنا سر طاہر کے کشادہ سینے پر کہ کراس کی بات کا جواب دیا کیونکہ
اس کے پاس کہنے کے لیے بھی جھیں ہیں۔
○ ○ ○
طاہر نے ذریموں کے مبنی ہال میں کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔
وہ بیساکھ کریشنانیل پا جنے تھے کیونکہ وہ کرے میں بندہ کر کی کے لیے بھی
سوالیٰ نہیں بن سکتے تھے۔
دلوں ہال کرے میں آگئے۔
ایک کرنے میں بھری بیز جس کے گرد و کریاں رکھی ہوئی تھیں انہوں نے سنبال
لی۔ ان کے کھینچتے توں کامنی اس پر جاگری گیا۔
اشنا اکھیر کہ انوں کی خوبیوں میں بستی اور ہال کے مبنی وسط میں بینے کوں اٹھ پر کر پہنچانی
نہیں اُڑ کیا۔
اب طاہر کو اچھی طرح بخواہی دیتی تھی کہ جیاں زیادہ ترقی جو جان کیوں آرہے ہیں۔
ہوٹل کا بارہم اسی ہال سے منسلک تھا جہاں لوگ باری باری جاتے اور شراب کے جام اٹھیں اور
کھانے پڑوٹ پڑتے۔
انہوں نے ہوٹل کا میونڈ کھینچ کے بعد اپنے لیے مناسب کھانا مکھلا دیا تھا۔ دلوں در
گھے تک جیاں بیٹھ کھانے کے بعد چائے سے دل بھلاتت رہے۔ جوں جوں رات ڈھل رہی تھی
ہال کے کریزی اٹھ پر سوچ دو راتھاوس کے کپڑے منتظر ہوتے گئے تھے۔ ان کے دُس چیجان اکھیر
ہو رہے تھے۔
شتر قصاؤں کے ساتھ ساتھ شراب کے نش میں بدست لڑکے اور اُڑ کیا بھی ہال
میں گوئی سوچتی کی دھون پر چاق رہے تھے۔
شاید اب کامنی کے لیے ایسے مناظر میں دیپی کا غصر باقی جھیں رہ گیا تھا۔ اس کے
پر ٹکس وہ خاصی بوریت محسوس کر رہی تھی۔
آن سے چند روز پہلے تک بیرون اس کے لئے آیڈیل تھا جناب اس سے کراہیت
محسوں ہو رہی تھی۔

جس وقت کامنی نماز کے خاتمے پر دعا مانگ رہی تھی اس کے چھرے پر بنا فور کا بال
آنکھوں کے راستے طاہر کے دل پر قبضہ ہو گیا۔ اس نے اپنے بزرگوں سے جن کرمات کی باتیں
سی تھیں اُنہیں آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتھا۔
کامنی نے دل عیادل میں بڑی لمحہ دعا مانگی تھی۔

اس کی شدید خواہش پر آن اسے گلہ طیبہ پڑھانے کے بعد طاہر نے باقاعدہ دائرہ
اسلام میں داخل کر لیا تھا۔

اس نے اپنی ایک مسلمان کاں فیلو مریم کے نام پر اپنا اسلامی نام مریم جو بیٹی کیا تھا۔
طاہر کو اس میں کیا اعتراض ہوتا۔ اس کی اخوبی کا کوئی حکماں نہیں تھا۔ البتہ اس نے کامنی سے ایک
درخواست ضرور کی تھی کہ وہ ابھی اسپ کو یقیناً ملک اسکے۔

ناشر انہوں نے کمرے میں نگولیا تھا۔
طاہر نے محروس کیا کہ اس کے سر پر پادر مستقل کی تھی اور اس نے شلوار میں
پہن لی تھی۔

طاہر کی درخواست اور حالات کے چیز نظر اس نے ایک مرتبہ اپنے میک اپ میں
پکوچہ میں کی تھی۔ دونوں کی کوشش تھی کہ وہ اپنی تصویروں سے کسی بھی طرح مختلف نظر آئیں اور
اس میں ابھی تک دکامیاب بھی تھے۔

طاہر نے اب گذرا اتار دی تھی لیکن ڈاگزی برقرار رکھی ہوئی تھی۔ اس کے بالوں کا
شائی ہر ہفت کے بعد رسم کے درمیان سے امگ کال کامنی نے تہذیل کر دیا تھا۔ اور آنکھوں
پر سفید شیشوں کی عینک لگانے کے بعد وہ اس عمر میں بھی خاص سمجھہ جنم کا کوئی سر کاری افسوس کھلانی
دیکھتا ہے!

کامنی نے اپنے بال ہائیڈ روجن سے رنگ لیتے تھے اور اکٹھا کے ہاں سے رمل
اپنے ساتھ لے آئی تھی۔ اس کے گھرے کالے رنگ کے سیدھے بال اب بھروسے رنگ کے
مکمل برائے بالوں میں تہذیل ہو چکے تھے اور جن جیکٹ پینچے کے بعد وہ کسی باور انگرائی کی
لیکی بھاری تاریخیں بھی تھیں جس کے بال باتپا نے زبردست اس کی شادی ایک سمجھہ سے سر کاری
افسر سے کروکاری پیچان چڑھا دی ہے۔

اس مرتبہ اس نے جان بوجہ کر کرے کے باہر مغربی الطواری اباختا تھے۔ اور اپنے
کانوں میں لیے لے بندے ازال کرنی مغربی دو شیرہ بننے کی اوکاری کی تھی جس نے اپنے اور
مشرقت زیر دستی طاری کری ہو۔
جس کا ناشد انہوں نے اپنے کرے میں کیا اور سورج نئی کے بعد باہر آگئے۔ انہوں
نے اپنے شام کا دلت کرے سے باہر گزارنے کا فصلہ کیا تھا۔
اپنے ایک بیک میں کامنی نے ہر ایک چیز والی تھی جس سے اس کی بیجان میکن ہو
سکے اور وہ بیک اپنے ساتھ رکھا تھا۔
اپنے کرے میں انہوں نے صرف کپڑے اور غیر ضروری سامان ہی جھوڑا تھا۔ رات
والی بیجنچ انہوں نے باہر بچنے کے لیے اپنے پاس گھوڑا کر لی تھی کیونکہ ان کی غیر موجودگی میں
کرے کی صفائی میکن تھی۔

○ ○ ○

دوتوں ہوٹ سے بیول پلے پڑھنی پڑ گئے جسے جہاں سے انہوں نے باقی لوگوں کی
دیکھا۔ کمی سڑک کا آغاز کیا۔
ابھی زیادہ لوگ اس طرف نہیں آئے تھے اور سڑک قدر سے وہ ان نظر آ رہی تھی۔ البتہ
سڑک کے کاروں سے موجود ہاٹاں کے لئے ضرور وروٹ تھے۔ سڑک کی خفت حال اس کی ثبوت
پھوٹ سے میاں تھی۔ دوتوں کاروں پر لگے درختوں سے نوٹ کر گرنے والے سوکھے پتے ہوا
کے ساتھ سڑک پر کمرکڑا تھے بچرت تھے۔ قاتلیں پاروں طرف ایک یا یہ سی طاری تھی۔
کامنی کے لیے یہ راست ابھی لیکن تھا۔ دوہیاں سے درجنوں مرتبہ گزری تھی لیکن آج
جیسا سفر جانے زندگی میں کب نصیب ہو؟

اس نے سوچا

شاید یہ ڈاہڑی میں اس کی زندگی کا آخری سفر تھا۔ کسی نادیہ و طاقت نے اس کے
کانوں میں سرگوشی کی اور کامنی نے چاہا کہ جی بھر کے اس ملکہ کہسار کے ایک ایک مظکوٹی
آنکھوں کے راستے اپنے دماغ پر لٹک لے۔
طاہر کو ہیاں ہر شے ٹکست فور وہی دکھائی دے رہی تھی۔ گھرے بزر پہاڑ کی روشنیگی

وابے گھوں میں کہن سالی در قدم کے حوش پانی سے خالی تھا در ان پر کائی آلوہ ٹھٹھی کے آڈار
نمایاں دکھائی دے رہے تھے۔

سرک کنارے لکڑی کے قب کی جگہ در میان سے نوٹ پچھے تھے ابتداء ان کی لوہے کی
چینی ایجی سمجھ تامس جن کا رنگ گالے سے اب رنگ آؤدہ ہونے کے بعد باداہی سادھاں
دے رہا تھا۔ طاہر کو ہوس لگا کہ جیسے وہ ان میں سے کسی سالخور دہلخی پر بیٹھے گا وہ نوٹ کر نیچے
جائے گی۔

کناروں کے ساتھ ساتھ ابتداء تدرست کی فیاضی اپنے نقطہ عرض کو پھوری تھی۔ سرکوں
کے کنارے گہرے جگلات کے ساتھ ساتھ دست تدرست نے رنگ پھوپھوں والی گہری
بیلوں کے چال ہاں رکھتے ہیں سے جما ٹھکنے پر بھول گیا۔ بہار کا رنگ
پہاڑوں کی گہرا بیلوں سے اٹھنے والی چشیدوں اور پھولوں سے لدی پھندی خوش رنگ
بیلوں کھانیوں، کھانیوں اور گلزوں سے اٹھ کر ٹھکنے اور دریاں سرک سے گلے ملی دکھائی دیتی
تھیں۔

گھنے درختوں کے چھنڈاں اب مقامی ٹھکنے جگلات کی ہمراں بیلوں سے کہیں کہیں خالی عقول
دکھائی دیتے گئے تھے۔ در میان سے درخت کاٹ کر فروخت کر دیتے چاہتے تھے۔ لکڑی کی جوڑی
ہیاں کی سب سے بڑی اور اہم ترین کریشن تھی۔

ایک بات طاہر نے بلور خاص بھولوں کی کہاں بھارت کے ہاتھی حصوں سے بھی کچھ
زیادہ عقیرت دکھائی دی تھی۔ راستے میں انہیں بیٹھنے مقامی اور تیر تھاں لوگ آتے چاہتے دکھائی
دیتے۔ ان سب کے پھر دل سے ایک بے نام نی خواست پک رہی تھی۔ رنگ دروپ سے عاری
مر جماۓ ہوئے بے روپ چیرے۔

سرک کے ساتھ ساتھ کہیں اگر کوئی عمارت دکھائی دی تو وہ بیسیدہ اور کائی آلوہ ہوتی۔
بکھی انگریز دل نے ذوق و شوق سے ہیاں جو بیٹھے اور روزاں بیٹھے بنائے تھے اب وہ حکڑات
کے ڈھیر بنے جا رہے تھے۔ ان کے گرد جماڑ جھکار کے چلگاں گے ہوئے تھے۔

ڈاک بیگوں کے بڑے بڑے لاؤں پر خوبصورت اور خوش رنگ پھولوں کی جگہ
ہزار شیدہ چھاڑیوں نے لے لی تھی۔

دوفوں ایک چھوٹی سی بڑیت میں واٹل ہوئے تو وہاں موجود تھامہ دکانداروں کی لپاٹی
ہوئی تھی۔ حکم کی نظر وہ نے انہیں پہنچے حصار میں جکڑ لی۔
ہر دکاندار کی خوبیں تھیں کہ وہ اس کی دکان پر آئیں۔ کی کی دکان پر اکا دکا گا گیک
دکھائی دیتا تھا تو زیادہ تر دکاندار یہاں خالی تھا کہیں بیمار ہے تھے۔ طاہر کی نظر وہ سے
چھوٹی چھوٹی دکانوں کا توں کا جائزہ لیتے کے بعد بالآخر وہ ایک دکان میں چاہے۔
دکان کا انکا اپنے عقب میں ٹکی کی دبی کی تصویر کے پیچے ”وہف“ جا کر شاید کشی
کا خفتر تھا۔

کاشی نے یہاں سے دو گہرے رنگوں کی ٹھکنے اور مقامی طور پر بینی دو الگ الگ حمرے
نوبیاں خریدیں۔ کچھ اور جیسی بھی اس نے خوبی تھیں اور طاہر کے جیب میں ہاتھ دلانے سے
پہلے اس نے بڑی بھرتی سے اپنے پاس ہو جو دبیوں سے مل کی ادا گئی کہو تھی۔
اس نے دکاندار کی فریاٹ سے اُوچی قیمت پر چیزیں خوبی تھیں۔ جن میں دو
شامخوار گرم زبانہ چادریں بھی تھیں جو مقامی کارگریوں کو تیار کر دے اور یہاں کی سوچات دکھائی دے
رہی تھیں۔

طاہر کو کچھ بھی آئی تھی کہ ان چادروں کا صرف کیا ہے لیکن اس نے خاموشی اختیار کر کے
رکھی۔

دکان سے باہر آ کر جب کاشی نے گہرے رنگ کے بڑے بڑے بیٹھوں والی عینک
اپنے بڑے پر لکھ کر سر پر ہیاں سے خرید کر دے دینیں اگر ہوئی تھائی تو طاہر کے لئے بھی اسے ملی
نکلنیں پہنچانا ہے ان شدھا۔
”وہر رنگ لیں۔“

اس نے بے اختیار کا لائی کو دوادوی۔
اسے لیکن تھا کہ اب وہ واپس بتواری کی پہنچی پہنچی پہنچی جائے تو کوئی آسانی سے اسے
شناخت نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ وہ خود اپنی شناخت نہ کر دے۔

”طاہر مجھے کہاں پہنچیں۔ صرف تھاری خواہیں کے لحاظ میں اپنائیں
تبدیل کرنے کے لیے میں نے یہ سماں رجاپا ہے۔ مجھے اب صرف تمہارے ہم کی قیمت کرنی

ہے۔"

اس نے بہر آنے کی کہا۔

"اوہ کامنی... تم مجھے مارڈا لوگی... دکھ لینا تم مجھے مارڈا لوگی۔"

اس نے بیان خیال کامنی کے تھا پس دنوں ہاتھوں میں لے کر دباتے ہوئے کہا۔

دنوں نے تھوڑی دری بدا ایک ڈھانپے سے چائے اور بزی کے پکوڑے کھائے۔ ان

کا یہ طرح سے لیتھا۔

شام کیک کا وقت انہوں نے اسی طرح مزاغت کر کے گزرا اور سورن ڈھلنے پر اپنے
کمرے میں واپس آگئے۔

ان کے کمرے سے ملحفہ و قمین کروں میں تو یہ بتا جاؤ۔ قبیرے ہوئے تھے۔ وہ
بس ان کے ساتھ ہی واپس آئے تھے۔

دن بھر سلسل پیول میٹے سے وہ قدرے تھنکات محسوس کر رہے تھے۔ انہیں بیجاں بیخ کر
وقت گزارنے سے بہر حال گھونا پھر زایدہ بہر تھا۔

کمرے میں اپنچھے کے بعد کامنی نے سب سے پہلے اپنے بیگ سے پتوں کاں کر
سرما نہ رکھا۔ یہ رکاری پتوں ابھی بھک اسی کے پاس گھنٹھا۔ چھوٹا ہوتے کی وجہ سے اسے
چھپائے میں بھی زیادہ دشواری پیش نہیں آتی تھی۔ طاہر کے کئی پتوں والے اپنے بیگ میں رکھتی
تھی۔ دنوں نے کمرے میں آکر اس بات کا طلبیاں کر لیا تھا کہ ان کے بعد کہیں کسی بھک کی بیاد
پر کمرے کی طاثی تو نہیں لی گئی یا بھر کسی نے پیاس کوئی۔ "مگر ستم" تو نہیں لکھا یا ہوا۔ دنوں انھیں
جس کے ترتیب یافت تھے اور اپنی ترتیب کے مطابق دنوں نے طلبیاں کر لیا تھا کہ ایسا کچھ نہیں
ہوا۔

طاہر نے کمرے میں کافی مکھانے کے بعد دروازے کے پار "ڈنٹ ڈنٹرپ" کا
سائنس لاکا دیا تھا اور اس دہ کامنی کی طرف چھوچھا۔ اسے اب کامنی پر معمولی سے تھک و شہر بھی باقی
نہیں رہتا کیونکہ کامنی نے اس کے تھک پر سلام تقویں کر لیا تھا اور اس کا جھنما رہا تھا۔
اس نے اپنے ذہن میں ترتیب دیئے پر گرام اسے آگاہ کرتا ہے۔ اس سے
درخواست کی تھی کہ وہ مناسب سمجھے تو اس میں رو بدل بھی ہو سکتا ہے۔ کامنی نے وقت طور پر اس کی

برتری ہے اور یہ کہپ میں ترتیب کے دروان علی تسلیم کرنی تھی۔ فاس طور سے پوچھاں سے اس کی
لاؤں کے بعد سے کوئی بھک باتی نہیں رہتا۔ یوں بھی بنواری کے پس فر رہوں کے بعد سے
اس کے ساتھ گزرا رہے ایک ایک لمحے نے کامنی کو طاہر ہی کامنی اور جسانی صلاحیتوں کا مختصر نہ
دیا تھا۔ اس نے طاہر ہی تجویز پر تسلیم فرم کر تھے ہوتے اسے تباہ کر جس علاقت سے اس نے سرحد
مبور کرنے کا پروگرام بنالیا ہے، اس ایسا یہاں سے کامنی اگر والے اپنی سروں کا آغاز کیا تھا اور اسے
دہاں سے تھلک خاصی معلمات بھی حاصل ہیں۔

"ہمیں اپنے اور دُشمن کے درمیان کم از کم آنہ دن کا وقفہ رکھتا ہے۔ میرا خیال ہے
آنہ دن انہیں یہ لیکن دلانے کے لیے کافی ہوں گے کہاں ہم ان کی دست برد سے فتح کئے ہیں
اور اب انہیں پچھا جاصل ہونے والا نہیں ہے۔" کم از کم یہ ضرور ہو گا کہ انہوں نے تماری
حاش پر جو اضافی فرسخ کا رکھی ہیں، وہ وہاں آجائیں گے۔ اور نازل حالات سے ہم اتنا ہدف
نہیں لیں گے۔ معنوں کی محنتی اور پچھکی تو کبھی فرم نہیں ہو گی۔ لیکن وہ لوگ تن چار روز کے
بعد فرید و جو کس نہیں رہیں گے۔"

طاہر نے کہا۔

"انہیں ہو گوئے ہے کی ایک سیکھ ہر سے ذہن میں آتی ہے۔"

کامنی نے پکوڑتے ہوئے کہا۔

"کیا...؟"

طاہر نے پوچھا۔

اور اب کامنی نے اسے جو سکھتا ہے، اس پر دو دل تھیں دل میں اسے داد دیئے بغیر تھے۔
کامنی نے یہ منصوب اس نہیں دیا۔ پر تباہ کیا تھا کہ اس کے والدین کی کمزی گھرانی ہو گئی اور انہوں
نے "را" کی اسی "چک کی" کو اپنے حق میں استعمال کرنا تھا۔

"وڈر فل... کامنی... میرے ذہن میں ترتیب بات آئی ہی نہیں تھی۔ کل یہ

اس پر کام شروع کرتے ہیں۔"

طاہر نے کہا۔

کامنی نے حساب لگایا تھا کہ طاہر ابھی ہر یہ چار پانچ روز بھارت میں شامل کرنا چاہتا

ہے اور اسے اچا کہتی خیال آیا تھا کہ ان کے پاس اتنا زادہ بھی ہو گایا تھا۔؟ میں... اس نے طاہر سے یہ سوال کرنے کے بجائے اپنے پرس میں موجود ساری رقم باہر نکالی اور ہاتھ میں پہنچنے کے لئے ان کے ساتھ اس کی طرف بڑھا دی۔

"یہ کیا...؟"

طاہر نے میر امیگی سے پوچھا۔

"دیکھو طاہر اس تھماری بامیری والی تو کوئی بات رہی نہیں۔" میر امیگی کہنے والے تمہارا تھا تھے۔ میں ہر جاں ایک شرقی عورت ہوں جو چاہے گی کہاں اس کچھ پہنچنے پتی کے حوالے کر دے۔ یہی اسی رقم کامناب استقبال تھی کر سکتے ہو۔"

طاہر اس کا مطلب بخوبی سمجھ کر تھا۔ شاید کافی نے اخراجات کا اندازہ لکھ کر یہ سوچا ہو کہ طاہر کے پاس پہنچنے والے بھائی کی اس بات پر سکراتے ہوئے اس نے کافی کی ساری رقم و امیگی کے ساتھ پہنچنے والے ملک اس کے بازوں پر پہنچا۔

"کافی... میر امیگی ایک پچھلے ٹھین فیرت مدد ملک کی فوج سے ہے جو اپنے ساتھی کو کسی تھاں پہنچوڑتے۔ اول تو ہر بے پاس کافی رقم ہے۔ اگر خدا غواصی صورت میں آئی تو اس کا بندوست ہو جائے گا۔ ایک دن کے بعد جن پر ہمیں مطلوب رقم مل سکتی ہے۔ میں ان کی ضرورت میں نہیں آئے گی۔ اور بال۔" میں اس بات کو ہم من میں رکھتے ہوئے تم خود کا بھروسہ نہ کرتی رہتا۔ اپنے میولات کے مطابق اس کو کچھ کرو۔ بلکہ ہو اور کچھ نہ ہو۔ ہم دونوں ہاگر یہ حالات میں کسی بھی لارجی کلوٹ کر پانہ کام چلا جائتے ہیں۔"

کافی اس کی بات پر کھلکھلا کر پڑی۔

چکی مرتبہ طاہر نے اسے پر سکون اور پستے ہوئے دیکھا تو اسے روحاںی خوشی حاصل ہوئی تھی۔ اگر روز بھی انہوں نے ایسے ہی گزار دیا اور آج انہیں تیراون تھا جب طاہر نے مقامی پہنچنے والے ایک کاں اپنے کھلٹنڈ میں موجود دوست پر تباہ ہمروں کے لئے بک کر دی۔ وہ اب کافی کے جتنا ہوئے منصوبے پر عمل کرنے چاہتا۔

کھلٹنڈ کے کرچٹہ ہوں میں موجود ایک زیل کمپنی کے مجبور مسٹر پر تباہ ہمروں نے اس کی کاں مل موصول کی تھی۔ طاہر نے اس سے فتحربات کرنے ہوئے منصوبے پر اپنا بیان اسے اس طرح لکھایا کہ

اگر پیون کہیں ریکارڈ بھی ہو رہا تو کسی کے کچھ پڑھنے پر۔ البتہ مسٹر پر تباہ ہمروں نے یہ کاں سنی اور پیغام بھی نوٹ کر لیا۔

○ ○ ○

پردیپ سعکھ سولان سے واپس ضرور آگئی تھا لیکن اس نے ہٹتھیں ہاری تھی۔ اس نے ڈائکریشیا سے اپنے میولات کے مطابق تیزیں میں کی تھی لیکن دو روز بعد اس کے امتحنوں نے مقامی سنجھل برائی کی مدد سے سرتوڑ کو کرش کر دیا تھی کہ ان کے باتحکمی ایسا جھوٹ اگل جائے کہ پہاڑ کامنی اور طاہر آئے تھے۔ میں انہیں پہاڑ سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ اب اس نے اپنے ایک چالاک اسٹش اس امید پر پہاڑ چوڑ دیا تھا کہ شاید آگئی کافی اپنی درست ڈائکریشیا سے ملے یا اس پہنچ کو شکر کے اسے اندازہ تھا کہ ابھی وہ دونوں اس لکھ میں ہیں۔ اتنی جلدی وہ فرازیں اکتھے تھے کہ کوئی "را" نے اطلاع ملنے کے نزدیک تین پہاڑ کی سرحد قریباً ملک کر دی تھی۔

چالاک سے گلکوتی ہائی بھارت کے سرحدی طلاقے کو جانے والے راستے کو انہوں نے ایک طرح سے لینداک کر دیا تھا صرف ایک چالیس تھا کہ اگر واردات کی چیلی رات تی فرار ہوئے میں کامیاب ہو گئے تھے تو میں میکن میں ہوئے وہ لکل پکے ہوں۔ درست مقامی اٹھیں اور سرحدی پولیس کوں کی غلامی جوان کے ہمپر زمین کا پھر چھپے چھپے چھپاں تھی۔

پردیپ سعکھنے کافی کے ہاتھی کے حوالے سے جتنے قحط خلاش کے تھے ان سب کی کمزی گھرانی ہو رہی تھی۔

ان سب کی ڈاک جیک ہو گئی تھی۔

ان کے ٹیلی ٹون "بک" ہو رہے تھے۔

ان کی اقلی و حرکت میں ملاپ پر کمزی اٹھر کی جا رہی تھی۔

"را" کے پیڈ کوڑڑ سے پچھاں اسکیلؤں پر مشتعل ایک ٹھیم اسی میں پر گل تھی جن کی طرف سے ملے والی تمام اطلاعات کی ماہر تھی۔ مرزکی کمپنی پر سکھن میں ہو رہی تھی۔ پردیپ سعکھ اس نیم کے سرہاد کی جیشیت سے ملی میں موجود تھا۔

کافی کے تمام قحط والوں کے ایک ایک پل کی حکمات دیکھنے اور میولات کی خرچی اسے مل رہی تھی۔ اس کے گھر والوں سے مخلص توہر ایجنت ٹھٹھا کر کئے کئے تھے جا رہا کافی کا

خطا لگے لئے درجنوں کا یوں کی سوت میں تمام اہم شخصیات کے سامنے پہنچا تھا۔
 ”را“ کے متعدد ایجنتوں نے اگلے تمیں گھنٹوں میں اس بات کا تکوں بھی لکھا تھا کہ یہ نئی گرام
 گھنٹوں کے سر پرست آفس سے بیجا گیا ہے۔
 خامیں تک ”را“ کے سات آٹھ ایجنت گھنٹوں میں ٹولی بر کھپائی کے بعد اپنے ہمیں آفس کو
 جو پوری نیچی رہے تھے ان کا خلاصہ یہ تھا کہ کامنی نے ایک میانگی ہم کی لڑکی کے ساتھ نیپال کے
 جھلی پاپسدرت کے ذریعے پڑ دی تک کی ایساں اُن سے سڑکیا ہے۔ اس نے یہ تیگی گرام اسی پورت
 کے پرست آفس سے اپنی پواز کی روائی کے بھلک آدمی کھنک پلے پرست کردیا تھا اور حمول کے
 مطابق پرواہ کی روائی سے قریباً چھتے بعد یہ خط مغلقت ایڈریس پر بحارت میں پہنچا گیا تھا۔
 ان معلومات کے حصول کا دریا ایک زیوال بھائی کا فرق تھا جسماں ”را“ کے ایک ولی
 ایجنت کے ذریعے کامنی کی تصادی رکھائے پر یہ اطلاع حاصل کی گئی تھی۔
 اس دلیل ایجنت نے جوہام تباہ تھا ایسا اُن کے ساروں کی سات سے دہام بھی لی
 گیا۔ گویا ”را“ کو مرکوز طریقے سے یہ اطلاع بھائی کی تھی کہ ”چیزاں“ ان کے ہاتھوں سے کل
 کراب مخنوٹ راحموں میں پہنچ گئی۔
 اگلے چھوٹے چھوٹے گھنٹے کی سر کھپائی کے بعد ان کے پاس ایک کوئی وجہ باقی نہ رہی تھی
 کہ وہ اس نئی گرام پر کوشش اٹھائی جس کے ”دھوکے کی چال“ کے ساتھ کیک ان کے متعدد ایجنتوں
 کو ایسے تمام شہریوں کے تھے جو اس خطی ایک ایک ملکوں ہات کرنے کے لئے کافی ہوتے۔

”زمینات۔“

پردہ پر عکس نے جسی تیجے پر قبضے کے بعد اپنے سر تریکی نیز پر قبضے کیا۔
 اگر روز انہوں نے پادل تجوہ است اپنے آپ کو کوئے ہوئے اس سری آپریشن کو ختم کیا
 البتہ ”معومنی کی اگرائی“ ابھی ہر ہی ایک ماہک جاری رہنی تھی کیونکہ وہ اپنے اصولوں کے مطابق
 احتیاطی تداریخ ضرور اختیار کرتے تھے۔
 کامنی کی بھائی ہوئی تکمیل پر تاہر کے ساتھوں نے بڑی کامیابی سے عمل کر کے ”را“ کو
 چاروں ننانے چلت کر دیا تھا۔

000

نئیلکھنی میں جو ہے اور ایک دھارک ہندگ مراد ہونے کی وجہ سے جب سے انہوں نے اپنی
 ”نئی گرام“ کی تقدیر جانی ہے وہ سب ان کے خون کے بیانے ہو رہے ہیں۔ کامنی اگروال کا
 سلسلہ ایجنتوں میں اگروال مقامی ہندو دشپر پر شہر برائی کا سیکریٹری جہاز تھا۔ ان کے گھر پر ہر وقت
 ”نئی گرام“ (مشعبہ بندوں کا پیلے رنگ کا پرم) الہار تھا تھا۔ سورج اگروال کے دوست دشمن
 سب اس بات پر تحقیق کر کرہے تو مرتکا ہے۔ لیکن اپنے دھرم اور رہی روان کے خلاف اپنی بیٹی کی
 بناہت برداشت نہیں کر سکتا۔
 امریش اگروال نے دیجن دیا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو جب بھی دیکھے گا اپنے ہاتھوں قتل کر
 ڈالے گا۔ وہ آر۔ ایس۔ ایکس کے حفاظی گھنٹوں کے ساتھ الگ سے اس کی خلاش میں لکھا ہوا تھا۔
 اس نے خود پر دیکھ پکھ سے رابطہ کر کے اپنی خدمتوں پر میں کی تھیں۔ اس خادم ان کے
 ایک ایک فردی تھیں کے بعد ”را“ کو یعنی ہوچا تھا کہ کامنی اگروال کے جرم میں یہ لوگ ہرگز
 شامل نہیں۔ البتہ ایک سفر میں پر وہ ابھی تک قائم تھے کہ کامنی اگروال شاید اپنے گھر والوں یا اپنی
 کمی کیلی سے رابطہ کرنے کی کوشش ضرور کرے گی۔

اور..... اس روز جب پور پہنچ کو اپنے موبائل پر ایک ”بھائی اہم کلو“ کی
 اطلاع میں تو اس نے فوراً ایک آتاراہم کو اپنے پاس ملا لیا۔ جس کے ہاتھ میں ایک نیلی گرام تھا جو
 کامنی نے نیپال کے شہر کھنڈوڑ سے بیجا تھا۔
 تھوڑی اور بعد ملکی ٹکل میں لکھاٹی گرام اس کی میز پر موجود تھا۔

000

کامنی نے دراصل یہ اطلاعی معاونی نام اپنے والد کے ایئر لیس پر پرست کیا تھا۔ شاید
 اسے یہ ایسید تھی کہ اس کے باپ کے آفس کی گمراہی تک چاری ہو۔ اس نے یہ بات خط میں بھی
 لکھی تھی کہ وہ اسی لیے خدا والد کے آفس پر روان کر رہی ہے۔
 اس نیلی گرام لیئر میں اس نے اپنے والدین سے درخواست کی تھی کہ وہ اسے معاف کر
 دیں اور بھول جائیں۔ وہ شاید اب زندگی میں کمی اُنہیں دوبارہ نہ سکے کیونکہ اس نے اپنے دھرم
 بھی بدریل کر لیا تھا اور بحارت کو چھوڑ کر کی اور دشمن میں جا چکی تھی۔
 جس دلیل میں وہ گئی تھی اس کا نام کامنی نہیں لکھا تھا۔ لیکن وہ سب جانتے تھے کہ
 کون سالمک ہو سکتا ہے۔

تمن دن اور چار راتیں انہوں نے اسکے لئے ماری تھیں جس کے لئے یہ اکشاف
بڑا حیرت انگیز تھا اس دو ران ایک لئے کے لیے بھی اس کا ذمہ نہیں بھٹکتا۔

اس نے زندگی میں مرد کا ایک ہی رہب۔ یہ کھا تھا جو یہ اپنی ایک اور تکلیف دہ تھا۔ اس
کا اس طرز نہ مگر صفتی زدہ مردوں سے دہ تھا۔ ان تین دنوں میں اس نے ساری زندگی
کا کیاں حاصل کر لایا تھا۔ اسے اور اس کو چکا تھا کہ آج سے پہلے کی زندگی اس نے کمران سخت
میں برکی ہے۔ قدرت کے ودیت کروہ اس نے ٹھیک ہی کو اس نے کس طرح خانع کر دیا۔

بہبھی کچھ تادا اسے ساختے گئے تو ایک اس اس قاتراز پر غائب آ جاتا تھا کہ
بالا خدا نے راز حیات پا لیا۔ اس کی تیپیار بگ لے ہی آئی۔ اس کی کون بھل ہو گئی اور اس
وہ حساس جرم کے بغیر باقی رکھ کی۔

بھبھی کچھ جب اس کا ماضی سوال بن گراں کے سامنے کھڑا ہو جاتا تو وہ گھبرا جاتی ان
لحاظات میں طاہر کی سچا کی طرح اس کے اور ماضی کے درمیان روایا رین جاتا۔

”کامی ہمارے ہاں سوچنے کا یاد رکھنی ہے۔ اس دین میں شہربات ہال اور
ستھنکی ہوتی ہے۔ ہمارا ماضی لیا ہے۔ اسے جھول جاؤ۔ کیونکہ تمہارا جنم ہی اب ہوا ہے۔ جو
زندگی تھے جی۔ وہ کوئی بھائیں تھا کامی۔ وہ تو سر را تھی۔ زندگی کے نام پر نے جمل کافی
ہے۔ جمل۔ اب تم رہا ہو گئی ہو۔ اب تم آزاد ہو گئی ہو۔ تم جہاں جا رہی ہوڑاں کوئی کام سے تمہارا
ہاضی دریافت نہیں کرے گا۔ سب تمہارے لیے دیدہ دل فرش را کریں گے کیونکہ تمہاری خصوصی

ہدایت ہے۔ میں نے تو جنم ہی سلامان کرنے میں لا۔ جیکن تم نے ہدایت پائی
ہے۔ گمراہی کے اندر ہر سے ہدایت کی روشنی میں آئی ہو۔ اب تمہارے لئے سلامانی
سلامانی ہے۔“

اور..... وہ مٹھن ہو جاتی۔

اب انکی رفت مثہار ہتا تھا۔

آن دو ڈبھڑی سے رخصت ہو رہے تھے۔ طاہر نے اگلی منزل پنجا گھنٹ تھا کی تھی۔
ہاں چل اور جناب کی سرحد پر واقع پنجا گھنٹ جوں کا دروازہ بھی تھا۔ طاہر نے یہاں سے جناب کی
طرف قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا تھا اور اس فیصلے کیا تھی کی بھل رہنمادی ماحصل تھی۔

پنجا گھنٹ سے ڈبھڑی کا سفر تمن کے سوچ پر مشکل تھا۔ طاہر نے اگلی تیک رات لگک بک
کر رہا ہے تھے اور سچ نہیں کے بعد انہوں نے سڑک آغاز کر دیا۔ اس کے پانچ کاڑھ قریباً سانچل ہو
چکا تھا۔ جمل کے اندر وہی طرف کا گھاؤ بھر نے لگا تھا اور اس پر ایک بیڑا جو ہوئی تھی میں
اس سالی درودوں سے تھی ملی بند کر کے پچھا جا سکتا تھا کامی نے خود کو نہ چاہتا تھا اپنے کام
کو کئی کریں اٹھا رکھی تھی۔ اس نے ڈبھڑی سے ایسے قلی زیر دھرت خریدے تھے جو بھاری اعلیٰ
وہ کام دیں۔ اور اپنے گھے میں پار اور پا تھوں میں نیلی سوچ رولٹ کوٹلہ کی چڑیاں پہنچنے کے بعد
سر پر شاد و شوش کی سرخ پار اور اس سے کسی ماڈن گھرانے کی قی تو ملی وہاں کھائی دے رہی تھی۔

ایک مرتبہ پھر سفر شروع ہوا۔ اس وغدوہ پڑھائی کے شیب کی طرف سفر کر
رہے تھے۔ پیاراں کے گرد بیل کھائی سڑک پر راجہ بھن کیں تھیں کامی بند کر چل۔

سر بزی پیاراں کے بعد اس سکھا خ پیارا کی سلسلے شروع ہو گئے تھے۔ ایسے ہی چو
سات پیارا کی سلسلے عبور کرتے ہوئے جن کیکن سر بزی پیارا جمل میدان بھی دکھائی دے جاتے
تھے۔ بالآخر پنجا گھنٹ بھی پہنچ گئے۔

○ ○ ○

پنجا گھنٹ وہ اس سے پہلے بھی تھن چاہرہ تھا کا تھا اور یہ طلاق اس کا اچھی طرح دیکھا
بھالا تھا۔ وہ رات انہوں نے ایک مقامی ہوٹ میں برسکی۔ شام دیر گئے وہ ہوٹ پہنچ تھے جہاں
انہوں نے نئے نام سے بیک کر دی تھی۔

سرحدی اور دوستی کی طرف سے حساس نویسٹ کے مسائل اس ملائکہ میں ایڈن اس انتہی
جنگ یونیورس نے خصوصی اختلافات کیے تھے۔

پہنچانکوں بخوبی اور جوں شیر کا نقطہ اتصال تھا۔ دونوں طرف کے ترتیب پسندوں کی
یہاں آمد کا درجہ کارہتا تھا۔ سیاہ ویچی کہ یہاں بھارت کی تمام مرکزی اور سوپر ایٹلی جس
ایجنسی اس سرگرمی میں اور خصوصاً اس شینڈن زرطی سے مشتمل وغیرہ پر تو انہوں نے کڑے اور
فول پر وہ بندہ بست کے ہوئے تھے۔

گذشت دو ماہ میں یہاں تین بم دھماکے ہو چکے تھے جن میں اس شینڈن پر ہونے والا
دھماکہ کرب سے زیادہ خطرناک تھا۔ سیاہ ویچی کہ دونوں کو یہاں ہر دو روز اچھے ملکوں دکھائی دے
رہا تھا۔ دونوں اب آسمانی سے نہیں پہنچائے جاسکتے تھے۔ انہوں اپنی دانتی شاختہ ختم
کرنے کا ہر ممکن طریقہ اختیار کر لیا تھا۔ یوں بھی ہوت اور مرد جزوی پوشایہ دہلوں زیادہ تو یہیں
دیتے تھے۔

طاہر نے چان بوجھ کر رات بر کرنے کے لیے یہاں سے میٹنگ ہوٹل کا انتخاب کیا
تھا۔ جو موہما پہنچانکوں سے گازی یا اس تبدیل کر کے اپنی اگلی منزل پر جاتے یا پھر کاری آفس میں
یق قائم کیا کرتے تھے۔ دونوں یہاں ڈاکٹر میاں جی ہی کی جیشت سے تھم تھے۔ رات کا کھانا
انہوں نے ہوٹل کے ڈاکٹر ہال میں کھایا اور جلدی انٹھ کر اپنے کمرے میں آگئے کیونکہ یہاں
آنے والا ہر دو سالی تیرسا ہاگہ کوئی سرکاری آدمی ہی دکھائی اور کامنی نے خصوصاً اپنے ٹکٹے
کے دلوں کو کھٹکا خفتہ بھی کر لیا تھا۔

ٹکٹے چان بوجھ کر انہوں نے دیر گئے ہاشم کیا۔ پھر وقت گزاری کے لیے مقامی سول
ہپتال پلے گئے کیونکہ دونوں نے اپنی مسولی کی گزاری کے اندر یہی کو ظن انداز بھیں کیا تھا اور ڈاکٹر
ہونے کے ٹھان کا ہپتال چانہ ہی زیادہ مناسب تھا۔

سول ہپتال کے خلف خالی کمروں میں مریضوں کے لواحقین کے ساتھ انہوں نے
چار بیچ کا وقت گزارا۔ سیاہ ہوٹل کا ”پیپ آؤٹ“ تامغ تھا۔

اب ان کی اگلی منزل گروہ سپورچی.....!
ذیہ دوستی میں شرین نے انہیں گروہ سپورچا دیا۔ رات انہوں نے یہاں ایک ہوٹل

میں گزاری اور رنگ روڈو پر کے بعد امرتسر کی طرف عالم ٹھہر ہوئے۔
امر سر کے رانی بازار میں جب طاہر اور کامنی کا جوہر رائیں شاپ پر پہنچے تو ان کی ظفر
تو جوہت سنگھ پر پڑی جو اپنے بھائی کے ساتھ دکان کے کاؤنٹر پر کھڑا تھا۔ شاید وہ بھائی کی کام سے
آیا تھا۔
بھائی اس نے طاہر اور کامنی کو دیکھا ”ویر جی بھائی جی“ کافرہ لگا کر ان کی
طرف پکا۔

طاہر نے اس سے زیادہ گرم جوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے باقاعدہ مخالفت کر لیا
تھا۔

”بھم لوگ پہنچانکوں اپنے کردن کے پاس آئے تھے۔ میں نے سوچا جب بخوبی میں
آئے ہیں تو میں جی کو ملے بغیر جانا بہت قحطی بات ہو گی۔“
کامنی نے نو جوان سے کہا۔

تو جوہت سنگھ کا بھائی اور سنگھ باہم جوہر جوہر جائی اور استقلال نظریوں سے اپنے ان بے تکلف
رشادوں کو بھیجائیں کی کوشش کر رہا تھا۔ جن سے اس کا پچھا بھائی گرم جوشی سے ملا تھا۔ اور سنگھ
سے جب اس نے طاہر کا تعارف کروایا تو اس نے بھی خامی گرم جوش کا مظاہرہ کیا تھا اور دونوں کو
تو جوہت کے ساتھ زد دیکھی ایک محنت میں موجوداً پہنچ دیا تھا۔

○ ○ ○

سردار اس کھر جیسی تھی۔ ان کی زبانی علم ہوا کرہا تھا اسی میں ہے۔ تو جوہت سنگھ اپنی
ماں کے ساتھ ”اہاری“ میں رہتا تھا۔ سرحدی علاقے میں موجود اس قبیلے میں ان کی زمین جی جہاں
سردار اس نے اپنے خادم کی حوت کے بعد مستقل ڈبی میں ڈال دیتے تھے۔
اوہ سنگھ کی زبانی انہیں علم ہوا کہ اگر وہ اپنی ماں کو بھی زردی امرتسر لے لے گئی آئی تو وہ
چار دن بعد ہی وہ دو اپنے جانے کے لیے ہندو گا جاتی ہے۔ اس نے رات ان دونوں کو اپنے گھر
مہمان رکھا اور ساری رات طاہر سے ایک ہی بات کہتا رہا کہ کسی طرف وہ اس کی امرتسر میں
اس کے گھر بہائیں رکھنے پر رخصانہ کرے۔
طاہر نے اندازہ لکھا کیا کہ سردار اس کے بیٹوں کو اپنی ماں سے مخفی تھا۔ اس کے دو بیٹے

ادھار عکھے پا جوہ اور کرتا رکھے با جوہ، امر تشریف میں رہتے اور اپنا بوس کرتے تھے۔ دونوں وجہ کھاتے چھے مطہم ہوتے تھے۔ دونوں میں سے ایک کی بیوی مستقل ان کی ماں کے ساتھ اٹاری میں رہتی تھی۔

اگلے روز نوجہت ٹکھائی بارہ تھی کا رپان دنوں کو اپنی لیے جاتا تھا۔ اس نے بھور خام دنوں کو امر تشریف میں دنوں کو امر تشریف "در بار صاحب" کے درون کروائے تھے۔ دونوں نے اس کے ساتھ بیوی عقیدت سے بیال خاص و قوت گزار تھا اور دوپہر کا لئکر در بار صاحب میں کھانے کے بعد ای اٹاری کے لیے روات ہوتے تھے۔

ادھار عکھے کی تھی نے اُن سے وعدہ لیا تھا کہ وہ وابستی پر ان کے ہاں دو تین دن قیام کریں گے سارا خاندان خاصہ مہمان نواز کا کمال دیتا۔

ادھار عکھے کی بیوی بیکیت کا بھائی نوچن میں کھینچ اور اس کی پرستی ہمار پوری تھی۔ اس نے وعدہ لیا تھا کہ وہ ضرور ان سے مٹے ہمار پیر آئے گی کیونکہ اُن نے اسے اپنی بھی ایلوں سی دیتا۔

امر تشریف داشٹے سے پہلے ایک مرتبہ پھر طاہر کے سر پر گہڑی لعج تھی۔ اب اس کی والوں اُنی بڑھنی تھی کہ وہ آسانی سے خود کو کچھ کہ سکتا۔

دنوں میاں بیوی نے بڑی گرم جوشی سے اُنہیں اپنی ماں کی طرف روانہ کیا تھا اور نوجہت عکھے کو ہدایت کی تھی کہ کارڈ راحتیاط سے چلا کے۔ ان کا تمہارا عکھے جا اندر کری کام سے گیا ہوا تھا اور اس کی وابستی میں بھی دو روز باتی تھے۔

نوجہت عکھے اُنہیں قریباً ایک گھنٹے بعد اٹاری سے ملختے ایک گاؤں میں پہنچا دیا جہاں ایک کونے میں ان کی خوبی میں ہوئی تھی جس کے پاہر سنگ مرمری تھی پر اس کے باپ سور گہڑی سرداڑا کا ہن سنگ بانجہ کا نہ کرنا تھا۔

حوالی کا دروازہ ہارن کی آواز پر ان کے ایک مرادی نے کھوا تھا۔ سانتے ہر آمدے میں ایک چار پائی پر اس کی ماں اور بھائی شاید ستری کاٹ رہی تھیں۔ نوجہت عکھے کے ساتھ کار میں گاڑی سے کل کی باری آئے اور سرداڑا کی نظر ان دنوں پر پڑی تو دو دنوں بازو پھیلائے ان کی طرف بیٹھی اور باری پاری دنوں کو گلے لگا کر آشیز دیا۔

کامنی نے اسے بھی وہی کہا تھی جو اس کے بیٹے کو امر تشریف میں ساکر آئی تھی کہ کس طرح خادھاتی طور پر وہ گورا سپور میں آئے اور پھر اس کی خدمت پر ہی طاہر نے بیال سک کا پروگرام بنایا۔

"بھائی بھری زندگی کی تہبیت بیوی خواہش تھی کہ پنجاب کے کسی سرحدی دیہات میں زندگی کے کچھ ملے گزاروں..... خلک ہے بھکان کا جس نے بلا خری موقود دے دیا۔" کامنی نے خوشی کا اعلماً کرتے ہوئے کہا۔

اس نے اپنی سروں کا آغاز بھارت کے اس سرحدی قبیلے سے کیا تھا اور بیال تھن چار سال میں کوئی خاص تہبیت نہیں آئی تھی۔ طاہر کے لیے بھی یہ طلاق دیکھا جانا تھا لیکن اخراج یاد، بھی نہیں۔ اس نے بیال و کچھ سکھ نوجہت مکھ سے اس علاقے کے حقائق نامحسوس اخراج میں اپنی خاصی معلومات حاصل کر لی تھیں۔

کامنی نے اسے تباہی تھا کہ سرحد پر باز لگائے کا کام گذشت سال ہی شروع ہوا ہے کیونکہ پنجاب کی سرحد پر غالباً تھی حریت پندوں کی لفڑی و حربت اب بھارتی پاڑھ رکھنے کے قابل ہے باہر جو روپی تھی اور علیحدگی پرندوں کی جدوجہد میں خاصی تجزیہ بھی آئی تھی۔

یہ امر دنوں کے لیے باعثِ ملائیت تھا کہ اُبھی سرحدی علاقے کی وہ باہر جو بھارتی حکومت نے کائنے دار تاروں کی صورت میں جھوں سے راجحہ ان تک لائے کافی قدر کیا ہے بیال سک نہیں پہنچ سکن اگلے آٹھوں روز کے بعد اس علاقے کی پاری بھی آئے والی تھی۔ کیونکہ بیال سے تیریاں بارے کلوبی سردوں تک سرحد پر خاردار تاروں کا جاں بچا جانا چاہتا۔ طاہر نے دعا کا شرارہ ادا کیا ورنہ تو پنجاب کی سرحد بالکل ہی سیل ہو چکی۔ پارہ فٹ پاندھار دار تاروں کے دو ہرے لفاظ میں بھارتی پاڑھ رکھنے والی فوری شام کے بعد بھلی روڑا دیتی تھی اور ان خاردار تاروں میں مظہور دفعے کے بعد نسب کے کسریں اٹھاتا اور زیر جب رہنیاں ہوتی تو درسری طرف تین پارکوں میں تکمیل کا ملا۔ درون دکھائی دیجاتی جس میں ہوتے والی کوئی لفڑی و حربت تھا ہوں سے کھوفنکھی رہتی تھی۔

○ ○ ○

نوجہت عکھے کے ساتھ ان کے گھر کے اونچے چوبارے پر پہنچے طاہر نے بڑے حباب

کتاب سے ساری احتمالات حاصل کریں گے۔

نوجوٹ تھے نے اسے بتا دیا تھا کہ بیہاں سے کس طرف بی ایش ایف والوں کی پوسٹ
نی ہوئی ہے۔ مرد کس طرف ہے اور یہ بھی کہ آئے روز بیہاں بی ایش ایف کا چھپا پڑتا رہتا تھا۔
وہ لوگ ہر دوسرے تیر سے روز بیہاں کے کی نہ کسی کمر سے کسی نو جان کو خلاصتی فریت پسندیا
اس کا کوئی ساقی ہوتے کے انہم میں اگر تارکر کے لے جاتے تھے کامنی بھاہر ان کی نسلکو
سے بے نیاز اس کی بھائی سے محبت کی پیشگی بڑھا رہی تھی۔ لیکن اس کے کان ان کی طرف ہی گے
ہوتے تھے۔

وہ اپنی پادری ارشت تارہ کر رہی تھی اور جسے جیسے نوجوٹ شکھا ہر کو بتا دیا تھا اس کے ذہن
میں بھائی کے خواہ سے اس طلاق کے نقش واضح ہو رہے تھے۔
شام ڈھنے کے بعد جب نوجوٹ تھے کی کام سے بازار کیا ہوا تھا اور کامی اس کی
بھائی ٹھنڈ کو رکس ساتھ باتیں کر رہی تھی تو درسرے کرے میں ہو جو طاہری زبان پر بخاطر وہ
سوال کوں آئی کیا تھا جو اس نے کسی صلحت کے تحت ایسی بحث نہیں پڑھا تھا۔
”ماں آپ نے اس روز مسلمانوں مجھی پر کھا عین پڑھ کر کافی پر کھا تھا۔ آپ کہ
وہ کس نے سکھائی تھیں؟“

سرداراں پہلے اس کی طرف بخود بھیتی رہی۔ پھر ایک تھر خدا مکاراہت اس کے
ہوشیار پر آئی اور اچانک طاہر کو اس کی آنکھوں میں بھی کا احساس ہوا۔

”ہاں بیٹا۔ مجھے علم تھا تم یہ سوال ضرور کرو گے۔“
اس نے بطور خاص لفظ ”تم“ پر کھنڈ و ریا اپنے طاہر پر چوکا۔

”میں۔ ماں بھی میں تو۔“

طاہر نے کچھ کہنا چاہا۔ اس کی سرداراں نے اس کی بات کاٹ دی۔

”میری باتوں دھیان سے نہ۔ میر اول گواہی دھاتے کہ تم وہی ہو جو میں بھگرہی ہوں
اور آج تک میرے دل نے مجھے کبھی گراہ نہیں کیا۔ میاں میر احمد ایک مسلمان گمراہ میں ہوا
تھا۔ کامن ٹھکر اور میرے والے بھیں کے دوست تھے۔ دوں کا یارانہ مٹا لی تھا۔ ہم لدمیان کے
رہنے والے ہیں۔ جب ملک تھکیم ہوا تو میری عمر شاید ہیں بارہ سال تھی۔ کامن ٹھکر کا باب فوج میں

صوبیہ ارتقا۔ ان دونوں دو اپنی ذیلی یو تھا جب مارے گاؤں پر حملہ جاؤ۔ بلوائیں نے درجنوں
لوگوں کو مارڈا۔ مورتوں کو خفا کر لیا گیا۔ ان انخوں ہونے والوں میں بھی شاہی تھی۔ کسی رکی
مدرسے میں ان غلاموں کے چکل سے کلی گئی اور کامن ٹھکر کے گھر بچتے میں کامیاب ہو گئی۔ جو
میر سے درسرے گاؤں میں رہتا تھا۔ کامن ٹھکر بیان نے مجھے اپنے پاس پچھالی اور میر سے گھر
والوں کی طاش میں کلی گئی۔ بلوائیں نے میرا سارا خاندان ان جس میں بھری بیان ایک بیان
اور دو بھائی تھے مارڈا کامن ٹھکر کا باب گھر واپس آیا تو بہت پریشان ہوا۔ اس نے میرے والوں کو
ذمہ دلانے کے لیے زمین آسان ایک کر دیا۔ لیکن میرا باب نہیں ملا۔ شاید وہ بھی راستے میں
بلوائیں کے تھوڑے مارا گیا۔ میر سے تھیاں جاندھر کر رہے دلے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد
کامن ٹھکر کے باب نے ان کی طاش میں دو مرجب پاکستان کی خاک چھانلی۔ جب بکھر دزندہ رہا
اپنی ذمہ دلانا۔ مجھے اس کی ہوت کے بعد علم ہوا کہ وہ پاکستان میر سے ایک ماموں کے پاس گئی
گیا تھا جس نے اسے پیچا نے یا مجھے داہیں لینے سے انکار کر دیا۔ اس قطعہ فصوص نے مجھے یہ بات
کہی نہیں تھی۔ دن بھی ہوں اور میئے سالوں میں تبدیل ہوتے گئے۔ میں مجھے کوئی لینے نہ آیا۔
ہلاک خدا کامن ٹھکر کا باب ایک روز مریا۔ لیکن اس نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ اس کی دوں کو بہت
شاختی ملے گی اگر کوئی سڑتے تو ابک میری خلافت کرے۔ کامن ٹھکر نے مجھے پرشادی کے لئے دباؤ
نہیں ڈالا جب کہ سارا گاؤں ان کے خون کا لیا سارا۔۔۔ بارل نو اسٹری جان بچانے کے لیے
اس نے مجھے سے شادی کر لی کیونکہ بھی ایسی صورت میرے ذمہ دھنے کی بات رو گئی تھی۔ تن سال
ہوئے کامن ٹھکر کو فوت ہوئے۔ اس نے چندہ بیس سال پہلے اپنے باب کو فوجی توڑی کو ریے سے میں اس
زمین کے ساتھ پکھا اور زمین خرید کر بیان میتھی باڑی شروع کر دی۔ اللہ نے کرم کیا اور حالات
اچھے ہو گئے۔ میری جان بچانے کے لیے اسے مدد حیاں سے بھرت کر کے بیان آپا دہوڑا
پڑا۔ تن پچھے ہوئے۔ یہ تینوں میری اصلاحیت جانتے ہیں۔ ان کے کدل میں اپنے خیال کو رکھنے کی
ترکیب نہ ہے بلکن جب میں ہی بدقت سوت رہی تو انہیں کون ملے گا۔ بہر سال جب بیہاں سے تھد
جاتا ہے تو یہ لوگ انہیں میر سے رشتہ داروں کے نام پڑا کر بھیجے ہیں لیکن کوئی نہیں ملتا۔“

یہ کہ کراس کے باقاعدہ رہنا شروع کر دیا۔

اس صورت حال نے طاہر کو بھی چند ہاتی کر دیا تھا۔

سرداراں بہت حوصلہ الی گھوڑت چی۔ بالآخر نے خود کو اٹل کر لیا۔

لیکن اچاک تھی وہ طاہر کا ہاتھ پھٹک کر اسے اپنے مکان کی محنت پر لے لئی اور سامنے کی سمت اشارہ کر کے کہنے لگی۔

"پیاساری زندگی میں اس امید کے ساتھ مر جاؤں گی یہ صرف ہر سے ساتھ قبر میں جائے گی کہ میں مر جاؤں کے اس طرف نہ جا سکی۔ قدری کے آگے کس کا زور چلا ہے میں بے بس تھی میا قدری کے آگے میں بے بس ہوں لیکن تمہارے ساتھ ایسا نہیں ہو گا۔"

اس نے اچاک تھی بڑے ڈرامائی انداز میں کہا اور طاہر کا دل دھک سے رہ گیا۔

"آپ کا کیا مطلب ہے مالی چیز؟" اس نے بیٹا ہرا نجاح بنتے ہوئے کہا۔

"دیکھو میا احمد جو کوئی بھی ہونو ہر گز نہیں جو بنے کی کوشش کر رہے ہو میں نے پونا صاحب تھی میں تمہاری اصلاحیت جان لی تھی۔ میں تم سے کوئی سوال نہیں کر لیتی میں جس باری ہوں میں ہوتے ہر باری یہ پیغام ادا کر رہا تھا میں یہاں بزراروں پر قیامت مسلمان عورتیں غیر مسلموں کو ختم دے رہی ہیں۔ ان بد بخشن کو گردش حالات نے یہاں ضرور دکھائے تھے میں اس کی ذمہداری سے ان طرف کے لوگ بری اللذ میں ہو سکتے یہ ہوتیں ان کے پیچے جو بیٹا ہر قمر مسلم ہیں آج بھی کسی سماج کے خطرہ ہیں جو آئے اور انہیں ان کی اصلاحیت کی طرف وابستے ہو جائے میں دکھل کی بات تو یہ ہے کہ جنہیں یہ فرش ادا کرنا تھا وہ خود ایک دوسرا کا گھنگاڑ رہے ہیں۔ ایک دوسرا کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ جب اور ہر سے مسلمانوں نے آئیں میں کئے مرے کی بخرب آتی ہیں تو یہاں ہم بے ناویں کے لیکے کئے رکھتے ہیں یہ ایک سرداراں کا نہیں تھا جو بھی بزراروں مسلمان ہوتے ہوں کا دکھلے جنہیں بخوبی نے دنہوں کے آگے گھار کے لیے چھوڈ دیا۔ قدرت کا اپنا ٹھیک اور جاری ہے جو پیچے ایک مسلمان بنا لیا گیا۔ ان کے دلوں میں بھی شیخ الہام قرزوں ہو جاتی ہے۔ ایک روز ایسا ضرور آئے گا جب یہ روشنی غلامت کے اندر ہوں میں اپناراست ہنالے گی۔ کاش کوئی میر سا پیغام کو مجھے کاش کوئی جان لے۔"

یہ کہہ کر وہ خاصوں ہو گئی۔

طاہر کے درگ پے میں مجھے آگئی سرتایت کر گئی تھی۔

وہ سرداراں کا دکھر ہاتھا!

لیکن بے بس تھا کچھ کر نہیں سکتا تھا۔

"ماں جی آپ نے مجھے شاخت کیا ہے۔ میں آپ سے کوئی وعدہ تو نہیں کرتا

لیکن ایک بات ضرور کہوں گا کہ مسلمان کا خون ہیوٹھ خینہ نہیں رہتا۔ تم نہیں تو ہمارے بعدیں اس

ایسی ان بزراروں ماؤں کا قرص ضرور چکائے گی جو آپ یہے حالات کا فناہ ہوئی ہیں ایک روز

ایسا آئے گا جب ان کی غیرت ایسا تھی جا گئی ضرور جا گئی۔

اس نے پرے جدباہی انداز میں کہا۔

"ماں میا اسی ایک امید پر میں بھی زندہ ہوں۔ اور کیا امید اپنی اولاد کو دے کر

مرؤں گی۔"

سرداراں نے بھرائی ہوئی آدمی ادا کیا۔

○ ○ ○

اگر بھک اس نے طاہر سے اس کا تعارف نہیں پوچھا تھا لیکن اس کے عزم انجان

لے تھے اور وہ اس کی ہدایہ کر رہتے ہی تھی۔

"بیٹا یہ پوچھ کی طرف اُنی راتیں ہیں یہ مراد جان کہتا ہے کہ آج جس طرح بادل

چھائے ہوئے ہیں کل زیادہ شدت سے بارش ہو گی۔ میں تو ہجرت اور شندر کو کل دو پہر کی کام

سے امتر سریج دوں گی۔ کم کل رات تکل جائے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ آخری دو ہم تکہرا

ساتھ دوں گی بیٹا تو ہجرت اور شندر کو کی اور بات ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ اپنیں اصلاحیت کا

علم ہو۔ میں انہیں کہ دوں گی کہ تم شام کو اچاک پلے کے تھے یہاں تمہارا ذیادہ قیام شاید

تمہارے لئے بہتر نہ ہو کیونکہ آئے روز یہاں پوچھیں اور پاراڑ رکھیں تو اے چھاپے مارتے

رہ جیں۔ کافیں سمجھ سا بیں فرمی تھا۔ ہماراں علاقے میں خاصی سماں (عزت) کی جاتی ہے۔

کسی کی جرات نہیں کہ اس طرف ملی آگ کے بھیں دیکھنے ہوں بھر بھی میں کوئی خطرہ مول نہیں لوں

گی تم نے زیادہ مجھے تمہاری بیوی کی لکھ لگی ہے۔"

اس نے بڑے حوصلے اور ترکا مظاہر کیا۔

"ماں جی..... آپ کا بے حد شکریہ۔ معلوم نہیں کہ زندگی میں کسی دوبارہ ہمہل پائیں گے اپ کا یا احسان میری قوم کی نہیں بھال پائے گی۔"

ظاہر نے کہا۔

دو فوں بچے آگے جہاں شندر کردار کے لیے رات کا کھانا تیار کری جی۔ کامی اس کی گھری تکلیف بن چکی تھی۔ اور دو فوں ایک درسرے کا رسولی (بادرپی خان) میں با تھنہ ناری تھیں۔

رات دو فوں نے ایک ہی کرے میں سرکی۔ ظاہر نے اسے سرداراں سے ہونے والی ٹھنڈگوئیں چلی تھیں۔ وہ جاناتھا کہ کامی بیٹے میں تھے اپنی اٹھلی بہن تھیں کہ مطابق اسے فرمایہاں سے تکمک جانے کا مشورہ دے گی۔ اس کی تربیت مکی تھی۔ لیکن..... حالات نے اسے سکھا دیا تھا کہ زندگی میں بعض اصول اور ضابطے دلت ائے پر بچھ ٹاہر نہیں ہوتے۔

"کل رات تھست آزمائی کریں گے۔"

اس نے کامی سے کہا۔

"ڈن.....!"

کامی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ ہمارا۔

جس سب نے اکٹھے ناٹھ کیا۔ تو جوٹ ٹھنڈگاں چلا گیا۔ جب واپس آیا تو سرداراں نے اسے دو فوں کو اپنی زمین کی سرکر کردا نے کے لیے کہا۔

"ماں جی بارش سے راست خراب ہے۔ اچھا میں سردن ٹھنڈے سے کہتا ہوں دوڑ کیٹر پر آپ کو لے جائے گا۔"

تو جوٹ ٹھنڈے کہا۔

"لیکن ہے! شندر کو امر تسلیے جاؤ۔ آج چھنی وار (خت) ہے اور اکل اس نے دوبار صاحب گی باتا ہے۔ کرتا ٹھنڈا آتا تھا سچی دن ہے۔ ابھی یہ دو فوں بیہاں دو تین دن رہیں گے۔ انکی کیاں پھر ایسا ہائی ما حل دیکھنے کو ملتے گا۔"

سرداراں نے تو جوٹ ٹھنڈے کہا۔

"چکاں جی.....!"

تو جوٹ ٹھنڈے جیسا تماہیر اور پی انہیں نے کب دیکھا تھا۔

آسمان بارلوں سے سیاہ ہو رہا تھا۔ جب دشمن دکور کے ساتھ ماروٹی کار میں امر تسلی جانے لگا۔ شندر نے کامی سے گلے گل جلد اپس آئے کا وجدہ کیا تھا۔

○ ○ ○

دو فوں کی روائی کے بھٹکل پندرہ میں منٹ بعد سرداراں نے طاہر کو تیاری کا سکھل دے دیا تھا۔ جس نے بڑی بھرتی سے ایک بیک ریکھری اس بیٹ کے پیچے پھپادیا جو اضافی طور پر بنا گئی تھی۔ جس کے بعد سرداراں نے سردن ٹھنڈائی اپنے کسی لازم کو آواز دی۔ "ان دو فوں کو اپنی زمینوں پر لے چل۔ دہاں انہیں جو ٹیپی پر جھوٹ آتا۔ شام کو کہاں اسکو ان کے لیے لے چلے جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی واپس آ جائیں گے۔ ان شہر کے لوگوں کے بھی کیا خوش ہوتے ہیں۔"

اس نے لاپرداہی سے ہاتھ پر لازم سے کہا۔

"اچھا جی.....!"

سردن ٹھنڈے فریکٹر شارٹ کر دیا۔

سرداراں نے دو فوں کو باری باری گلے کا کران کے منڈیوں اور چوٹے تو کامی کا ماتھا شکا۔ اسے دال میں کالا دکھائی دے دیا تھا۔ جس نہ سلطنت ناموں پری۔ شدید سرگزتی سے سارے گاؤں پر سکوت طاری کر دیا تھا۔ دو فوں مکرست کر دیا تھا۔ کیجھ دالی بیٹ پر بیٹھ گئے اور پندرہ میں منٹ میں تھی دعائیت مرحد سے بھٹکل دوڑ ہائی کو میر در کاں ٹھنڈی کی زمینوں پر بیٹھ گئے۔

"لیکن ہے! شام کو جلدی آ جائے۔ سو اچھا نہیں لگتا۔"

طاہر نے دہاں گئے نوبت دیں پر جنے ایک کرے میں دافل ہوتے ہوئے کہا۔ جس میں دو چار پانیاں کرسیاں اور فرش پر چھٹائی چھکی تھی۔ دو تین اکل ایک کوئے میں در ہے تھے۔ اس نے اپنی بیٹ کے پیچے سے بیک اتنی ہوشیاری سے کلالا تھا کہ سردن ٹھنڈے کو ان کا اندر ہوئی۔ یوں بھی وہ نہ کی ساد کھائی دے دیا تھا اور شاید یہ اس کے ان دونوں کھانے کا وقت تھا۔

دلوں کو۔ ”بیا کر دھلانیا اور دلوں کرے میں بھی چارپائی پر بیٹھ گئے۔ اسے سرداران نے پہاڑ سے سرحد کا سارا قشش اس پوست سمیت کھجرا یا تھا۔ جو راستے میں آتی تھی۔ ”لیکن چکر ہے پارٹر۔ ”

سردان نگہ کے جاتے ہی کامنی نے اس کے کندھے پر ہاتھ ملاتے ہوئے دریافت کیا۔

”کامنی۔ تمہارے مقدم کی برکت ہے۔ اللہ نے ہمیں سرداران کے روپ میں رحمت کا فرشتہ ملا دیا ہے۔“

اور اس نے کامنی کو ساری کمائنی سنا دی۔

”واہ۔ کتنا فکر ہے۔ کتنا مصروف ہاٹا ہے۔“

بس اسخن کامنی کی زبان سے لگا۔

دلوں اب سرحد پار کرنے کی حکمت محلی طور پر ہے تھے۔ جوت اگنیز طور پر طاہر ہے اگذشاف ہوا کس مسئلے پر کامنی اس پر برتری رکھتی ہے۔ دراصل وہ افسر نگہی اور سرحد عبور کروانے میں اس نے خصوصی کرس کیا ہوا تھا۔ وہ اپنے شاگردوں کو اس کرس کی خصوصی میں کروایا کرتی تھی۔

○ ○ ○

سردان کر گئے۔ بھی بیٹھل آدمان گزرا تھا جب اچاک موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ اچاک تیز بارشوں کی بھرپڑنے لگے۔ آدمان بیکل کے کونے بارشوں کے گھرانے کی گاڑی راستے بنکلی کے خونک دھاکے اور بھرزوں کی چیخ پچھلے اور پہر کو گہری رات کا باد پہنادیا۔ یوں لگتا تھا جیسے اچاک سورج نے اپارٹمنٹ میں تبدیل کر لیا ہو۔

”پارٹر۔ کم آن۔ مود۔“

کامنی نے اچاک اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

”ابھی۔!“

طاہر نے جراں اگلی سے پوچھا۔

”کم آن۔ Yes Now“

کامنی اس وقت بالکل ایک خفت گیر افسر نگہ ریتی تھی۔

”او۔ کے۔“

طاہر نے بیک اپنی کر کے گرد کس کر پاندھ لیا۔ وہ تو خالی ہاتھ آنا چاہتا تھا جس کو جانے کیوں کامنی اس بیک کو بھروسہ نہیں چاہتی تھی۔

کامنی نے پتوں پر بیٹھن کر لیا تھا اور اس کے آگے چل رہی تھی۔ کرے سے لکھتے ہی تیز بارش میں لپٹے ہوا کے برفلی طوفان نے ان کا استقبال کیا۔ دلوں کو اپنی رگوں میں خون گمہ ہونے کا احساس ہوا جن کیا جائیں جو دلوں ایک لمحے کے لیے بھی کمزور پڑے ہوں۔

سرداران کے جاتے ہوئے راستے پر وہ اسی طوفانی رفتار سے چل رہے تھے۔ باڑش ان کے کپڑوں کے راستے جسم کے ساموں میں در آئی تھی۔ لیکن دلوں یہی معمولی پچکی اور رزم سے اپنی ہنزا کی طرف رواں رواں تھے۔

وزاری آئٹ میں پر کامنی پر بیٹھنے میں آجائی اور طاہر اس کی تکمیل کرتا۔ آدمے کھٹکے کے بعد انہیں وہ تھی کہ بندہ کھائی دیا جو دلوں ہماں کے درمیان سرحد کی آخری بٹھائی تھی۔ شاید سب سوچ کر اسی عالم میں جب شدید بارش اور طوفانی بھرزوں نے جاؤ دلوں کو جو اس پہنچا تو اس میں سست جانے پر مجید کر دیا تھا۔ لیں ایسیں ایف کو ہرگز یہ تو قع نہیں تھی کہ کوئی سرچرا اس عالم میں سرحد عبور کرنے کی دیواری کرے گا۔

اور۔۔۔ ان کی بینکی بخیری دلوں کے لیے علیہ خداوندی ثابت ہوئی۔ اگلے چدرہ مٹت بعد وہ اپنی پوست پر بیٹھ چکے تھے جہاں رنجیز کے تیار بر تیار جوان ان کا استقبال کر رہے تھے۔

شام ڈھنے سے پہلے دلوں اپنے لٹکانے پر بیٹھ گئے تھے۔ جہاں وہ اپنے افران کو اپنی اور ان کی زندگی کا بہترین سری ارزدے رہا تھا۔

کامنی نے پہاں موجودہ رنگہ میں اپنے لیے بے پناہ تیزیت والہ اسیم پایا تھا۔ یوں اسے واقعی اپنے لوگ کھائی رہے تھے۔ مل میں بھی اس کے اپنے تھے

یہاں اس کے لیے اجنبیت نہیں آپنی بیت تھی۔ عزتِ حقی اور وہ سب کو محظا جو کسی بھی
شرقی عورت کا اعزاز ہوتا ہے۔
جب وہ اپنے گھر واٹل ہوا تو فرو انسلاٹ کے چند بات سے مریم کو اپنا سارا ہواں
اڑنے کا احساس ہوا۔

اس کے گھر کا ہر فرد اسے مجھ کا رکھ جرم رہا تھا۔ یہاں اس کے لیے وہ سب کو محظا جس
کے خواب وہ بچنے سے بچتی آئی تھی۔ بینی طاہر پر ایک شف ہوا کامنی (مریم) نے ایک بیک
زیر دستی اپنے پاس کیوں رکھا تھا۔

اس بیک میں فالجودی سے خوبی کر دو دشائیں جس جو وہ اپنی ہونے والی ساس اور
ویدرانی کے لیے اپنی چان پر حمل کر لائی تھی۔

○ ○ ○

وہ سال بعد.....

لندن کے "گفت و کہ" "ہدایت اڈے پر برٹش ایئر ویز کی پروازی میں ہی زمین کو جھوٹا
مریم نے فوراً اپنی بیت بیٹ کھول دی.....

"Not Yet".....

اس کے اور طاہر کے درمیان بینیخان کے پانچ سالہ بیٹے تھے نہ کہا۔

"چپ" ہر دقت میں کوئی سمجھا تھا کہ.....

اس سے پیارے اپنے بیٹے کا گال تھا تھے جو ہے کہا۔

طاہر جانتا تھا کہ گذشتہ وہ سال سے وہ اس لئے کا کتنی شرفت سے انتشار کرتی آئی
تھی۔ اس کا تو بس بیٹا چلتا تھا کہ اذکر لندن بیٹی جائے، جہاں گذشتہ زیر دست سے ڈاکٹر شیلا اور
اس کا خادم پر پیکن کر رہے تھے اور مستقل آپا ہو چکے تھے۔

جہاں کی بیٹیوں سے ایک پورت لاوٹن ٹکٹ چنچتے کے تمام مرامل مریم نے جس
بیماری سے ملے کی تھے اس نے طاہر خان کو قدرے بیدھن کیے رکھا۔

لاوٹن میں میسے ہی اس کی نظر شیلا پر پڑی اپنے ہاتھ میں پکڑی ہڑا چھوڑ کر دیجاتے
وارس کی طرف پہنچی۔

شیلا کی پانیں پہلے سے بھلی جس ندوں ایک دوسرے سے پلت کر آئیں تو ہاتھی رہیں
ہلا خوشلائے اسے آئیں جی سے الگ کیا اور اپنی بھلی ہوئی آنکھوں سے اس کے میٹے نچو کو کوہ میں
اخرا کراس کامن چونے لگی۔

مریم نے بھی اس کی بیٹی مارقا کو اخراجیا تھا.....

ڈاکٹر جیک اور طاہر ایک دوسرے سے گرم جوشی سے بغل کر رہے تھے اور تھوڑی دیر
بعد وہ سب ڈاکٹر شیلا کی گاڑی میں اس کے گھر طرف اڑے جا رہے تھے۔ نچو کو شیلا نے ڈھنڈ دو
کھنچ لے ستر میں پانی گوہیں ہی لائے رکھا اور وہ اس کی گوہیں ہی سو گیا تھا۔

دو فون سکیلوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور سکرا دیں۔ گذشتہ زیر دست سال
میں کوئی ایسا دیک اپنے بھیں تھا، جس پر شیلا اور اس کے درمیان میں فون پر گھنٹوں پا تھیں۔ شہوئی
ہوں۔ دو فون اپنے اپنے ایک ایک تھے کا احوال ایک دوسرے کو فون پر عیا نایا تھا۔ میں دو فون
محسوں کر رہی تھیں کہ ابھی ایک دوسرے کو کہنے سننے کے لیے ان کے پاس صد بیوں بھتی باتیں
 موجود ہیں۔

گاڑی چلاتے ہوئے ڈاکٹر جیک کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھے طاہر نے دو فون کے
چہرے پر باری باری نظر ڈالی اور طباہت کا لباس اس پھر کر اپنی ڈاکٹری سائنس کی طرف پھیلا دیں۔
وہ سال سے انہوں نے ڈاکٹر شیلا سے رابطہ بیکھر لے رکھا تھا۔ گذشتہ زیر دست سال سے شیلا
اور جیک مستقل لندن آنے بے تھے۔ جب وہ اپنے طاہر کی ایک ہی کوشش تھی کہ بتی جلدی
میکن ہو وہ مریم کو شیلا اسکے پہنچا دے۔
اور۔۔۔ آج بہت سے ناہکنات کی طرح اس نے مریم کو کچھ بھی میکن کر دکھایا تھا۔



جنما ح اپنے بڑی و جلد ساز
0333
2116358
اوپوزار اہ ذہاب چکوال